

ہنامہ دیوبند



تاریخ گوئی میں ایک چڑاغ

Mohd Saeed Hassan.

ایڈیٹر۔ عاصم عثمانی (ناصل دیوبند)

سالانہ آنکھ زد پڑے





تفسیر سورہ نور

اس شاہکار تفسیر میں نہاد اتفاقام کے بہتہ بن جہاد۔
جس کرتے ہوتے واضح کیا گیا ہے کہ قرآن و سنت کے
اصول سے فروعات کا استنباط کیوں نہ کروتا ہے۔ اسلامی اخلاق کی بنیادی
تعلیمات پر مشتمل سورہ نور کی تفسیر ضرور ملاحظہ فرمائیے۔ دراز۔ مولانا عزیز احمدی۔

قرآن اور حدیث

قرآن اور حدیث میں کیا ربط ہے؟۔ حدیث کو
مجتب ماننا کیوں ضروری ہے؟۔ تنہا قرآن کیوں
ہدایت کیلئے کافی نہیں؟۔ اس نوع کے سوالات کا شائی و کافی جواب۔
مولانا ابوالاعلیٰ مودودی کے قلم سے۔ دیر صورہ پریم۔

بدعت کیا ہے؟

(پیاضاً شد) ایڈیشن، بدعت و مصیب کے دریں کہ
عظیم کتاب جو قرآن و حدیث اور عقل و منطق کے اُمل
و لائل کے ذریعے صحیح ترین اسلامی عقائد کو واضح کرتی ہے۔ تمام بدعتات
کیلئے ضرب کلیم۔ قیمت مجلد شیخ روپی۔

بلاغ امید

بدعت و مشرک کے خلاف اور سنت و توحید کی حیات میں
حضرت شاہ ولی اللہ کی شاندار کتاب کا ارد و ترجمہ۔
روشن دلائل نفسی تفہیمات۔ مجلد چار روپی۔

وجوسمان

مرد و جنسی و والی اور گھنے بجائے کی تحریکی حیثیت پر حرف اخراج
قیمت ایک روپیہ۔

تذکرہ نفس

مولانا امین احسان کی معکوڈ الارام تالیف۔ تذکرہ نفس کی
حقیقت اور وہ کس طرح پر حصال کیا جاسکتے ہے۔ اعلیٰ ایڈیشن۔

نہج روپے

مکتبہ تکمیلی۔ دیوبند (دہلی)۔

ہر انگریزی نہیں کے پھلے ہفتے میں شائع ہوتا ہے
سالانہ قیمت آٹھ روپے۔ فی پرچہ ستر پیسے۔

غیر مالک سے سالانہ قیمت ایک پاؤ نڈیشکل پوٹھل آرڈر
پوٹھل آرڈر پر کچھ تکھیے بالکل سادہ کھینچئے

۵
شمارہ

۱۷
جلد

دیوبند
ماہنامہ

انڈ صرفی

فہرست مضمون مطابق ماہ جون ۱۹۶۵ء

۲	عامر عثمانی	آغاز سخن
۷	شمس نو تیر عثمانی	کیا ہم مسلمان ہیں؟
۱۳	سید نعمت اللہ صاحب	میں ہدودیت سے کیوں بہ کی
۱۵	ڈاکٹر سیدیہ دادی	محیرہ نہ دکھلنے کی سزا
۱۹	عامر عثمانی	تجھی کی ڈاک
۳۳	جاحجو لمحنی۔ عامر عثمانی	آج کی جمیعتہ العلماء ہند
۵۹	ملا ابن العرب بنکی	مسجد سے خانے بنک
۶۴	عامر عثمانی	کھرے کھوٹے

اگر اس اوپر والے دائروے میں سُرخ نشان ہے تو سمجھ لیجئے کہ اس پرچہ پر آپ کی خریداری ختم ہے۔ یا تو منی آرڈر سے سالانہ رقمت بھیجیں یادی پی کی اجازت دیں، آئندہ خریداری جاری رہ رکھنی ہوتی بھی اطلاع دیں۔ خاموشی کی صورت میں انگلہا پرچہ وی پی سے بھیجا جائے گا جسے وصول کرنا آپ کا اخلاقی نضر ہو گا دوی پی آٹھ روپے ستر پیسے کا ہو گا، منی آرڈر نے تصحیح کر آپ وی پی خرچ سے بچ جائیں گے۔

پاکستانی حضرات

ہمارے پاکستانی پتہ پر چند بھی چکر سید منی آرڈر اور اپنا امور مکمل پتہ ہیں یہ ہی دین رسالہ جاری ہو جائے گا۔

پاکستان کا پتہ ہے: ہنکتبہ عثمانیہ ۲۸۰ بینا بازاڑہ پیر آہنی بخش کالوںی۔ کراچی (پاکستان)

تو سیل زر اور خط و کتابت کا پتہ ہے
دفتر تحری۔ دیوبند ضلعی سہار پتوی پی

پاکستانی حضرات اب مدد و نفع بالا پتہ برمنی آرڈر کے دو رسید ہیں بھیجیں جو منی آرڈر کرتے وقت ڈاکخانہ سے ملتی ہے۔ منیجہر

عامر عثمانی پر نظر پلشترنے "یشن پرشنگ پریس" سے چھپا کر اپنے دفتر تحری دیوبند سے شائع کیا

آخر سخن

پرچہ آپ دیکھتے ہیں میں تھیں کے طور پر نہیں فقط امر و اتفاق کے طور پر آپ کو تسلیم کرنے میں تأمل نہ ہونا چاہئے لہجی کی صوتگردی کا زیادہ تر مدار اغصہ الحدف ہی الی، تھی نامہ چیز پر ہے۔ یہ نامہ چیز بھی یا راجح ہوتی ہے کبھی الجھنوں میں بھی پڑھتی ہے اور بھی حادث بھی اسے نرم میں لے لیتے ہیں۔ ہر ہر چیز کی الگ الگ داستان سننا کہ آپ کا وقت بردا دکیوں کیا جائے محضراً یوں سمجھ لیجئے کہ اشاعت کا موخر ہو جانا نامہ چیز کی کاملی یا لاپارٹی کا نتیجہ بھی نہیں ہوتا بلکہ جھوٹی مولیٰ جبوریاں ہی ستر راہ بن جاتی ہیں۔ کاتبے کے کرپسین تک سب آدمی ہی اُدی ہیں اور آدمی بلاشبہ اسی خلوق کا نام ہے جو لا حال حادث کا شکار ہوا اور پر ہوا۔

مگر تو شی کی خبر یہ بھی سن لیجئے کہ عنقریب ردِ قلم الحروف کا ارادہ ایک خاص فہمہ کے ذریعے آپ کا "خادا" پورا کر دیتے کا ہے عنقریب کا مطلب یہ ہے کہ سالِ روان کے اندر اندر۔ ہو سکتا ہے البتہ ترک نہل جائے۔ یہ دوسو صفحات سے زیادہ کا ہو گا اور تخلی کے سالانہ خریداروں سے اس کا کوئی زائد پیشہ نہیں لیا جائے گا۔ جب تک یہ نہ نکلے یہ سماہی تاخیر کا چکڑ ختم ہو نہ مشکل ہے۔ لہذا اقامتِ صبحیں اختار فرمائیں۔ اچار تو ہے ہی نہیں کفر را بیٹھو تو ورودی بن گیا۔ ہمینہ نظر ان راز کر کے پڑھئے انشاء اللہ ہمیشہ تازگی محسوس فرمائیں گے۔

پرچہ نہ پہنچے کا خط اس وقت لکھئے جب مثلًا جو لانی کاشمارہ اگست کے پہلے ہفتے میں نہ ملے۔ یہ بھی تصور دل

یہ ٹھیک ہے کہ دو تین ماہ سے آپ کو تخلی ایک ہمہ نیلیٹ مل رہا ہے لیکن ملنے کے بعد الگ آپ اس میں وہ سرب پچھ پالیتے ہیں جس نے آپ کو اس کاگرو دیدہ بتایا ہے تو تاخیر کا مسئلہ اتنا اہم نہیں رہ جاتا کہ اس پر بحث کی جائے عام انداز سے بہت کرسوچتے تو یہ گاہے ٹکھے تاخیر کا چکر بھی نعمت ہی محسوس فرمائیں گے لکھنے شوق سے آپ ہر نئے شمارے کا انتظار کرتے ہیں۔ یہ انتظار کچھ طوں ہمچنانچہ ہے تو آپ کو غصہ آنے لگتا ہے۔ پھر آپ خط لکھتے ہیں یا تمہاری سے صبر کے کڑے گھونٹ پتے رہتے ہیں۔ آخر کار اینساں ایک شو ع موصول ہو جاتا ہے تو آپ شوق سے اسے کھو لتے ہیں اور خاتم تک پختہ پختہ بالکل ہی بھول جاتے ہیں کہ کچھ دیر پہلے تک آپ میر تخلی سے خوش نہیں تھے۔

کسی بھی محبوب شے کے انتظار میں کوفت یقیناً ہوتی ہے مگر اس کی آمد کے بعد انتظار کے کامیاب خالکے کی جو لذت میراثی ہے وہ کہاں میراثی اگر انتظار کی تھیوں سے واسطہ پیش نہ آیا ہوتا۔ پرچہ الگ ہمیشہ اپنے ٹھیک ہی وقت پر حاضر ہو ٹالدے ہے تو انتظار کا سوال ہی کہاں پیدا ہو گا۔ خدا کرے آپ اس انداز میں سیچان قبول فرمائیں۔ دیتے تاخیر کا یہ اعتذار یہ یقیناً شاعرانہ۔ طہرا۔

دشت ارشنا چاہئے ہیں تو منے گر جس پرچے کی سرید و سیل کا طریقہ اسکا رخص و احراجی کی ذات پر ہواں کا تجھی بھی لیٹ ہو جانا اتنا ہی قدر تی ہے جتنا ہمہ بساں کا نہیں کاشمارہ اس کے پہلے ہفتے میں نہ ملے۔ یہ بھی تصور دل کا نہیں۔ بخار اور دردسر وغیرہ میں متلا ہوتے رہتے۔

کی حیثیت آئے کارست زیادہ بھی کچھ ہے۔ وہ سچا رے چیز سی کیا ہے۔ اے قاتلوں نہ چاہیں تو ان کے منصب جلیل کا سارا تو پچانہ ایک پھر بھی شکار ہیں کہ سکتا۔ جو کچھ ہوا ہے وہ تو ہر حال میں ہونا ہی تھا چاہئے مسٹر چاگلا کی جگہ وزارت تعلیم کی کرسی پر کوئی یاور حسین پا قادر بخش بیٹھا ہوتا۔ منصوبہ ہیں اور بنائے۔ دل و داغ اور اختیارات کسی اور کے کام کر رہے ہیں۔ اب یہیت ایزدی ہے کہ قرعہ فال مسٹر چاگلا کے نام نکل آیا۔ وہ آمادہ نہ ہوتے تو کسی اور پیغمبر اور خود فرش کو آگے رکھ لیا جاتا مسلمانوں کے امتیازی پھر تصورات اور عقائد و انکار کو تصحیح اور بالکل کرنے کا جو ارادہ کیا جا چکا ہے وہ تو رد بکار آنا ہی ہے مسٹر چاگلا پر غم و غصہ بجا۔ لیکن اس سے کوئی خوش نتیجہ نکل جا یہ موقع بالکل نہیں۔

نظم، شگ نظری، فسطایت اور جارحانہ قوم پرستی

کا الگ مقابله کرنا ہے تو ہمارے اعیان واکابر کو نیکی ہفتہ بلامک و کاست سیلیم کرنی ہو گی کہ کانگریس جن اصول و نظریات پر بھی ہی وہ موت کی نیزدی سوچکے ہیں اور ”کانگریس“ کے نام پر اقتدار کی زیادتھا منے والے ان اصول و نظریات کو دستوری کتاب اور تاریخ کے اور اوقات میں ذمہ کر کے کسی اور راست پر چلے جائے ہیں۔ ہندوستان کی رب سے بڑی سہر سکاری تھہیت — صہار جھوپر یہ سندھ ہی جب تھقین و تفہیش کے بغیر ایک ایسے آگرمنش یہ دشخط کر دیں جس کی حیثیت ہندوستانی مسلمانوں کے نئے بر جھی کی ای سکم نہیں تو وہ یہ عظم یا وزیر اعظم سے بہت زیادہ خوش مگانی کون کر سکتا ہے۔ زیادہ لاوں کی بات نہیں آجھی ان پڑت نہ ہو کی زندگی ہی یہی قسم یو نیو روٹی کے مسلمانوں میں موجودہ وزیر اعظم لاال بہادر شاستری نے جس بدبختی اور اسٹائل میں گفتگو کی تھی وہ لذت کی دھمکے خالی نہیں تھا آج سے زیادہ آہی گیا تو یہ توقع کرنا کہ لاال بہادر شاستری وزیر اعظم کی حیثیت میں مسلمانوں کے اتحاد پر ہمدردانہ اتفاقات فراہم کے بھولے پن کی انتہا ہو گئی۔

میں نہ لائیے کہ چھپ جانے کے بعد پڑھ کا آپ کو نہ ملنا لازماً ہماری ہی لوٹا ہی کا شرہ ہو گا۔ بھی تو یہ بیشک اس میں ہے جائے ہی دفتر کی بھول چک کا دخل ہوتا ہے، لیکن عموماً اس کا تعلق ان حادث سے ہے جو ہمارے اس پر چک میں ڈاک کے سفر کا خاصہ سمجھے گئے ہیں۔ کوئی بھی صورت ہو اطلاع ملنے پر طلبہ شمارہ بلا اتمیں دوبارہ بھیج دیا جاتا ہے۔ بلکہ سہ بارہ بھیجا جی نوادرات میں سے نہیں۔ پھر کوئی وجہ نہیں کہ آپ کی کو فت کا پارہ بر تھی سے جاتے۔

تاہم آپ کو حق شکایت پھر بھی ہے۔ یہ حق غصب کرنے والے ہم کوں۔ شکایت تو تعلق کی دلیل ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ جب تک ہم اور آپ نہ رہے ہیں باوجود شکوہ و شکایت کے آپ تھی ضرور پڑھیں گے (الاشارة اللہ) اور ہم بھی اشتاء اللہ سے چھاپنے سے باز آنے والوں میں نہیں۔ واللہ اہمستان نعم الہ ولی و نعم الوکیل۔

حالات حاضرہ

جس وقت پیشترین لکھی جا رہی ہیں ہندوستان کے بامیش اور حساس مسلمان علی گڑھ مسلم یو نیو روٹی کی شہادت پر رج و اضطراب اور فوجہ و ماقم کی تصویریں ہوئے ہیں۔ انکی طرف سے مطالبہ کیا جا رہا ہے کہ وزیر قلم مسٹر چاگلا تھیقی ہوں اور حکومت اپنا آرڈیننس واپس لے۔ یہ آرڈیننس بظاہر اصلاح حال کے نام سے جاری کیا گیا ہے لیکن اس کا سیکار سبق ایسا ہے کہ کوئی بھی صاحب بصیرت اور منصف مراجح اسے محض قتل کے سواؤ کوئی نام نہیں دے سکتا۔ قاتل کوں ہے یہ رب جانتے ہیں۔ لیکن قتل کس کی تحریک اور شہر پر ہے اسے اس کا احساس دار اک عام نہیں۔ اسی لئے غصہ اور جوش کا تمام تر ہدف مسٹر چاگلا کو بنایا جا رہا ہے۔ مسٹر چاگلا نے انداز بھی کچھ ایسا ہی اختیار کیا ہے کہ مسلمانوں کے تن بیان ہیں آگ لگ جائے۔ ان کا فرعونی لب و لہجہ ان کی پر نفاذ الامر تراشی، ان کے خروج ارتیمور، ان کی بہت دھرمی۔ لیکن اس کا شکوہ کیا جائے۔ مگر میر خیال کرنا سادہ لوحی ہو گا مسٹر چاگلا

چلکے اجلاس کر کے قرارداد میں پاس کرو۔ مذاخ ان پر ہی کے درجے کی چیز ہے۔ اسی پر تکمیر کر لینا یہ معنی رکھتے ہاں کہ ہم بھی خدا تعالیٰ کے ہم بھی خدا تعالیٰ کے پانیوں میں مصلحت ہوتی ہے بلکہ سانس وہ جس فضائیں لے رہے ہیں وہ جارحانہ قوم پرستی کے زہر سے رجی ہے جیسے ہم یہ انتظار کریں کہ باد خزان کے جھوٹے چیزوں کھلانے کے

نفاق کا ایک چھا موقعہ

یاد ہو گا۔ انھی صفات میں ہم نے ایک اسلام دشمن کتاب ”مہماجح الاسلام“ کے جواب کی اشاعت کے سلسلے میں حافظ امام الدین رامگڑھی صفات سے لئے تعاون کی اپیل کی تھی۔ ہماری اپیل گوش توہم سے ٹھنڈی تھی اور اہل خیر نے خاصاً درست تعاون میں بڑھایا۔ نیچے میں جواب کی قسط اول کتابی صورت میں آگئی ہے۔ اس پر اسی شہادتے میں بصیرہ بھی ہے۔ اب ہم پھر اس پوزیشن میں ہیں کہ تعاون کی اپیل کریں۔ اگر آپ کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے دلچسپی ہے تو اس کتاب کو زیادہ سے زیادہ خرید کر پھیلانا اس کا بہترین مصروف ہو گا۔ یہ بخوبی جلدی تکلیفی اسی قدر جلدی تکلیفی دو جھٹے بھی چھپ سکیں گے۔ آپ چاہیں تو اس کی کاپیاں مناسبت لوگوں تک بھجوانے کے لئے سوچاں نشوون کی اکھٹی رقم بھی مکتبہ تجلی کو یا براہ راست حافظہ کو بھیج سکتے ہیں۔ آپ کی طرح ادارہ تجلی بھی اسے اشاعت دینے میں کوشش کرے۔ تو قعہ ہے کہ یہ مختصر اور سادہ سی اپیل اسی خاص توجہ کی تھی سمجھی جاتے ہی جس کا تبوت پہلی اپیل کے ملسلسے میں دیا جا چکا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو خدمت دین و ملت کے لئے جانی دمی ہر طرح کی فرمائی دینے کی تو قیمت عطا فرمائے۔

ہندی اردو لغت

ہندی سیکھنے والے حضرات اس سے فائدہ اٹھائیں۔ ہندی الفاظ کا ہر ایسا اردو نزدیک۔ مجلد ساڑھے تین روپیے۔ مکتبہ تجلی۔ (دیوبندی (یوپی))

وزیر دا خلمنڈ رہ جی بھی کچھ نہیں کر سکتے۔ وہ ذاتی مشیت میں کیسے ہی او حفاف حمیدہ کے پیغمبر ہوں اور نیت بھی ان کی چالے ہے لگنا جتنا کے پانیوں میں مصلحت ہوتی ہے بلکہ سانس وہ جس فضائیں لے رہے ہیں وہ جارحانہ قوم پرستی کے زہر سے رجی ہے جسے بار جانہ قوم پرستی کا خاصہ ہے یہ کہ تمام انسانی داخلیت میں اُنکے پلٹ جاتی ہیں اور اس پیاری کام لیف ظلم کو عدل کی جگہ رکھ دیتا ہے۔

موجودہ صدور کا تکمیلی شری کامراج کا حال یہ ہے کہ جس کو دندر گر کر جس کی جیعت علماء کے ایک وفادتے ان سے درست کیا۔ ”ہندوستان میں مسلمانوں کے خلاف فسادات کی وجہ پر ہوتے رہیں گے۔ رکنیلے کے ہولناک فسادات کے بعد خیال تھا کہ شاید اب فسادات میں ہوں گے اور رکنیلے کے مسلمانوں کو سلی دیدی گئی تھی کہ مسلمان آئندہ پر امن نہیں سکے سکیں گے۔ مگر چھپر گور کھپور، گودھرا اور دہرس مقامات میں فسادات ہوتے تو مسلمان پھر آزر دہ ہو گئے کا ایسے حالات میں مسلمانوں کے اعتماد کیکس طرح سے بحال کرائیں۔ رکنیلے میں ہنر اور مسلمان شہزاد کر دیتے گئے مگر آئے اپنی کل کی تفسیر میں ایک لفظ نہیں تھا۔ اگر آپ ہی سے لوگ فسادات کو نہیں روشنی گے تو وہ کسی قیمت پر نہیں ملک سکتے۔“

تو شری کامراج نے صرف یہ جواب دیا کہ۔ ”اچھا شکر ہے۔“

ہو سکتا ہے ان کے جواب میں ایک آدھ کوئی اور لفظ بھی ہو۔ لیکن یہ بہر حال طبیہ کہ انہوں نے نہ سمجھی نوع کی غلامت ظاہر کی، نہ دلنشیزی ہی کی زحمت اٹھائی، نہ آنکھ سے لئے صریح آئشہ اسارة ہی کوئی وعدہ کیا پھر کیا جائش ریجاتی ہے اس فریب خیال میں مبتلا رہنے کی کہ ہندوستانی مسلمانوں کے یا اسے میں کاٹگریں کا بنیادی ذہن جس سنگھ اور ہمشودہ ہمابھا سے کچھ زیادہ مختلف ہے۔

کہناں بھی پڑے گا کہ حالات نازک تر ہو چکے ہیں اور ہم سانس رو کے منتظر ہیں کہ جمیعت علماء اور جماعت اسلامی جیسی بلند قامت جماعتیں اب کیا راہ اختیار کریں، بلکہ

وہ ایک "ایمان" تھے جو کہ کر رہا تھا۔ وہ ایک برق تھے جو نظر پر رہی تھی۔ وہ روح کی ایک لولہ اگیز پنج تھے۔ وہ دل کا ایک جذبہ تھے قرار تھے۔

وہ تو ایک "رقص شر" تھے جو بے چین تھا کہ ٹھاٹ پ ناریکوئیر دیوار وار جست کرے اور انہیں کا سینہ پر تاہو اپھرا سی خاک میں مل جاتے جہاں سے وہ پہلی بار ملندر ہوا تھا اور جہاں اسیک ربار سے پھر اٹھنا تھا۔!

شمس نویں عثمانی

بی مُسْكَنْ هُمْ

خدا ان کروٹ کروٹ جنت نعمیب کرے کافھوں
نے واقعی ایسا ہی کر کے اور کہہ کے دکھادیا۔ بارگاہ مولت
میں انھوں نے جن حقیقت کا ابھی ابھی اقرار کیا تھا اس کا
فلک شگاف اعلان کرنے کیلئے نکل ھٹڑے ہوتے۔ اعلان
کرنا اس وقت جان کی بازی لگادینے کے مراد تھا، مگر
انھوں نے متھی پر رکھ کر وحشت و بربریت اور کفر و شرک
کی سفاقیوں کو لکھا اور سیکڑوں جھوٹوں کے دریا ھٹڑے
پر کر پوری طمیت اور بے خوبی کے ساتھ خدا کی توحید
اور حمد کی رسالت کا ولوہ انگیز اعلان کیا۔ چپ طھی
پوری میوریوں سے اگ برسی اور شتعل بھوم کے دست تندرو
کھل کر شست ستم کی، مگر جبر و شدید کی یہ بلغار خدا کے اس آئیلے
بنیت کو پاک ہوا کر سکی۔ وہ تو جہاں سے اسے مصروف
مجروح جسم کا ڈھانچا اپنے ہی کا نہ ہوں پر اٹھا کر لا یا تھا۔

"پل صراط" نہ دیکھے ہا!

ابودر غفاری

جن کا غیور خون — غیرت حق سے گلزار اور محبت
پندگی سے سرشار خون رگوں میں چپ چاپ دوڑنے پھرنے
کے بجائے رگ دپے سے ٹمک پڑنے کا قائل تھا۔ جھوٹوں نے
اللہ کے قدموں میں سر رکھتے ہی اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ
 وسلم کے ہاتھوں یہی ہاتھ دیتے ہی یہ جھوٹ کیا تھا کہ آخرت
 اس دنیا سے کہیں نہ زادہ بڑی اور نمیتی حقیقت ہے جھوٹ
 کیا تھا کہ اب وہ دنیا کی بڑی سے بڑی تحریانیت سے آپکی یہ
 چار کمرے کے یہ نازلہ انگیز اعلان کر سکتے ہیں کہ "محمد جس خدا
 کے رسول ہیں یہ ساری کائنات اسی خدا کی ہے۔ اسی
 خدا کی غلام ہے۔"

ابودر غفاری

بے چین ہر گیا کہ وہ خود ہی راہ مولائیں کہیں لٹھ جائے۔ اب^{۱۰} دولت دنیا سے بیزار ہم کرو دلت پہن ڈھونڈ رہے تھے۔ اب انھیں اس خدا کی نلاش بے قرار کئے ہوئے تھی جس کا یقین ان کے قلب درج کے اندر جاگ اٹھا تھا۔ پھر جب اس "حقیقت منتظر" کی جان فواز آہست پا کر وہ کشاں کشاں آنحضرت کی خدمت میں باریاب ہوتے تو نگاہوں اولیں ہی میں حضور کی دلوار آنکھوں میں حقیقت کی تخلی دیکھی اور ہمیشہ ہمیشہ کئے خدا اور اس کے رسولؐ کے ہمراہ کر رہے تھے۔ خدا ہمیں جانتے دامن رسولؐ میں انھیں وہ کوئی "دولت" نظر آئی تھی کہ جس کے بعد سونے اور چاندی کو انھوں نے مٹی کے ڈھیر میں بدلا ہوا پایا اور حسرائی نظر از زندگی پر انھوں نے دولت و حکومت کا سایہ نکھڑنے پڑتے دیا۔ ان کی حضور سے اور حضور کو ان سے گردیدگی کا ایسا زبردست تعلق تھا کہ حضور نے اپنے بستر وفات پر بھی ان کو پیار دیواریا تھا اور زندگی میں اپنی محفل میں سب سے پہلے غاطب کا سترف بھی انھیں کو عطا فرماتے تھے آخری وقت میں جب وہ حضور کے بالیں پر تشریف لائے تو خوف و غم سے لرزتے ہوئے ان کے وجہ کر آنحضرت نے اپنے سینے س پھٹایا تھا۔ ہائے وہ سینہ جسے حمایت کے قدوس یعنی سلسکا شرف حاصل ہوا تھا۔

اور آہ! خدا کے آخری رسول سے یہ ان کی آخری ہماخوشی کا آنحضرت رہالت کی اس گرمی اور گرم جوشی نے ان کے سونے آنحضرت کو اس حد تک گردادا تھا کہ چھروہ بھی اس دنیا کے فانی کو گلکانے کا تصور تک نہ کر سکے۔ پھر تو یہ دنیا آخرت کے اس دور افتادہ را ہی کے لئے ایک درخت کی چھاؤں سے زیادہ کچھ نہیں جس کے نیچے بہت دور جاتے والا مسافر حضوری سی دیر کو مستانا سکتا ہے۔ یا وہ چھیڑا کر سو نہیں سکتا۔ سو بھی جائے تو قدر ضرورت۔ پھر تیرتیز اپنی راہ چل دیتا ہے۔ حضور کی زندگی میں صرف ایک بار انھوں نے کسی جگہ کی امارت کی خواہش ظاہر کی تھی اور انھیں بارگاہ رسالت سے جواب ملا تھا کہ:-

"لے ایڈر! — تم نا تو ان ہو۔ میں تمہارے لئے

اسی جگہ دوسرے ہی دن اسی اعلانِ حق کی گرج سے باطل کے تلعیز بھیانگ رہا تھا ہیا۔ کچھ کے تین سو ساٹھ بندوں کی بنیادوں میں نذر لے کر دیں لینے لگے ایک "آدمی" کے حوصلوں نے سیکڑوں "بندوں کے بڑوں و نجتوں اور غیظوں غصب کو ہے۔ میدان میں دعوت پیکار دی تھی! الجوز غفاری تھی:-

چھوٹ پست کا ایک طہیر شہری محمد کے فولادی یقین کی زبردست بارگشت تھے۔ وہ ایک "ایمان" تھے جو کہ کوئی رہا تھا۔ وہ ایک برق تھے جو تربپ رہی تھی۔ وہ روح کی ایک دلول ایک جسخ تھے۔ وہ دل کا ایک جذبہ بے قرار تھے۔ وہ ایک "رقص شرر" تھے جب چین تھا کہ گھٹاپ تاریکوں پر یو ازان و ارجمند کرے اور انہیں کا سینہ چیڑتا ہوا پھر اسی خاک میں مل جاتے جہاں سے وہ پہلی بار بلند پوچھتا اور جہاں سے اسے ایک بار پھر اٹھنا تھا۔

لیکن یہی جذبہ بے قرار۔ یہ شعلہ معاوٰۃ بھجوڑے سے ٹرے باہل پر بھیانگ رہا دیتا تھا جب اس آدمی کے رو برو ہوتا جس کا بنن اور عظیم نام "محمد" تھا تو بھراں کی والہانہ عاجزی و پسیدگی کا عالم ہی پکھا اور ہوتا۔ حق و صدائیت کتنا بڑا پیکر ہو گا وہ دیوادنی جس کی جنبش نظر پر بولڈر جیسے نظر اور بے جھگڑی انسان کی وھڑکتیں رقص کرتی تھیں۔ مختلف صحاہنہ نے آنحضرت کی "جامع کمالات" شھیعت سے اپنے اپنے ذوق و ملائیت کے بھاطیں فیوض دکمالات کی دولت سیٹھی تھی۔ لمبا بڑا غفاری کے حصے میں حضور کا محض زہہ و نفرتی آیا تھا۔ یہ زبرد فقران کے اندر اور بھراں طرح چھایا ہوا تھا کہ حضور نے ان کے زہہ و فقر کو حضرت علیؑ اہمیت کے زہہ و فقر سے مشتاب بردار دیا۔

اسلام قبول کرنے سے پہلے وہ ایک بہت ٹرے ڈاکو رہ چکے تھے۔ لیکن بھراں کے اندر بھی اندر ایک عظیم انقلاب پیدا ہونا شروع ہوا۔ ان کے دل نے گواہی دی کہ اس ساری کائنات کا خدا ایک ہی ہے۔ توحید کی یہ چنگاری ان کی راگہ میں شعلہ زدن ہوتی تھی اسکے بندوں کو لوٹنے والا

دو غلام بغل گیر سہے گئے تھے۔ ایک بار ابو مردان نے انھیں کہا کہ وہ ایک چادر باندھے ہوئے خدا کی پرستش کر رہے ہیں۔

”ابوذر!— انھوں نے نماز کے بعد ان سے پوچھا

”کیا بس ایک ہی چادر رہ گئی ہے؟“

”اگر کوئی اور ہبھتی تو تمھیں نظر نہ آتی“ حضرت ابوذر نے مسکر اکر جواب دیا۔

”لیکن ابی مردان پولے“ اس سے پہلے تو تمھارے پاس ہر کڑے تھے۔

”ضرور تھے“ حضرت ابوذر نے کہا ”مگر وہ کڑے میں نے ان کے شفتوں تک پہنچا دیئے۔“

”تم تو خود ہی ان کے شفتوں اور ضرورتمن تھے“ ابی مردان نے قدر سے حیرت سے کہا۔

یہ سنتے ہی حضرت ابوذر کے چہرے پر روحانی کرب کے آثار ظاہر ہوتے۔ ابی مردان کو خور سے دیکھا اور دل گرفتہ سی آواز میں کہا:

”خدا تمھیں معاف کرے۔ تم چاہتے ہو کہ دنیا کو طیھالیا جائے۔ تمھیں نظر نہیں آتا کہ ایک چادر میں باندھے ہوئے ہوں، دوسرا کی سمجھو دکے لئے ہے۔ تجھ بکاریں جن کا دودھ پیتا ہوں۔ تجھ چڑھیں جو بوجھ دھوتے ہیں۔ ایک خادم ہے جو کھانا پکا کر کھلا دیتا ہے۔ بتاؤ آخر اس سے زیادہ اور کیا چاہتے؟“

لیکن واقعہ یہ ہے کہ ان بکریوں کا دودھ بھی وہ خود ہی نہیں ہی لیتتھے۔ دودھ کی یہ نعمت پاتے ہی انھیں منع حقیقی کا خیال آتا تھا۔ پھر خدا کے ان بیتلوں کا خیال آتا جو ان کے آس پاس آباد تھے اور ان کا جو اپنے حصے کا راز نہیں کرنے کے لئے ان کے دستر خوان پر جہاں بن کر آتے رہتے۔ پڑوں یوں اور ہمسایوں کو دودھ سے شکم سیر کر نیکے بعد جو کچھ نجح رہتا وہ اور ان کی اہمیہ دنوں لوش جان فرا لیتے ورنہ ایسا بھی ہوتا کہ سارے دودھ اور دوں کے حصے میں چلا جاتا اور ان کے لئے صرف شکر نعمت کی مٹھائی ہمچنان تھی ان کے اور فقر و زہد کا جو غیر معمولی غلبہ تمھارے پیش نظر

وہی چیز پسند کرتا ہوں جو مجھے خود اپنے لئے پسند ہے۔“

یہ جواب سنتے ہی انھوں نے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے دنیا کی سیاحتی گرد کو دامن شوق سے جھٹکا دیا تھا۔ وہ فقر و زہد میں ڈوبتے چلے گئے تھے آخرت سے نزدیک تر اور جیتے جی دنیا سے دور تر ہوتے چلے گئے تھے۔

لیکن یہ دوری جو کبھی کبھی ”رہیا نیت“ معلوم ہوتی تھی حقیقتہ رہیا نیت نہیں تھی۔ وہ دنیا سے فرار نہیں ہوئے تھے بلکہ دنیا میں رہتے ہوئے انھوں نے دنیا کو چھوڑ دیا تھا۔ اس کا صحیح اندازہ اس ملاقات اور گفتگو سے ہوتا ہے جو ان کے زندگو فقر کے اس خاص دوڑ میں ان کے اوہ حضرت ابو موسیٰ اشتریؑ کے دریمان ہوئی۔ حضرت اشتریؓ سے ان کے گھر سے روابط تھے مگر جب وہ گورنر بناتے ہوئے کے بعد حضرت ابوذر عفاریؑ سے ملتے آئے اور وہ ”بھائی بھائی!“ لکھتے ہوئے ان کی طرف بڑھتے تو حضرت ابوذر نے ان کو دوڑ میلاتے ہوئے کہا:

”اب تم کو رونر ہو۔ میرے بھائی کہاں“

لیکن دوسرا ملاقات کے موقع پر جب حضرت ابوذر اشتریؑ پھر ان کی طرف مشتابانہ بڑھا چاہتے تو حضرت ابوذر کی مفضل نکلوٹے یہ واضح کیا کہ ان کا حقیقی مقہوم کیا تھا۔ در حقیقت وہ یہ کہنا چاہتے تھے کہ الگ دولت و حکومت نے تھماری دولت دل کو لوٹ نہیں لیا ہے تو ہم تم بھائی بھائی ہیں اور نہ ایک دولت ہند گورنر نہ اور ایک فقیر میں بھائی بھائی کا رشتہ کہاں؟“

”تم نے کوئی بڑی بلند نگ تھوڑی نہیں کر لی؟“ حضرت ابوذر نے سوال کیا تھا۔

”جی نہیں“

”زراعت تو نہیں کرتے۔ موشیوں سے لگتے تو نہیں رکھتے؟“

”نہیں نہیں“

”ہاں تو اب تم نیتاً میرے بھائی ہو۔“ حضرت ابوذر نے اخوت اسلامی کے سچے احبابی کے ساتھ کہا تھا اور خدا کے

فتنہ کا سر کھل دیا اور نماز تک کی امامت قبول ہیں کی۔
ایک جنتی غلام کے پچھے نماز پڑھی اور کہا "میرے غلبیں کا
میرے لئے یہی حکم تھا"۔ میسا جھل نصیب خداوہ انسان
جو اس دجن کے مزادار محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا "غلبیں"
کہہ سکتا تھا۔

اور کس قدر سچا ہو گا وہ انسان کامل جس کی ایسی اہانتے
اطاعت ابوذر جیسے باطل دشمن اور مشیر ہے مہنہ انسان نے
کی ہے۔

ربذہ میں ان کی یقینی ان زندگی اس دور سے تعلق
رکھتی ہے جب ایک طرف امانت کے اندر اختلافات کے
شعاع اٹھ کر فتنوں کا رنگ اختیار کرتے جا رہے تھے تو دوسری
طرف دولت دنیا کا ایک سیلا بخفا جو اُنہوں اجل اُر رکھا
وہ ان دونوں سے چاہا ہتھ تھے۔ اپنی تہائی بھی برکت سے
وہ ان دونوں آزمائشوں سے محفوظ و مامون رہے۔ مگر ان کی
بیوی کے لئے ان کی عظیم زندگی فخر کی زندگی بڑی آزمائش
صروری بن گئی تھی۔

عمران بن وطیان نے دیکھا کہ ابوذر مسجد کے گوشہ تہائی
میں سستے ہوئے اس طرح بیٹھے ہیں جیسے کوئی بڑے بھاری طوفان
سے خود کو بچانے کی کوشش کر رہا ہو۔

"ابوذر!"۔ ابن اوطان نے تعریف کے انداز میں پوچھا
"ہاں اکیلے بیٹھے کیا کر رہے ہیں؟"

حضرت ابوذر نے درد بھری نظریں اٹھاتے ہوئے جواب
دیا "میں نے اپنے آقا سے مسئلہ ہے کہ تہائی برسے ہنہشیں سے
بہتر ہے"۔

ابن اسماہ اسی دور میں ان سے ملاقات کرنے کے لئے
ربذہ پہنچنے تو دکھا کر ان کی یہی خستہ حالی کا شکار ہیں مگر ابوذر
اسی فقر میں رہت ہیں۔

"یہ عورت ہے؟" ابوذر نے اپنی بیوی کی طرف نشادہ
کرتے ہوئے پر بوز مسکرا سست کے ساتھ کہا "کہیں عراق چلا
جاوں۔ لیکن عراق جاؤں کھاؤ وہ لوگ میرے سامنے دنیا پیش
کریں گے اور یہ گران باری مجھے پل صراط پر اوندار ہے منہ گرستکی

اندیشہ تھا کہ ان کے یہ مخصوصی رجحانات کوئی خطرناک نہیں
نہ لائیں اور ان اصحاب رسول ﷺ سے سکراؤ کی ذمت نہ آ جائے
جود دین و دنیا کا بوجھ اٹھائے ہوئے زندگی کا پل صراط ط
کر رہے تھے۔ شاید اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسے ایک بار
پوچھا تھا:-

"جب تھا اسے اوپر ایسی حکمران ہوں گے جو اپنا
حصہ زیادہ لیں گے تو اس وقت تم کیا کرو گے؟"
تلوار سے کام لوں گا" حضرت ابوذر نے
عرض کیا تھا۔

"میں کو اس سے بہتر مشورہ دیتا ہوں" حضیرت
ارشاد فرمایا تھا "ایسے دور میں تم صبر کرنا۔ کرتے رہنا یا مک
ک مجھ سے اگر مل جاؤ۔"

ایک بار ابوذر صورت میں لیٹے ہوئے تھے آنحضرت
تشریف لائے اور مستقبل کے واقعات کی طرف غیبی اشارہ
کرتے ہوئے فرمایا:-

"ابوذر! جب تم اس جگہ سے نکالے جاؤ گے تو کیا
کرو گے؟"

"اپنے گھر چل جاؤں گا" انہوں نے عرض کیا "یا مسجد
بیوی میں چلا آؤں گا"

"اگر اس سے بھی نکالے گئے؟"
تو پھر تلوار سے کام لوں گا۔"

یہ جواب سکر حضیرت اپنا مقدر ہا تھا ان کے شانے پر
رکھ دیا اور تین بار ارشاد فرمایا:-

"ابوذر! خدا تھا ربی عحضرت کریے۔ تلوار میں
نکالنا، جہاں وہ نیچانا چاہیں چلے جانا۔"

اور تباہی کی طرح گواہ ہے کہ حضرت ابوذر نے ایسا ہی
کیا تھا دو رعنائی میں انہیں مشورہ دیا گیا کہ وہ ربذہ چلے جائیں
اور وہ سیدھے اٹھ کر ہاں چلے گئے تھے اور بھروسہ گوشہ
نشیخی کی زندگی اختیار کر لی تھی اور ہاں کچھ لوگوں نے ان سے
درخواست پر درخواست کی کہ وہ خلیفہ مثالث حضرت عثمان
کے خلاف اٹھیں تو تم پوری طرح ساتھ دیں گے لیکن انہوں نے

بناجا رہا تھا کہ کون کون اس چھمیں شامل ہونے سے رہ گیا ہے
تو تیکھے رہ جانے والوں میں "ابوذر غفران" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابیؓ کا
نام بھی لوگوں کی زبان پر آیا۔ لیکن کسی کو خیر نہ تھی کہ رہا ہیں ان کی
سواری شست پر گئی تھی تو اب وہ اپنا سامان کمر پر لادنے ہوتے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش پا پر چالے پڑکتے ہوئے چلے آرہے تھے
— چلے آرہے تھے مستاذوار — اپنے آپ سے بے خبر خدا اور
اس کے رسولؓ کی یادوں میں غرق۔ سراپائیاز و اطاعت۔

"وہ کوئی آرہا ہے؟" کسی کی آواز بلند ہوتی۔

"ابوذر ہوں گے" حضور نے بلا تامل فرمایا۔

"خدائی قسم ابوذر بھی ہیں" دوسروی آواز آتی۔

"ابوذر پر خدا رحم کرے" حضور کے مقدس الفاظ سے مجھے
وہ تہرا پلتے ہیں۔ تہرا ہریں گے اور۔ تہرا اٹھیں گے۔

اور وادیعی ایسا ہی ہوا۔ ابوذر نے زہد و فقر کی جو منفرد
زندگی سب رکھی اس کا آخری سانس انہوں نے ایک ویرانے
کی تہرانی ہی میں لیا جہاں ان کے اور ان کی بیوی کے سوا اور کوئی
منفعت نہ تھا۔

"اب کیا ہرگاہ" بیکی اور بے سرو سامانی کے احساس
سے ان کی الہیہ روپی تھیں۔

"کیوں۔۔۔ کیوں روتی ہو؟" جسمانی صرف اور ایمانی
خوف کی دو اقسام اواز میں حضرت ابوذر پیکارے تھے۔

"ہمارے پاس کتنے کرتے بھی کوئی پکڑا میوہ ہیں اور
آپ۔۔۔ آپ۔۔۔ اس ویرانے میں صرف آخرت کیلئے پاپ کر کے
معلوم ہوتے ہیں" آنسوؤں کے درمیان سے ان کی الہیہ نہ ہما تھا
"فکر کر کرو" جان بلب صحابیؓ نے صحابیت کی خصوصیات
ایمان افسریزیوں کے چلو میں لیوں کو جنش دی تھی۔ "ہم چند
آدمی حضورؓ سے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ حضورؓ نے فرمایا کہ تمہیں سے
ایک شخص صحرا میں جان دے گا اور اس وقت مسلمانوں کی ایک جات
وہاں پہنچ جائے گی! — میں دیکھ رہا ہوں کہ وہ سب لوگ
بستیوں میں مر چکے اور وہ صحرا میں مرنے والا شخص میں ہی ہوں۔
خدائی قسم! کہنوا لئے نے سچ کہا اور سننے والے نے سچ سننا۔

جادا اور دیکھی کو لوگ ضرور ادھر آرہے ہوں گے۔

ہے۔۔۔ نہیں میں اس گمراہی سے سیکڑا شہی رہتا چاہتا ہوں۔۔۔
خطوٹی دیر خاموشی رہی۔۔۔ پھر ابوذر نے ایک دردھسری
بات کہی۔۔۔

"میرے محبوب نے بتایا تھا کہ جنم کے پُل کے سامنے ایک پاؤ
پھر سلاپنے والا راستہ ہے اور۔۔۔ تم لوگوں کو اس پر سلسلہ نہ رکھا ہے۔۔۔"
بیت المقدس میں احتفظ بن عیش کو ایک عجیب آدمی دکھائی دیا
جس کا حال یہ تھا کہ وہ سجدے سے سرا اٹھا تھا اور پھر سجدے
میں گر جاتا تھا۔

احتفظ خاص استیاق و تجسس کے ساتھ اس آدمی کے پاس
گئے اور سلسہ لگانے کے لئے پڑھا۔۔۔

"لیا آپ بتا سکتے ہیں کہ میں نے دو رکشیں ادا کیں یا ایک
رکعت؟"

"اگر مجھے نہیں تو خدا کو تو خبر ہے" اس شخص نے محشر سے
جواب دیا۔ اس کے بعد خدا بنا ک انداز میں یہ لمبڑتے ہوئے
الفاظ اس کے ہنر ٹھوکنے تک آتے۔۔۔

"میرے دوست ابو القاسمؐ نے مجھ کو خبر دی ہے۔۔۔"
جلد پر رانہ ہو سکا۔۔۔ آواز گلو گیر ہو گئی۔

"میرے دوست ابو القاسمؐ نے مجھ کو خبر دی ہے کہ۔۔۔"
انہا بھی شبک کہہ سکے تھے کہ بھرپور سے ہنگامہ اور کوئی اخیر
یاد لگا۔ غبطہ کا بندھ طوط چکا تھا اور آنکھوں سے آنسو جاری
تھے۔ تیسری بار انہوں نے پھر بات کرنے کی کوشش کی تو دل کی
بات زبان تنک اسکی۔

"میرے دوست ابو القاسمؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو
خبر دی ہے کہ جو بنہ اللہ کو سجدہ کرتا ہے اللہ اس کا درجہ بلند
کر کے اس کی بدی کو مشائیکی لکھ دیتا ہے۔۔۔"

"آخر آپ کون ہیں؟" پھر سجدہ دریزوں کا یہ رازہاں
بھنسے کے بعد احتفظ بن عیش نے عقیدات کے ساتھ سوال کیا۔۔۔
اس کے جواب میں سادگی، بخوبی، درداوریاً دماغی میں ڈوبی ہوئی
اوڑ آتی۔۔۔

"ابوذر۔۔۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابی۔۔۔"
غزوہ تبوك کے موقع پر حب محاور پہنچنے کے بعد حضورؓ کو یہ

چاہتے ہیں۔ وہ سبکدوش رہنما جاہتے تھے تاکہ اس خوفناک ترین بخترناک تہ بن پُل کو پار کر سکیں۔ لیکن ہم ہیں کہ دنما اور اس کے بھیڑوں سے سر سے پاؤں تک لدے پھنسنے طہیک اسی "پُل" کی طرف بڑھے چلے جا رہے ہیں جو دوزخ کے بھر کئے ہوئے الاؤ کے اوپر بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے بھی زیادہ تیز ہمارا منتظر ہے۔

— اگر ہمارا زیبی عالم ہے تو کیا ہم اتنا بھی نہیں سوچ سکتے کہ ہمارا انجام کیا ہونا ہے؟ — یہ "سوچ" ایمان کام سے کم تقاضا ہے۔ اور جہاں یہ "سوچ" سک نہیں ہے تو "ایمان" کہاں۔ وہاں تو نقطہ بے جان دعوے ہیں۔ بے روغ الفاظ۔ سوچ پھر کیا ہمارے پاس یہ "سوچ" — کم ازکم یہ "سوچ"

۶۔

سوچتے — کیا ہم مسلمان ہیں؟

" حاجیوں کے قافلے اپنی اپنی راہ پر جا چکے" ایسا ہے آہ سرد بھرتے ہوئے کہا تھا" راہیں ویران ٹڑی ہیں۔ اب کہن آئے گا۔" لیکن ابوذر کے اصرار پر وہ قیلے پر چڑھیں تو دیکھا کہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کے ہمراہ چند لوگ ادھر چلے آ رہے ہیں اور حضرت ابوذرؓ کی وصیت کے مطابق ان کو سپرد گاکہ کیا گیا۔ مرتبہ مرتبہ وہ دنیا کی کریمے دامن جھکتے ہوئے گئے اور آخری وصیت کی ہے۔

"اگر ہمیں بیوی کے پاس کفن بھر کا پکڑاں کل آئے تو مجھے اسی ہیں کھنایا جائے اور تھیس قسم ہے کہ مجھے کوئی ایسا شخص کفن نہ پہناتے جس کا ادنیٰ سماجی تعقل حکومت سے ہو۔"

یہ تھے وہ لوگ جن کو یہ بات یاد تھی کہ خدا کی جنت سهلِ حصول نہیں بلکہ ایک دھاردار صراط کے اُس پارے ہے لیکن ہم ہیں وہ فالم نادان جو پل صراط کے ادھر اسی دنیا میں اپنی "جنت" لے کھانا

اعمال خوشبوئیں

گلزار سیست

عطر و حجمن

اس کی خوشبو "روح چمن" سے کچھ ہلکی ہے بعض طبائع ہلکی اور بھینی خوشبو پسند کرنی ہیں ان کیلئے خاص تحفہ۔

- ایک توڑہ۔ دس روپے۔
- چھ ماشے۔ سارٹھ پانچ روپے۔
- تین ماشے۔ تین روپے۔
- دیڑھ ماشے۔ دیڑھ روپے۔

ہنایت دلوواز اور پر کیف خوشبود و دماغ کو سرو و رہ تکین کا احساس دینے والی۔ کافی تیز اور دیر پا۔

- ایک توڑہ کا پینگ۔ پارہ روپے۔
- چھ ماشے کا پینگ۔ سارٹھ چھ روپے۔
- تین ماشے کا پینگ۔ سارٹھ تین روپے۔
- دیڑھ ماشے کا پینگ۔ دو روپے۔

کوئی سی محی ایک یادوئین شیشان طلب فرمائیکے تو مخصوصاً اکہ ہر صورتیں در طبع و در صرف ہر کا اگر صورت در بحث بھی ساٹھ ہی منگائیں تب بھی مخصوصاً اکہ یہی رہیگا۔ البتہ جو لوگ در بحث کی تین شیشان یکساں طلب نہیں کرتے ہیں اس طبق تیز اس طبق تیز تباہی میں تو اس خرج معاف رہیگا۔

● مدد، جگہ اور آن توکی خرابیوں میں ہنایت مقدم۔ مدد یا آن توکی درد، بدضی، نفع، تجیر، مردو، جس ریاح، قبض چاہیے وہ تھی ہو یاد ائمہ۔ ان سچ جاتوئین نفع بخش۔ در دسرا در دار ان سر در دار ان سر صین النفس ہیں بھی نافع ہے دیر تک پیٹھ کر کا کمر موالوں کو معدہ اور جگہ وغیرہ کی جو شکایات بدرا ہو جاتی ہیں ان سر کاصل ج۔ خوار کا صرف اکیسا رتی۔ کھانا کھانیکے بعد دعفنی نرکیبا سعمال ساخت بھیجی جائیں۔ ۲۱ دن کے کورس کی قیمت تین روپے داک خرچ ڈیڑھ

سرماق دمداد

منجانب سید نعمت اللہ (پاکستان) حال مقیم چھپل گورہ

میں ہدایت سے کیوں تو بکاری

ان علامات سے ایک علمت بھی نہیں نظر آئی۔ اس پیغام سے میری تحقیق کو متزل مقصود پر پہنچا دیا۔ پیغام میں کتابوں کا والد دیا گیا تھا۔ ان کتابوں کا مطالعہ کیا لیکن یہ چار صفحی کا پیغام ہی بجا تھے خود کافی تھا جس میں آئے والے ہدایت کے متعلق جمواد جمع کیا گیا تھا وہ میری آنکھیں کھول دیتے والا تھا۔ چونکہ اپنے فرقے کی کتابوں پر کافی عبور ہے۔ لیکن بجا تشقی ہونے کے نفرت ہونے لگی۔ کیونکہ وہ سرسے سے ہی غلط ثابت ہوتیں۔ درستے یہ کہ میں نے اپنے ہندہب کی کتابوں میں نہ صرف تفہاد پایا بلکہ عمل تحریف اور ایجاد و افتراء بہ نشوون دیکھا۔ جبکہ انہاں پسند اخیں اندھی عقدت کی عنیک اُتائنا کر رکھے گا اس پر اسی واضح ہیجاتے تھا کہ ہمارے ہندہب کی کتابوں نے اپنی سابقہ کتب میں اور حالیہ کتب میں زمین و آسمان کا فرق کر دیا ہے۔ بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ جیسے جیسے زمانہ گزرا گیا مسائل ڈھالتے گئے۔ ہماری کتابوں میں زیادہ تر اخنی احادیث کو لیا گیا ہے جن میں اطاعت ہدایت پر زور دیا گیا ہے۔ حالانکہ اصل فصلہ طائب مسئلہ یہ ہے کہ کیا سید محمد صاحب جو پوری ہی ہدایت ہیں جن کے آئینی بشارت احادیث میں مرقوم ہے؟ میری تحقیق ملاحظہ فرمائی کہ کسی بھاری قدیم و جدید کتب کا منترن بھی ملاحظہ فرمائی کہ اس طرح زمانے کے ساتھ ساتھ عیسائیوں کی انجیل کی طرح ہمکے علماء نے جدید کتب میں رد و بدل کیا۔ مثلاً ہمارے مسلک کی مائیہ ناز کتاب مطلع الولادیت میں لکھا ہے کہ جون پوریں سید خاں نامی رہتے تھے جن کے دو فرزند سید اہمود۔ پہلے

محترم اٹیڈیٹر صاحب تھا۔ السلام علیکم۔ سید محمد صاحب جو پوری کے قتل سے جماعت ہدایت پر ہے سے آپ کی مرہلہت نظر سے گزری ہبہ بانی فرما کر میرا یہ خط شائع فرمائے۔ ملکوں فرائیے ہم مسلم حضرات راہ مداریت پا جائیں اور ان میں خود فکر کا شعور پیدا ہو جائے۔ آخر میں نے کیوں نے ہدایت سے تو بکاری۔ مختصر اعرض ہے کہ میں خاندی جہادی ہوں، لیکن میں طالب علمی کے زمانہ سے ہی اس تحقیق میں تھا کہ فی الحقيقة کو شاذ ہب عقل و فہم کی روشنی میں حق ہے۔ میر نے اپنی تحقیق میں مذہب اسلام کو حق و صداقت پر مایا۔ اسکے بعد اس تحقیق میں کافی عرصہ گزار دیا کہ اسلام کے مختلف فروعوں میں حق فرقہ کو نہیں ہے۔ اسی اشام میں تھے کوئی ایک چار صفحہ کا پیغام میں جو شیر ایاد میں قادیانیوں کے جلسہ میں خود شوکت علی صاحب تفہیم فرار ہے تھے جس کی سرخی تھی "کیا علام احمد صاحب قیامی ہدایت موعود ہے؟" یہ شوکت علی صاحب کا لکھا ہوا تھا۔ بظاہر پیغام تو علام احمد صاحب کے خلاف تھا۔ لیکن اس نزاکت سے ضمون ترتیب دیا گیا تھا کہ ایک طرف فلام احمد صاحب دیا تھے کے خلاف تھا تو دوسری طرف سید محمد صاحب جو پوری کی بھی تردید تھی۔ ایک ہی وار میں ہدایت کے دو یوں دعویداروں کو کاٹ دیا گیا تھا۔ آخری صفحہ پر آئے دلے ہدایت کی علامات مطابق حدیث محدث حوالجات لکھ کر یہ ثابت کیا گیا تھا کہ یہ علامات فلام احمد قادیانی میں نہیں ہیں۔ میں نے ان علامات کو جو مطابق حدیث ہیں تدبیح احادیث سے مقابلہ کر کے صحیح تو پایا لیکن سید محمد صاحب جو پوری میں

ہے جس کے حضور دو مصطفیٰ یے پیر تحریر فرماتے ہیں اور حضرت
حمدی جنپوری کی ماں کا نام آمنہ اور باپ کا نام عبد اللہ
ہے۔ حدیث صحیح میں ذکر کیا گیا ہے کہ حمدی کے ماں باپ
کا نام یعنی پروگا۔ لیکن سید محمد صاحب جنپوری کی ماں
کا نام اور باپ کا نام حدیث کے مطابق ہوتا ہمارے
سلک میں تھی کتاب میں نہیں پایا جاتا۔ نہ معلوم ہے (العلو)
نے بلا دلیل کیسے لکھ دیا۔ اس شے ہی ثابت ہوتا ہے کہ
علامہ شمسی صاحب نے اپنے سلک میں کتابوں کے خلاف
حالات حاضر کا ساختہ دینے اور سید محمد صاحب جنپوری
کو حمدی موجود ثابت کرنے کے لئے حدیث کے مطابق ماں
اور باپ کا نام پیدا ریا۔ اب مثل آئندہ کی طرح سامنے آگاہ
کہ سید محمد صاحب جنپوری کی ماں کا نام آمنہ نہیں
بلکہ آخر ملک باپ کا نام عبد اللہ نہیں بلکہ سید خاں تھا جو
سید نہیں بلکہ پچان تھے۔ میر امیر اپنی تحقیق درطبین ہوا
اور سکون حسوس کیا اور ہمہ دست سے نویں کی۔ کلمہ تو جید
پڑھ کر سلطان ہوا اور اپنے سابقہ نام کو ترک کرتے ہوئے
سید نعمت اللہ نام منتخب کیا تقطیع دالسلام۔

غزند کا نام احمد رکھا گیا اور دوسرے کا نام تجد رکھا گیا۔
ان کی والدہ کا نام ابی بن آغالک بیشیرہ ملک اقوم الملک تھا
احادیث کے مطابق آنے والے حمدی کی ماں کا نام آمنہ اور
باپ کا نام عبد اللہ اور غاذان سید ہوتا چاہیے تھا۔ اس کے
برخلاف محمد صاحب جنپوری پچان تھے جیسا کہ اتنے والد
کے نام سے ظاہر ہے سید خاں۔ زاد کی ماں آمنہ تھیں نہ
باپ عبد اللہ نہ سید خاذان سے تھے۔ ہمارے سلک کی
مشہور کتاب "الصفات نام" کے پہلے باب میں لکھا ہے کہ
حمدی (جنپوری) سے جب لوگوں نے یہ سوال کیا کہ حدیث
میں آیا ہے کہ اس کا نام میر انام اور اس کے باپ کا نام میر
باپ کا نام ہو چکا اور تھا رے باپ کا نام سید خاں ہے تب ان
بزرگ نے جواب دیا کہ کیا خدا کے تعالیٰ اس بات پر قادر
نہیں ہے کہ سید خاں کے بیٹے کو حمدی کر دے اور بعضوں کو
یوں جواب دیا کہ خدا سے کوئی کہ سید خاں کے بیٹے کو کیوں حمدی
کیا اور یہ بھی لکھا ہے کہ ملا معین کی طرف سے دو مالموں نے
اٹکر پوچھا کہ تمہارے باپ کا کیا نام ہے۔ علماء نے کہا پیغمبر صلی اللہ علیہ
وسلم کا نام محمد بن عبد اللہ تھا اور احادیث کی رو سے حمدی
کا نام بھی محمد بن عبد اللہ ہو گا۔ ان بزرگ نے جواب دیا کہ خدا
کے ساختہ جنک کرو سید خاں کے بیٹے کو کیوں حمدی بنا یا۔

اسی طرح سید محمد صاحب جنپوری کا نسب بھی از سرتاپا
غلط ہے کوئی نہ سید نعمت اللہ نامی کوئی اولاد ہو سی کاظم کی نہیں
مولیے کاظم کے شجرہ میں سید نعمت نام کا کوئی لٹکا نہیں ہے
سید محمد صاحب جنپوری حدیث بیوی کے مطابق حمدی
نہیں ہو سکتے کیونکہ ہمارے ملک کی ماہی ناز کتب جن پر
ہمارے مذہب کا دار و مدار ہے مطلع الولایت اور انصاف
تمہرے سے ثابت ہو اکہ سید محمد جنپوری کا دعوہ حمدیت
غلط ہے۔ یہ تھیں ہمارے مذہب کی قدمی نایاب کتب
اب جدید کتب ملاحظہ فرمائیں جن میں سے مثال کے طور
پر صرف ایک مشہور کتاب العقائد حضرت علامہ
بحر العلوم امترف العلماء سید امترف شمشی کی لکھی ہوئی

حضرت امیر معاویہ کی سیاسی زندگی

اصحابی رسول
حضرت امیر معاویہ کے حالات پر ایک محققانہ کتاب جو
اپنے شاستر لب و لہجہ مستند معلومات اور مضبوط دلائل و
شوادر کے اعتبار سے اپنے موضوع پر بے مثال کمی جا سکتی ہے۔
قیمت مجلد دش روپے

حسن حسن شب و روز کے تمام محتواں اور زندگی کے ہر
مشہور تجویہ۔ عربی مع اور ترجمہ۔ قیمت دس روپے۔

حسن حسن شب و روز کے تمام محتواں اور زندگی کے ہر
مشہور تجویہ۔ عربی مع اور ترجمہ۔ قیمت دس روپے۔
بے مثال زندگی لیکن حاصل سیرت حمدی اسلوب میں
حافظ امام الدین رامگری کے شلفتہ اور روان قلم سے۔ ۲۵۰
مکتبہ تجلی۔ (یوبنڈا (یوجپی))

مشتمل نمونہ از خروارے ”بیجڑا نہ دکھانے کی سیرزا“

تریسیٹھہ تھہراڑ روچیہ اور زمین ضبط کر لیں گئی!

۱۹ دن میں پانچ منزلہ عمارت تعمیر کرنے کا حکم

ڈاکٹر ستیہ وادی سابق ایم پی

حال میں ہی ایک بوال کا جواب دیتے ہوئے ہائیکورٹ
کے لوگ سمجھا کو بتایا تھا کہ ۲۰ مہینوں کی اس میعاد میں وہ
وہ صیحت شامل ہے جو عمارت کا نقشہ منظور کرانے میں ہر فہر
ہوتا ہے اگر نقشہ منظور کرنے میں ہی ۲۰ سال یا اس سے زیاد
لگ جائیں جو پلاٹ ہولڈر کے اختیار سے باہر اور حکومت
کے حکم کی ذمہ داری ہے تو بھی پسہ داری کا قصور تسلیم کیا
جائیگا۔ اور اس کی زمین ضبط کر لی جائے گی زمین کے علاوہ وہ
روپیہ بھی ضبط کریا جائیگا جو پسہ دار نے پریمیم کے طور پر منجع
کرایا ہے۔ پھر اگر نقشہ بھی پاس ہو جائے اور سوک پیلانی
وائے سنت و غیرہ عمارت سامان میں دیں۔ تو بھی پلاٹ ہولڈر
ہی قصور دار ہے جیسا کہ پیچھے سال دہلی کے غیر تعمیر شدہ بیس
ہزار پلاٹوں کے پسہ داروں کو کہا گیا تھا کہ مارچ ۱۹۶۵ء تک
مکانات تعمیر کئے تو پلاٹ ضبط کرنے جائیں گے اور جو نک
ایک سال کی اس مہلت میں بھی وہ لوگ مکان تعمیر کر سکتے تو
اجمالیہ نگ نیوز (۳۰ مارچ) کی ایک خرکے مطابق پسہ داروں کو
۱۳ مریٰ ۶۲۵ ملک آخوندی مہلت اور دی گئی۔

آپ یقین کریں یا نہ کریں لیکن یہ ایک واقعہ ہے کہ ۱۹ دن کے
اندر ایک بارے منزلہ عمارت تعمیر کر سکتے کا وجد ہے حکومت
نے ایک شخص کا تریسیٹھہ تھہراڑ ۴۳۵ روپیہ اور وہ قلمرو اپنی
ضبط کر دیا۔ جو ایک عمارت تعمیر کرنے کے لئے پڑا پڑا گیا تھا۔
تاریخ اور خود موجودہ حکومت کے ریکارڈ پر اپنی قسم کا
یہ واحد اتفاق ہے جس میں کسی شخص کو اتنی بڑی عمارت بنانے
کرنے کے عرف ۱۹ دن کی مہلت دی گئی۔ اور حکم عدالت پر اتنا
سخت سزادی گئی ہو۔

اگلے دو سو سال کو ۱۹ دن کی مہلت دیں حکم اتنا می کے لئے
ایک درخواست پیش ہونے پر یہ کہانی سنی گئی۔ عدالت نے
درخواست نامنظور کر دی۔

اس واقعہ کا تعلق دہلی میں مکانات کی تعمیر کے لئے پلاٹوں
کی تقسیم اور ہندسے کارکی ہائیکورٹ میڈیا سے ہے جو
اس شرط پر پلاٹ پسہ دیتی ہے کہ ۲۰ مہینوں کے اندر عمارت
تیک کر لی جائے گا اور ایک لروکا کوارٹر ہو یا ۵ منزلہ کی
کوئی بڑی عمارت۔

جب بھا اعداد و شد سامنے آئیں گے اور سارے گول مال سے پہداہا تھیں گا تو لوگ اندر چیزیں دیکھ کر دنگ رہ جائیں گے۔

بہر حال مول سپالاں والوں کی مہربانی سے بینیت ہزار پلاٹ ہولڈر تو ضبطی کی لند چھری سے ذبح ہونے سے بال بال بخ کئے تھے لیکن جو سڑاں دیے گئے اسی چھری سے اب سے پہلے ذبح ہو چکے ہیں اور جن کی لا شوں پر نئی عمارتیں بننے کی تیاریاں ہو رہی ہیں ان کی وجہ ناگ کہانی سے شاید کمی پرداہ نہ ممکنا۔ اگر حکم اتنا ہی کی نہ کوئے بالا درخواست بائی کو دیتے ہیں پھر نہ ہوتی۔ جن مقامات کا ذکر کرتا ہے اسکے عجیب و غریب اور دردناک کہانی پر قین نہیں آتا۔ مگر شرکی ہمہ چند کھنڈ کی وزارت اور کانگریس کی حکومت میں یہ سب ممکن ہے۔

یہ مختار دڑک پریس کا لوٹ کے ایک پلاٹ کی کہانی ہے جس کے بد مقتضت پڑھ دار کو ایک مرتبہ بھی دو سال کی پوری تہمت پیشی دی گئی اور لا کھوں روپے کے پلاٹ کے علامہ تریسٹ ہزار روپیہ پر میکم کا بھی ضبط کر دیا گیا۔ یہ رد پیغام رسیدہ کی طاہرا ہے جو زمین کے کرایہ تاوان اور پہنچ نامہ کی جھیڑی وغیرہ پر خرچ کیا گیا ہے۔ پوری کہانی جو دھاندی، لعنصب اور بے انسانی کی گہائی ہے اس طرح ہے۔

پریس کا لوٹی مختار دڑک کے اس پلاٹ کو پڑھ پڑیئے کا موہا بدہ ۲۹ اپریل ۱۹۵۰ء کو عملی میں آیا۔ ۳۰ جولائی ۱۹۵۰ء کو اس موہا بدہ کی رجسٹری ہوئی ہونا یہ چاہئے تھا کہ مکان بنانے کی مدت دو سال رجسٹری کی تاریخ سے شمار ہوتی لیکن یہ میعاد ایک سال پہلے ہی یعنی ۲۷ جولائی ۱۹۵۰ء کو شروع ہو چکی تھی۔ گویا جس روڈ پلاٹ پڑھ دار کا تاوی حق قائم ہوا۔ پلاٹ رائیک ۵ متر کے عمارت کی تحریر کے پلاٹ ہولڈر کے پاس علاحدہ ایک سال باقی تھا۔ شرط یہ تھی کہ ۲۰ جولائی ۱۹۵۱ء سے چھ ماہ کے اندر عمارت کا نقشہ منظور کر دیا جائے حالانکہ نقشہ منظور کرانا متعلقہ محکمہ کے اختیار ہیں ہے ذکر پلاٹ ہولڈر کی مرضی پر۔

اور ہوایہ کہ عمارت کا جب نقشہ بنانے کے لئے موقع کی

بھر پیدا ہے کہ جب پلاٹ ہولڈر کی بھرپور سپلائی داؤں کے بیان پختی کی صیغہ دیا جائے تو اسی احصار کی ومارچ کی پیشہ کے مطابق تحریر کو پورا کرنے میں ہی ۱۰ ماہ لگیں گے۔ آخر ۹ ور بار پچے کو راجہ سیحہ میں ہم منشیر نے ایک سوال کے جواب میں بتایا کہ حکومت نے دہلی ایڈ شرطیشن کو حکم دیا ہے کہ وہ ان بیس ہزار پلاٹ ہولڈر دیں کے معاملہ میں میعاد کی شرط کو لاغو دکریں۔

وہ سال کی اس شرط کے ناتک فی ہونے کا اعتراض خود پڑھنے کے لئے سچا میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے کر دیا۔ ان کے جواب میں ایک اور صحیدی اور تقابل افسوس صورت حال کا انتکاش بھی اچانک ہی ہو گیا۔ انہوں نے کہا کہ پڑھنے کی شرطیں پچاس سال پہلے مقرر کی گئی تھیں۔ اور مو جودہ حکومت بھی انکھے بند کئے اسی راہ پر حلیتی رہی ہے اور حالات کی تبدیلی کی وجہ سے میں کسی کو اس میں تبدیل کرنے کا خیال ہیں آیا۔ اور ہزاروں لوگ میعاد کی اس شرط کی لند چھری سے ذبح ہوتے رہے محکمہ کے اہل کا رون کو اس شرط میں کرپن کا اچھا موقع مل گیا۔ شری گجرال کے سوال اٹھانے پر ہم شرط نے یہ تو کر دیا کہ بیس ہزار فیکٹری تھریشہ پلاٹوں کو ضبط ہوئے سے پچالیہ لیکن کچھ میروں نے لوک سچا میں سوال کیا ہے کہ جب میعاد شرط کو خود متعلقہ ذریعے ناتک فی ہونے کا فی اور پچاس سال پرانی اسلام کیا ہے جب نکٹھوں تھے نہ پرمٹ۔ تو جن غریبوں کے پلاٹ اور رد پیغام رسیدہ اس پڑھ پڑھنے کے لئے ہیں کہ دہ میعاد کے اندر مکان نہ بنا سکے ان کیسیوں پر اس سرفو قور کر کے پلاٹ اور ضبط شدہ رد پیغام اپس کر دیں۔ لیکن پہنچنے والے سنگ و زیر اس کا کیا جواب دیتے ہیں۔ یہ بیس ہزار پلاٹ لتناد میں پہلے لاث کئے گئے تھے پتہ ہیں۔ لیکن یہ تو ظاہر ہے کہ ان کے پہلے سال پورے بارہہ مہینہ کی مہلت دی گئی تھی۔ پھر اس دارچینی میں دو مہینے اور پڑھاد تھے بالآخر میعاد کی شرعا ہی ختم کر دی گئی۔ اور دو سال کی شرط کے ناتک میں عمل ہونے کو تسلیم کر دیا گی۔ اسی سلسلہ کے ایک دو سوالات میں لوک سچا کچھ میروں نے اعداد و شمار بھی پوچھے تھے اسی اکاں تو وزیر صاحب نے یہ کہکش مو تدبیجا یا ہے کہ اعداد و شمار جمع کئے جار ہے ہیں۔ لیکن

کا جھوٹا پانی شیر کی طرف نہیں جا سکتا فرض ایک گستاخانہ
جرادت ہے فرار دی گئی۔

چنانچہ فریب پلاٹ ہولڈر نے ۱۹ ادن کی تو سیعی کا
خط فتنے ہی حکومت سے انتخاب کی ۱۹ ادن میں اتنی بڑی بحارت
باتا تا اس کے بیں میں نہیں ہے مزید اور مناسب بہلت دی
جائے۔ فاضل چیف لٹشنر نے اس درخواست پر "تفصیل
کے ساتھ غور کرنے کے بعد" سے "رام پ ۱۹۵۴ء کو کمکدیا کہ
امنون نے یہ درخواست نامنظور کر دی ہے نیز پلاٹ
ار پر بیکم کا ۷۵۷۲۸ روپیہ بیدردی اور سلگدل کے
سامنہ ضبط کریا۔ اس کے بعد کرایہ لینے سے بھی انکار کر دیا گیا
لطف یہ کہ ۱۹ ادن کی بہلت دینے میں چرہ ہیسے لگ

گئے تھیں ضبطی کا معاملہ صرف تین مہینے میں ملے کر دیا گیا
اور اگلے تین ماہ میں اپیل بھی رکر دی گئی۔

بات پہنچت نہرو کے کان تک ہنسنے والی حکومت
کے امن کار نامہ پر دگر دگر کئے اور شرمنہ بھی ہوئے
ان کے دخل دینے پر تقویماً اڑھائی سال بندی ۱۹۵۴ء
تک بدراڑھائی ہزار تا خیزی تا دان لیکر دبارہ ایک سال کی
بہلت دی گئی۔ ریکارڈ پر ایسی مشاہیں موجود ہیں کہ ۱۹۵۷ء
اور ۱۹۵۲ء کے میں الٹ کی ہوئی زینتوں پر اب غارثیں بنائی
جاتی ہیں۔ مگر ان کے خلاف اتنا سخت تدم نہیں ؟ تھا یا کیا۔

لیکن جس طرح پہلی مرتبہ نشاندہی ضبط کی گئی تھی، اس
مرتبہ تو سیعی معیاد کے خط میں پلاٹ کا نیز ضبط کا مدد کیا گیا اور
پلاٹ ہولڈر کو یہ غلطی درست کرنے میں ہی کئی ماہ لگ گئے
لنقشہ کی ازسر تو منظوری کا مرحلہ پھر سائنس تھا۔ اس راستے
میں مختلف رکادیں پیدا ہوتی رہیں اور سال کی بہدت بھی
مکن گئی۔ حکم تو جسے انتظام ہی میں لئا۔ اس سے ۱۹۵۹ء کو
میعاد ختم ہوئی اور یہم اگست ۱۹۶۰ء کو دبارہ اور قطعی طور پر
ضبطی عمل میں آگئی۔ قبضہ چھڑانے رہے (دھل) کے لئے بھی
ثانوی طریقہ اختدار کرنے کی ضرورت نہ بھی گئی۔

معاہدہ کی ایک دفعہ کے ماختب ضبطی کا حکم دینے کی
پہلی چیف لٹشنر کے لئے لازم تھا کہ وہ پلاٹ ہولڈر کو

بیانش کی جا لے لگی تو معلوم ہوا کہ حکمکہ دا لوں نے پلاٹ کی صبح
نشان دی ہی نہیں کی۔ اور اس غلطی کو درست کرنے میں ڈیڑھ
سال گل گیا۔ آخری طور پر اکتوبر ۱۹۵۹ء میں پلاٹ کی صبح
نشان دہی کر کے قبضہ دیا گیا۔

اس کے بعد نقشہ کی منظوری کا مرحلہ تھا۔ تیزی نقشہ
اپنی مختلف درودیں کی ٹھوکریں کھارہ تھا کہ جلوسی ۱۹۵۴ء
میں پلاٹ ہولڈر کو ضبطی کا نوش دیدیا گیا۔ یہ نوش اسے
نہیں ملا تو ہر اکتوبر ۱۹۵۹ء کو اس کی نقش حاصل ہوئی۔ ایک
ہفتہ کے اندر ہی حکومت کو جواب دیدیا گیا اور ساری صورت
حال بیان کر دی گئی۔ اس جواب پر پورے چودہ ماہ غور
ہوتا رہا۔

دوسری جانب عمارت کے نقشہ کی منظوری کا معاملہ
چل رہا تھا۔ جیکو ۱۹ جنوری ۱۹۵۴ء کو چیف لٹشنر نے اس نئی
نامنظور کر دیا کہ اس پر حکومت کی منظوری حاصل نہیں ہوئی
تھی۔ قابل ذکر بات یہ ہے کہ رضا مندی بھی اسی حکم کو
ملے تھی۔ جس نے پلاٹ دیا تھا۔ ایک طرف نقشہ تا منظور ہو چکا
خاتم پورے چودہ ماہ کے غرہ کے بعد کمال ہبہ یا تی اور
دریا دل کا ثبوت دیتے ہوئے ۱۶ دسمبر ۱۹۵۴ء کو
۱۹۵۷ء کے نوش کو واپس لینے کی اطلاع دیتے ہوئے
۱۹ ادن کی مزید بہلت دیزی گئی اور حکم دیا گیا کہ اس دیسمبر ۱۹۵۴ء
تک ۵ ہنڑ عمارت کی تحریر مکمل کر لی جائے۔ ان ہی ۱۹ ادنوں
کے اندر نقشہ کی منظوری اور تحریر کے سامان کا پرست حاصل
کرنا بھی شامل تھا۔ ظاہر ہے کہ مٹی کا بنا ہوا ایک انسان
جس کے قیضہ میں نہ کوئی ہن بہے نہ جادو، ۱۹ ادن میں یہ تمام
مزیلیں جو گذشتہ چار سال میں ملے نہ ہو سکیں ملے کر کے
پائچ مہنگی عمارت تحریر کر سکتا تھا۔

نہ صرف دہ بلکہ خود شری مہر چند کفتہ و زیر تغیرات
پوری حکومت کے اختیارات اور وسائل رکھنے کے باوجود
یہ چیز کا رہنیں دکھ سکتے تھے۔ لیکن روایتی شیر جو بکری کے
معصوم بیچ کو مکانے پر تلاپو اتحا اسکے یہ سیدھی سادی
دلیل کہ وہ ندی کے بہادری کی جا تسبیب پانی پر رہا تھا اور اس

دو سال کی میعاد داں شرط کے علاوہ پلاٹوں کی تقسیم کی
اس بیان سال پرانی اسکیم میں اور بھی متعدد ائمی خامیاں ہیں
جن کی وجہ سے ہزاروں غریب برپا ہو چکے ہیں اور ہر ہے ہیں
اوڈ سنگ وزیر نے کہا تھا کہ پلاٹوں کی ضمحلہ کافی مدد ہے
سکیں کو دیکھ کر کیا جاتا ہے۔ لیکن سچائی ہے کہ دیگر
غیرہ دیکھ کر فیصلے کئے جاتے ہیں۔ ورنہ کیا سبب ہے کہ ایک
غریب ریفیوچی کا پلاٹ ضبط کر کے دوبارہ الٹ کرنے کے لئے
اسے پرانی شانط پر ہیں بلکہ اسکیت کی قیمت پر پلاٹ دیتے
کہ پیش کش کی گئی ہے اور ضبط شدہ پلاٹوں کی ضمحلہ میں یہاں سی
ہے کہ مارکیٹ کی قیمت لی جاتے۔ لیکن اور پر کے معاملہ میں گونئی
پارٹیوں کو اس پالیسی کے ماخت مارکیٹ کی قیمت پر پلاٹ
ر نے کا حکم ہوا تھا۔ اس طرح ان کو کئی لاکھ روپیہ ادا کرتا
پہنچتا تھا۔ لیکن شاید کسی وجہ سے ان کی رعایت مطلوب تھی
اس نے پالیسی اور پہلے حکم ترک کر کے دھاپٹک آسان
ثراء لہ پر دیا جا دیا ہے۔ (”بیباک“ سہار پور)

كتاب الصلاوة

ماز پر جھوٹی طبری ہوت کتاب ہیں لیکن حضرت مولانا
محمد عبدالشکور فاروقی تحریکی یہ ”كتاب“ اپنا جواب نہیں لکھتی۔
اس میں صرف مسائل ہی نہیں ہیں بلکہ نماز سے متعلق جملہ امور
کی آیات و احادیث اور واقعات و قصص کا بھی مختصر نہ
تذکرہ ہے۔ مستند و قیج اور دلچسپ۔ ڈھانی روپے۔

پیغم وطن کا آزاد نمبر

مولانا ابوالكلام آزاد کی رنگارنگ شخصیت پر
دلچسپ مواد۔ ان کے نظریات۔ ان کے ادب اور
ان کی دیگر خصوصیات پر لوع یہ نوع مقالے۔

قیمت تین روپے

مکتبہ تخلی - دیوبند (یونی)

واضحوں اور مصالحت کا مو قود تیا۔ لیکن آخی ضمحلہ سے
چہلے یہ موقع بھی نہیں دیا گیا۔ بلکہ خود پلاٹ ہولڈرنے جب بار
باز مجاہد کی تعقیل کرتے اور تاداں ادا کرنے کی پیش کش کی تو
محکم خاموش بیٹھا رہا۔ اور اس کی یہ پیش کش آخر کی مرتبہ رد
کردینے کی اطلاع اس وقت دی گئی جب ضبط شدہ پلاٹ دوسرے
دوسریں کو دینے کا فیصلہ کر دیا گیا۔

ایک سے تراویدہ مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں جن میں پلاٹ ضمحلہ
ہونے کا فیصلہ سکتے ہوئے دلت ہو چکی ہے لیکن وہ پلاٹ
دوسریں کو نہیں دیتے گئے۔

ایک طرف بیس پلاٹ ہولڈر ہیں جن کو مہلت پڑھلت
وی جلد ہی ہے اور سندھ مہینہ کی آخری مہلت کے بعد میعاد
کی شرط ہی مغلظ کر دی گئی۔ دوسرا جانب یہ دردناک مشاہ
ہے۔

پلاٹ کی ضمحلہ کے بعد عام طور پر مہولی تاداں لے کر
مصالحت ہو جاتی ہے جنہی ایسے کسی بھی شاید ہوں جن میں
مصالحت نہیں ہو سکی۔ لیکن ایسا کسی جس میں ۱۹۴۳ء کی
مہلت دی گئی ہو اور تاریخی ہزار ۰۰۰ روپے کی خطر
رقم ضبط کر لی گئی ہو پہلے کا لونی کا یہ پہلا واحد ہیں ہے۔

اسی کا لونی میں پلاٹ نمبر ۶ کا معاملہ بالکل اسی قسم کا ہے
لیکن اس میں ویسی مہولی تاداں لے کر معاملہ طے کر دیا گیا۔ وہ پلاٹ
ضمحلہ ہوا تر دیا گی۔

دو لوگوں معاملات میں فرق ہر فرور ہے کہ ایک سیکٹ پلاٹ ہولڈر
کلوب سنگ ایڈنسنٹ ہیں اور موجودہ کسی میں پلاٹ ہو ڈر
ہد قسم سے اقیانی فرقہ کا ایک دہلیان فر ہے اور پوری
پریس کا لونی میں یہی واحد پلاٹ تھا جو اقیانی فرقہ کے کسی فرد کو
الات کیا گیا تھا۔

اور ایسی بد قسمی کا یہ تہنا کہیں ہے جن میں پلاٹ کی ضمحلہ کے
علاوہ میعاد کے اندر عمارت نہ تھی کی اتنی شدید مسرا دی
گئی ہوں اور اتنی بڑی رقم ضبط کی گئی ہو، کسی بھی حکومت کے
مانتہ پر اور اس کے انصاف و رجاداری اور سیکو نرم کے
وامن پر اس سے بڑا داع اور شر مندگی کا سبب نہیں ہو سکتا۔

مستقل عنوان

بچلی کی طاہری

فرمائیں گے۔ شاید کہ جناب کے جواب کو پڑھ کر بہت مسلمان سادھر جائیں۔

الجواب:-

ہمارا خیال ہے جن قادری صاحبؐ کے الفاظ نقل کرنے میں آپ سچوک ہوئی ہے یا پھر قادری صاحبؐ ہی اپنا مانی تفسیر بیان کرنے کے لئے صحیح الفاظ نہیں چن سکتے ہیں، انکا مطلب ہماری دلست میں یہ ہو گا کہ اللہ تعالیٰ کی عظیم قدرت اور حملہ صفات جلیل کا علم ہمیں حضورؐ ہی کے ذریعہ حاصل ہوا ہے۔ اسی مطلب کے اخواز میں وہ یہ حملہ کہہ گئے کہ ”خدا کو جو طریقہ ملائے وہ بھی حضورؐ ہی کی وجہ سے ملائے ہے۔“

اگر ہمارا اندازہ درست ہے تو صرف یہ کہا سکتا ہے کہ الفاظ صریح کا فرازہ ہیں البتہ مفہوم درست ہے۔ لیکن اگر ہمارا اندازہ درست نہیں اور قادری حسب نہ مفہوم بھی ہیں میں ہے جو الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے تو ان کے خارج از اسلام ہو جاتے ہیں کوئی شبہ نہیں رہ جاتا۔ ایسی بات وہی شخص کہہ سکتا ہے جسے ملکوم یا ہو گیا ہو یا جس کے دماغ گوسی شیطان یا شریر جن نے اپنی سمجھی میں لے لیا ہو اگر اسلامی نظام عدل راجح ہونا تو ایسے شخص کو تو یہ پرجھوڑ کیا جانا اور تو ہر نہ کرتا تو اندازہ اگری تعدادی جاتی۔

دوسری بات کے متعلق یقین ہے کہ انہوں نے ضرور کہی ہو گی۔ یہ بات عرصہ دراز سے اُن لوگوں کی زبانیں پر ہے جو اہل ہندو کی عجوبہ پرستی اور علیساً ہیوں کی مبالغہ آرائی سے

شرک فِ زندقہ کی بھاریں

سوال:-

از عبد الغفور لا ہیور۔

یہاں سے سات میں دو را یک تصورہ باطل لڑھا ہے۔ جہاں حال ہی میں عرس کا سلسہ جاری ہوا ہے۔ اس موقع پر قبوری شریعت ساتفاق رکھنے والے واعظ جنہیں جن دری کہا جاتا ہے، آئے تھے۔ موصوف کا وعظ ہوا جس میں انہوں نے دیور بندی اہل حدیث تبلیغی جماعت دائے۔ ان اس پر شدید کتنہ چیزی کی۔ خیریہ تو ان کا دھندا ہے۔ مگر دور ان تقریر چند باتیں ایسی کہیں جو کسی جاہل کی زبان سے بھی آج تک نہیں ہیں۔ چن قادری نے فرمایا کہ خدا کو جو طریقہ ملائے وہ وہ بھی حضورؐ ہی کی وجہ سے ملائے ہے۔ فتوذ باللہ من الذالک دوسری بات یہ کہ اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کو ساری باتوں کا اختیار دے رکھا ہے۔ دلیل یہ دی۔ اَتَمَا أَنَّا سَمَدْ وَاللَّهُ يَعْلَمُ۔ نیز یہ بھی فرمایا کہ براہ راست خدا سے مانگنا حرام ہے ہمیشہ وسیلے سے مانگو۔ ہمارے اس علاقہ میں ایک تو چن قادری اور ان کے تین چار چیلے اسی کام میں صرف ہیں کہ جہاں عرس کا سلسہ جاری نہیں ہے وہاں جا کر عرس قائم کریں۔ اب آپ سے مود باللہ ذارش ہے کہ جو باتیں چن قادری نے کہی ہیں ان سے ایمان رخصت ہو جاتا ہے یا نہیں۔ ۱۔ یہے واعظوں کے وعظ میں شریک ہونا کیسا ہے۔ واعظ ہو کر باطل گذھ کے بہت سے مسلمان اس عرس میں شریک نہیں ہوتے امید ہے کہ آپ عرس کی قباحتوں کو مقتول تحریر

کوئی کارنا مر انجام نہیں دے سکتے۔

عوس کی قباحت پر ہم صادر ہا بار لکھ چکے ہیں یوس
کھلی پڑت ہے۔ اسے نیکی اور ثواب کا کام بھجھنے والے الگ
اصطلاحاً عالم مجھی ہوں اور بہت لمبا چوغہ مجھی لختہ ہوں تو
مجھی ان کی کچھ فکری اور کور دماغی میں شک کی گنجائش نہیں
کیا آپ نے شیخ نسعدی کا مشہور مصروع نہیں سنا کہ:-

چار پائے برو گتابے چندر

اور کیا سورہ جمعہ میں یہ آیت آپ کی نظر سے نہیں
گذر ہی کہ:-

مَثَلُ الدِّينِ حَمْدُ النَّبِيِّ^۱ ان لوگوں کی مثال جنہیں توریت دی
شَهْرَ لَمَّا كَمَلَ عَوْنَوْهَا مَكْشُلٌ^۲ گئی پھر انہوں نے پر عمل نہیں کیا ایسے
الْحَمَّادُ رَأَيْمَلُ أَسْقَافَاسَ^۳ کہ ہے کی سی ہے جس پر ووجہ لدا ہا
اگر نصرانی علماء توریت پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے گھومن
کی صفت میں آسکتے ہیں تو مسلمان علماء قدر آنی تعلیمات کیخلاف
چاکر گدھے کیوں نہ کہلائیں گے۔ پورا قرآن دیکھ جائیے میرودہ
بزرگوں سے غلوٹ عقیدت کے باشے میں خست نہیں یہیں گئی۔
بار بار کہا گیا ہو گا کہ اللہ کے سوا کسی کو غوث و دشکیرت سمجھو
کسی اور میں کوئی طاقت نہیں۔ کچھ اختیار نہیں۔ عیسائیوں اور
یہودیوں کی راہ مت جلو کر انہوں نے اپنے بزرگوں کی عقیدت
میں بالغ رکیا۔ توحید کے بن میں بلو۔ کوئی کچھ دینے والا نہیں
کوئی کچھ چھیننے والا نہیں۔ لیں اللہ سب کچھ دینے اور سب کچھ
لینے پر قادر ہے۔

لیکن عوس کی فکری بنیاد یہ ہے کہ سال کے سال ہر دن بڑو
کی قبر پر جمع ہوتا کہ برکت حلال ہو۔ مرادیں مانگی جاتیں۔ ویلے
کے ذریعے اللہ کا قرب حمال کیا جائے۔ یہ بنیاد ہی باطل ہے۔
مشترکا نہ ہے۔ خلاف قرآن ہے۔ احادیث صحیحہ شدت سے
اس کی مذمت اور تردید کرتی ہیں۔ مگر عس بازوں کا حال
یہ ہے کہ ڈھونڈ ڈھونڈ کر ضعیف روایتیں لاتے ہیں اور پھر
انھیں اونز ہٹھیں۔ یہ معنی پہنچاتے ہیں۔ صریح و محض آمات
سے انھیں پڑ لیتے ہیں اور آیات مشاہدات کی غلط سلطان قبیلین
کو کے عالمہ الناس کو بہکاتے ہیں۔

متاثر ہو چکے ہیں انہما انا قاسم دا اللہ یعطی بے شک
حدیث ہے، یعنی صحابہ، تابعین اور ائمہ و فقہاریں سے
کسی نے تھی اس کا وہ مطلب نہیں نکالا جو بعد اس کے کور
دماغ اور روح نکر کر دعویٰ نکال رہے ہیں۔ صفات سی بات
تھی کہ حضور نے دین کے جو اصول و فروع دنیا کو پہنچانے
اور حکمرت والائق کے جو موتو انسانیت کی جھوٹی میں ڈالنے
وہ سبکے سبک کے عطا فرمودہ تھے۔ حضور مکاری تقدیم
ترسل کا ذریعہ بنا یا گیا تھا۔ اس صفات و سادہ بات
سے یہ مطلب نکالنا کہ اللہ نے ہمیشہ کے لئے حضور کو
حملہ اختیارات عنایت فرمادیتے ایسے ہی بلیں اللہ ہن اور
کم سواد لوگوں کا کام ہو سکتا ہے جنہیں نہ تو قرآن و سنت
کا کافی علم ہونے تو حید کا پاس ہو نہ آخرت کے حساب کا ب
کی اہمیت کا احساس۔ ایسے لوگ سوائے اس کے کمر ہی
کیا سکتے ہیں کہ سادہ لوح اور بے علم عوام کو اپنی خرافات سے
مگر اکھر میں اور عزوجاہ کی متاریق قتل اپنی جیب میں ڈالیں۔
”براه راست خدا سے مانگنا حرام ہے۔“

یہ بھی ایسی ہی بات ہے جو کسی سمجھدار مسلمان کی زبان
پر نہیں آ سکتی۔ اس کے عقب میں جو ہے وہ خالص
مشترکا نہ ہے۔ یہ جملہ۔ اگر داعش قادری صاحب نہ کہا
ہے تو ثابت ہوتا ہے کہ نہ وہ خدا سے واقف ہیں نہ حضور
سے۔ انہوں نے اپنا ایک علیحدہ خدا اور ایک حدا کا نام
رسول گھر طلبیا ہے۔ قرآن میں ایک دو جگہ نہیں دی شے زیادہ
جگہ خدا نے برہ راست ہی مانگنے کا حکم صادر فرمایا ہے
اور بالواسطہ مانگنے کا حکم ایک بھی جگہ نہیں۔ حضور کے ویلے
سے کچھ مانگنا اگرچہ بعض علماء کے نزدیک جائز ہے، لیکن
ایسا تو کوئی بھی معتبر عالم لگزشتہ چوہ سو سالوں میں نہیں لگرا
جس نے یہ سیودہ بات ہی ہو کر خدا۔ سے برہ راست مانگنا
حرام ہے۔

ایسے داعظوں کے وعظ میں شریک ہوتا اپنے دین و
ایمان کو تختہ متشق بنانے کی اجازت دیتے ہیں کہ ہم مخفی ہے
یہ اعظم داعوں کو بر بادا و قوائی عمل کو شل کرنے کے سوا

ہم کو سے لیا ہے۔ ایسی حالت میں الگ کوئی کسی بھی امام کے سلسلے کے کسی بھی مسئلہ پر عمل کرنے تو وہ قرآن و حدیث کے خلاف نہیں جا رہا ہے۔ تب گھنہگار کیسے ہوا۔ کیا ہم گاؤں اور ہر محلہ کی مسجد میں نماز جمعہ پڑھنے والے بھی گھنہگار ہیں۔

الجواب علی:-

پہنچ سوال کا جواب ایک مثال سے سمجھئے۔

ہر ہر میں بہت سے ڈاکٹروں اور علمیں ہوتے ہیں۔ ظاہر ہے یہ رہ کے سب اچھے ہی نسخے اور مقید ہی دوائیں لوگوں کو دیتے ہیں۔ کیا ہر عقلمند آدمی آپ کو یہی مشورہ نہ دیتا کہ کسی رخص کے حملہ کرنے پر حجب آپ اپنے شہر کے کسی علمی یا ڈاکٹر کا ملین شروع کر دیں تو چھر پورے طور پر اسی کے مشوروں پر عمل کریں۔ اسی کا تجربہ کردہ نسخہ استعمال فرمائیں۔ اسی کے مثال سے ہوتے ہیں ہر ہر اور عذر اک معمول بنائیں۔ یہ ہرگز مناسب نہ ہوگا کہ علاج تو آئے الف کا مترمع کیا لیکن جب جی چاہا کوئی روادوسرے طبیعتی بھی پوچھ کر استعمال کر لی اور جب جی چاہا کسی نیسرے طبیعتی بھی دریافت کر کے ایسی غذا اکھا بیٹھ جائے۔ الف نے منع کر رکھا تھا۔

ہو سکتا ہے بعض حالتوں میں ایک طبیب کا علاج کرتے ہوئے کسی اور طبیب کا مشوروں بھی فہرست پڑھائے لیکن عام طور پر اس کی افادت کم اور نقصان زیاد ہے کیونکہ ہر نسخے کی تجویز میں کچھ اصول کا فرق ہوتے ہیں اور جنہیں بیانی اصول کو چھوڑ کر باقی تمام اصولوں میں ہر طبیب اپنا اپنا خاص ذہن اور اسلوب نظر رکھتا ہے۔

ٹھیک اسی طرح چاروں ائمہ کا معاہدہ سمجھئے۔ نہیں سے ہر ایک اپنی جگہ اسی طرح مستند اور قائل یعنی ہر طرح شہر کے مختلف ڈاکٹروں اور حکیم۔ لیکن بیانی ای حقانید پرستی ہوئے کے باوجود تفصیلی تایزن کا خالکہ بنانے اور جرم تیات کو تنظیب دینے میں ان میں سے ہر ایک اپنے مخصوص علمی اصول، فکری خطوط، ذہنی اسالیب اور تفکر کے ادازار رکھتا ہے۔ آپ اور ہم اس کے تو خمار ہیں کہ تحقیق و تفکر کے بعد ان میں سے کسی ایک کو اپناراہ نہماں لیں لیکن کسی ایک کو راہ نہماں لیں کے

بھروسوں میں جو خرافات کا افہام کر لیا گیا ہے وہ تصویری معاصری اور بد عات ہی کے خاندان سے ہیں۔ یہ ہمارے میں اور طہوں پر قوائی پڑھنا۔ یہ دارالحکمی منڈے قوالوں کی ٹولیاں۔ یہ تکمیل وغیرہ میں رنٹوں پر اور قاختاں کے بھرے۔ یہ بر قعہ پوش خورتوں اور مردوں کا جملہ صحیح۔

بزرگوں پر عجز و نیاز۔ یہ دعائیں۔ یہ ناکیں اور پشاںیاں رکھتے ہیں۔ یہ پلی پر بروں کا دھون پینا۔ کسی نعموت کا ذکر کیا جاتے۔ ہم تو ہنہاں سمجھدی کی اور ذمہ داری کے ساتھ کہتے آئے ہیں۔ اور آج بھی کہتے ہیں کہ سنبھاد کھنا عرس کی شرکت سے کہیں بلکہ لگنا ہے۔ سنبھاد کھنے والا گناہ کو ثواب کا غلاف نہیں پہنچانا مشرک کا نقصہ تصویرات کا رسایا ہے۔ عرسوں کے شیدائی تو جملہ مرکب میں بنتا ہیں وہ گناہ کرتے ہیں مگر ثواب سمجھ کر اور منزکیات بنتا ہوتے ہیں مگر اسلام کی آڑ لیکر۔ ان کی بخشش ہی مشتبہ ہے کیونکہ قرآن میں اللہ کی بارہ نہایت شدت اور صراحت کے ساتھ کہا ہے کہ ہر گناہ معاف کیا جا سکتا ہے مگر مشرک کا گناہ معاف نہیں ہو گا، نہیں ہو گا، نہیں ہو گا۔ سنبھاد کیا اس گناہ ہے۔ معافی نہ ملی تو نکوڑی سزا مل رہے گی۔ بھروسی مفترض اور جنت مگر مشرک کی سزا تو داعی جہنم ہے۔ سر بنا و قذاعذ اہل النار۔

بِ تَقْيِيدِي

سوال ۲:- از محمدیم۔ گر کھپور۔

آپ کی توجہ سچی اپریل سوال علیکے جواب کی طرف میڈول کرنا چاہتا ہوں۔ آپ کے لکھاۓ:-

”عوام کی حد تک سستے یہ ہے کہ جو شخص جس فقة کا پیر و ہے اسی پر عمل کرنا چاہیے اگر اس کے خلاف کرے گا تو گھنہگار ہو گا۔“

بھی عرض یہ کرتا ہے کہ جاروں ائمہ فقیہ ہی ہیں نہیں تو ہیں نہیں کہ الگ کوئی ذرا سا بھی ان کی فقہ سے ہٹا گھنہگار ہو گیا۔ دوسری بات یہ کہ تم سب کا عقیدہ یہ ہے کہ چاروں ائمہ نے جو کچھ لکھا ہے وہ سب قرآن اور احادیث

تو قابل اعتماد بھیں مگر بعض مسائل میں اس کی رائے کو چھوڑ کر دوسرا سے فقیر اپنے کی طرف بھاگیں۔ یہ فارینت کی خرابی کا مظہر ہے۔ الیسا شخص حقیقتاً دین کی پیدا ولی ڈھنگ سے کرنا انہیں چاہتا بلکہ اپنے نفس کی حقیقت رعایت چاہتا ہے۔ اس کے نفس پر کسی حاصل شدے میں اپنے منتخب امام کی رائے بارگزی تو فراؤ کسی اور فقیر کی طرف بھاگا اور یہ جانے بغیر کہ اس دوسرے فقیر کی رائے کس اصول پر بنی ہے اسی کی رائے اختیار کریں یا۔

ایک اور طرح سمجھنے کی کوشش کیجئے۔ آپ نے سماں ہو کر محبوب اگر رائے میں غلطی کرے تو بھی اسے ایک ثواب ملتا ہے۔ اجتہاد کا ثواب — حالانکہ اس نے خلطہ رائے قائم کی مگر چونکہ اس نے اپنے امکان بھرنا کی تھی کہ سماں غور و فکر کیا تھا اس لئے اس کا بدال ملا۔ اب اگر کوئی مشخص نہ ہو جمکر غلط رائے پیش کرے۔ یا رائے قائم کرنے کیلئے جن ضروری شرائط کا پایا جانا لازم ہے ان سے متصرف ہوئے بغیر ایک زندگی کرنا پھرے تو اسے ثواب نہیں مل سکتا بلکہ مزاٹی۔ کیونکہ وہ نیک نیت نہیں ہے۔ اسی طرح جو لوگ خدا اجتہاد کی قابلیت نہیں رکھتے انھیں پورے صبر اور نیازمندی کے ساتھ کسی ایک امام فقیر کی پیروی کرنی چاہیئے۔ اگر وہ الیسا نہیں کرتے تو نسبت ہو جا کہ ان کی نیت درست نہیں۔ وہ پھولوں کی ترجیح پر تو پیروی کے قائل ہیں مگر کاموں کے بستر پر قدم بھی رکھنا نہیں چاہتے۔

یہ قرآن و سنت اور عقل سیم کے خلاف جانا انہیں ہوا تو اور کیا ہوا کہ آج تو ایک شخص کو اپنے اتنا محترم، محترم اور قابل نظر سمجھ لیا کر دینی مسائل میں اس کی رائے اور فیصلے کو قرآن و سنت کے مطابق جاننے لگے، لیکن کل جب کسی معاملہ میں اس شخص کی رائے آپ کے نفس پر باگزرنی ہے، آپ کو کسی نوع کی مشقت پہنچی ہے تو کھٹک سے یہ اعتماد ختم ہو جاتا ہے اور محض اس لئے دوسرے کسی فقیر کی طرف دور جاتے ہیں کہ آپ مشقت سے چھوٹ جائیں گے۔ اسے ہو ائے نفس کا شیخچہ دوڑنا پڑتے ہیں جسے اللہ اور رسول نے صریح گناہ

بعدی نہایت غیر معمول طریقہ ہو جا کہ جب ہمارا جی چلے ہے اپنے رواہ غایکی رائے کو نظر انداز کر کے دوسرے رواہ غایکی رائے پر جل کھڑے ہوں۔ فقیر اکافر و عی اخلاف در اصل اصولی اخلاف کا شہر ہو اکرتا ہے۔ جب آپ ہمیوں پتھک علاج کر رہے ہوں تو یہ ہرگز مناسب نہ ہو جا کہ ساتھ ساتھ یونا نی دو ایں بھی من مانتے طور پر استعمال کرتے رہیں۔ ان دونوں طریق علاج کے درمیان اصول کا فرق ہے اور اسی فرق کی وجہ سے تمام فروعات میں فرق ہوتا چلا گیا ہے۔ ایک انصاری نہیں جان سلکتا کہ کوئی دو اس وقت کیا اٹھ کر تھی۔ اسی طرح ایک عام آدمی نہیں سمجھ سلکتا کہ فلاں امام کا فلاں نیصہ ایک اصول پر بنی ہے اور اس پر عمل کرنے سے دوسرے امام کے اس اصول سے سزا نی لازم آتی ہے۔ جہاں تک علاج جسمانی کا تعلق ہے آپ مشرق سے من مانی دو ایں ٹھاٹیں اور کوئی کوئی ہلکوں کے شسور و پر چلیں۔ شریعت اس پر آپ کو نہیں ٹوکے ہی کیونکہ اس کا ہلکا موضوع اور نشانہ آدمی کی روحاں اور طلبی صحت ہے نہ کہ جسمانی۔ لیکن جب آپ احکام شرعی کی تعمیل میں خود میانی اور بیداری پر بیسے گے تو وہ ضرور لو سکے گی کیونکہ وہ جسمانی صحت کا خلصہ آپ نہیں سمجھتے شریعت سمجھتی ہے۔ آپ کو معلوم ہو جا کہ اعمال کا دارینت پر ہے۔ آپ کے منھ سے بلا ارادہ بس روائی میں جھوٹی قسم بنتل جائے تو اللہ تعالیٰ معاف کر دیتا ہے لیکن تصدیق جھوٹی قسم کھائیں گے تو لگانہ گار بھی ہوں گے اور کفارہ بھی دینا رہے گا۔ آپ جان پوچھ کر تھہر کی دوسری رکعت میں التحیا کرنے لئے نہ بیٹھیں تو نماز ہرگز نہیں ہو گی، لیکن جھوٹے سے الیسا ہو جائے تو فقط سجدہ سہو سے اس کی کی تلافی ہو جائے گی۔

اسی پر انہر کی تقدیر کو قیاس کیجئے۔ آپ اگر نیک نیت ہیں اور شریعت کی ٹھیک ٹھیک یا بندی کا ارادہ رکھتے ہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ جس عالم دن کو آپ نے بہترین فقیر ہاں کر اپنارہنا سلیم کر لیا ہے اسے اکثر معاملوں میں

نومبر ۱۹۷۴ء ص ۳۵ بھلی کی طاں سوال نہیں ترکے تحت آپ نے فلمی ریکارڈ کو فتن و فجور کی نہیں رکھتے میں شامل کرتے ہوئے شادی بیان کی جالس میں بجا نہیں کو ناجائز قسم اور نہیں دیا ہے بلکہ اسی فلمی ریکارڈ بجھے والی جالس کی شرکت کو بھی ناجائز بتایا ہے۔ خصوصاً علمائے دین کو برآہ کرم اس سوال جواب کو دوبارہ ملاحظہ فرمائیں۔ جب سے یہ فتویٰ نظر سے گزرا ہے بڑی پیروت انی اور الجھن میں مبتلا ہو گیا ہوں ہو سکتا ہے کہ اکثر ناظرون تخلی بھی الجھن حسوس کر رہے ہیں۔

بالآخر ہمیں ہمیں نظر آیا کہ آجناہ ہی کی طرف رجوع کیا جاتے امید ہے کہ آجناہ مندرجہ ذیل الجھن و پچیدگی کا تسلی بخش حل پیش فرمائیں گے۔

(۱) آپ نے فلمی ریکارڈ کو اس گھناؤ نے انداز میں پیش فرمایا ہے گویا وہ بدترین قسم کی حرام چیز ہے۔ حالانکہ فلمی ریکارڈ ایک نئی ایجاد ہے اس میں کون ہی چیز حرام ہے اور اس کی بنیاد کس آیت و حدیث پر ہے؟

(۲) زید کو اپنی بیٹی کی شادی میں ریکارڈ جانا حرام ہونا ایک معقول بات ہو سکتی ہے۔ لیکن عمر و اس شادی میں مدحوب ہے اس کو اس شادی میں مشرک ہونا کیوں حرام ہے اس میں عمر کا یا لگاہ ہے؟ اس کو تو دعوت قبول کرنے کی مدت ادا کرنی ہے۔ موجودہ زمانہ میں ننانوے فی صد شادیاں بغیر ریکارڈ کے نہیں ہوتیں۔ ایسی حالت میں مشرکت سے باز رہنا کوئی قسم کے نقصانات کا باعث ہے۔ مثلاً تارک مدت ہونا اپس میں کشیدگی پیدا ہونا۔ اس پر عمل کرنے پر عمر کامعاشرہ میں تھاں تک اور نشر مددہ بن کر رہا۔ اس کو آج محل کے باول میں ساختی ملنا قریب قریب ناممکن ہے۔ اس طرح عمر کی شایدی اپنی زندگی میں کوئی شادی دیکھنا ضریب ہو۔ ہمارا تک کلپنے حقیقی بھائی کی شادی میں بھی مشرک ہونا ممکن نہیں رہے گا۔

اپنے فتویٰ سے کیا حاصل جب کہ اس پر فی زمانہ عمل ناممکن ہے۔

(۳) ریکارڈ بجھے والی شادی کی مجلسیں میں مشرک ہونا جائز نہ ہو تو ہم لوگوں میں چاہئے پیزا بھی ناجائز ہونا چاہیے۔ کیوں کہ

قتدار دیا ہے۔

ہم ہو لوگ خود کافی علم رکھتے ہوں اور اجتہاد و تفہیق کے لائق بھیجا بھی پایا ہو وہ اگر علم و تفہیق کی روشنی میں یہ مخصوص کرنے لگیں کہ فلاں شملہ میں ان کے امام کی رائے مکروہ ہے اور فلاں امام کی رائے قوی ہے تو بے شک اخھیں نفس پرست نہیں کہا جا سکتا چاہے ان کا یہ احساس حقیقت غلط ہی ہو۔ مجری ہیز نیت ہے۔ عوام انساں کی اگر بے قلیدی کی اجازت دیجاتے تو دین کا علیم بکر رہ جائے گا۔

ربا یہ تعریفی فقرہ کہ ”کیا ہر کاؤں اور ہر محلہ کی مسجد میں نماز جمعہ پڑھنے والے بھی لگاہ گارہیں“ تو اس کا جواب یہ ہے کہ تعلیم کے سند سے اس کا کچھ تعلق نہیں۔ آپ کسی بھی مسجد میں شریک جمعہ پڑھ جائیں۔ حتیٰ کہ امام چاہے شافعی ہو چاہے حنفی ہو چاہے مالکی۔ آپ اپنے اس کے تیجے جمع ملھی اور دوسری تمام نمازوں بھی پڑھ سکتے ہیں۔ کہنا بس اس قدر ہو گا کہ جن افعال میں ائمہ کے درمیان اختلاف ہے ان میں اپنے امام کی رائے پر چلنے۔ مثلاً شافعی امام اگر رکوع کے بعد سجدے میں جلتے ہوئے رفع یہ میں کرتا ہے (کافوں تک ہاتھ اٹھاتا ہے) تو آپ اسکی تعلیم دست کیجئے۔ نماز اس کی بھی ہو گی اور آپ کی بھی۔ کسی قسم کا نقشہ واقع نہ ہو کا کیونکہ نزد رفع یہ میں کوئی گناہ ہے تو امام شافعی کی پروردی ممنوع۔ ہم اجتنب مسکا تو حقیقی ہو مگر شوافع کی دیکھاد بھی رفع یہ میں شروع کر دے وہ لگاہ گارہ ہو گا کیونکہ اس کا قابل چہالت اور ذہنی سرکشی پر مبنی قرار پائے گا کہ نہاد نیت کی خرابی اور فلظ قسم کی خود اپنی پرلازم آتا ہے کہ رفع یہ میں اور آمین بالہ ہو وغیرہ پر۔ ایک شافعی مسک کا عام مسلمان اگر احانت کی مسجد میں نماز پڑھتے ہوئے اور اسے مجموعت رفع یہ میں ترک کر دے تو اس کی ہم تعریف نہیں کہیں گے کونکہ اس نے ہمارا اس احمد دے کر اپنے امام کی رائے سے سرکشی کی اسے بذریعی دکھاتی اور دین کے معلمیں مرجوبیت کا شکار رہا۔

فلمی ریکارڈ نگ

سوال: عبد الطیف۔ بانیل (منگلور)

ریڈیو کے ذریعے۔
قتل جرم ہے۔ اب آپ پر ای تلوار سے کسی کو ماریں
یا نئے ایجاد شدہ ریو الور اور ٹکس سے۔ جرم کی نوحیت
میں کیا فرق واقع ہوا؟ اسی طرح کافی بجائے کی حوصلت میں
کوئی فرق واقع نہیں ہوتا چلے ہو۔ اور راست سنائج
یا کسی اچھا دکے واسطے سے۔

الگ اسلامی عفت و اخلاق کی جس ماری نہ گئی ہوتی تو
ایک مسلمان کے نئے کمیتی سے مسئلہ معلوم کئے بغیر بھی اکثر فلحی
حکاون کے عریان اور غرض الفاظ اور ریکیک معافی اور اسفل
حدیقات بھرپڑ کانے والے اندرونی بجائے خود ایسے عناصر
شے جن کی بنیاد پر وہ انھیں بر ملاما پاک اور مذموم سمجھتا۔
لیکن آج کے اکثر مسلمان عفت و اخلاق کی اسی طرح پر آگئے
ہیں جو اہل کفر کی طرح ہے لہذا ان کی عقل تشریف میں کیسے
کہ فلمی جانے سُننا خراب بات ہے۔

(۴) کیا آپ کو نہیں معلوم کہ کسی جرم کی کہت افراد کی خود جرم
ہے۔ کیا آپ نہیں پڑھا کہ شاعرانہ العبر و التقدی و لاد
شاعر و انشاعر اللہ شمر و العدد داد (یہی اور تقویٰ کے کاموں
میں ایک دوسرے کی مدد کرو اور لگناہ و طغیان کے کاموں میں
مد مرست کرو) یہ اللہ کا فرشمن ہے۔ الگ فلمی ریکارڈ سننے
ناجاہائز ہیں تو وہ شخص کتنا بڑا گناہ کار ہو گا جو صرف خود ہی
نہیں سُتا بلکہ مثادی کے بھیج میں دوسروں کو بھی سناتا ہے۔ کیا
تعلیٰ حرام اور دنکے کی چوڑ۔ اب قرآن و محدث کا حکم تو یہ
تھا کہ دوسرے مسلمان بھائی اس جرم کرو لو۔ نبی عن المنکر
یعنی خلاف شرع امور سے روکنے کا حکم تو قرآن اور حدیث
میں بار بار آیا ہے۔ مگر عمر بجائے روکنے کے بخوبی اس دی
میں مشرک ہوتا ہے۔ گویا نئے عمل سے یہ ثابت کرتا ہے کہ
اس سے اس خلاف شرع چیز پر کوئی اعتراض نہیں۔ اسی کا نام
حوالہ افسزاں اور تعاون ہے۔ اب بھی الگ آپ کی سمجھ میں
یہ نہیں آیا کہ جس حفل میں ڈنکے کی چوڑ حرام کا انتکاب کیا جا
رہا۔ اس میں خوشی خوشی مشرکت کرنے والوں کا جرم اور لگناہ
کیا ہے تو خدا کے لئے قرآن پڑھئے اور تھوڑا سا علم دین

موجودہ زمانہ میں کوئی ہوٹل ریڈیو کے ذریعہ فلمی ریکارڈ سے
خالی نہیں ہے۔

(۵) بازار میں چلانا بھی ناجائز ہوتا چاہئے، کیونکہ بازار کا
کوئی گوشت ریکارڈ کی آوانس سے خالی نہیں ہے۔

(۶) خدا نماستہ اگر کوئی مسجد کسی سنیما ٹھیکر کے قریب ہو
اور ریکارڈ کی آواز ہر وقت مسجد میں آتی رہتی ہو تو اسی
مسجد میں جانا بھی ناجائز ہوتا چاہئے۔

(۷) فرض کیجئے ایک پیش امام ہے اس کی امامت کے نوازتا
میں نکاح خوانی کے فرضاً حق بھی داخل ہیں۔ جو بھی ہندی میں
یقیناً ہیں اور کوئی شادی بغیر ریکارڈ کے نہیں ہوتی۔ ایسی
حالت میں پیش امام صاحب کیا کریں؟ نکاح خوانی سے انکار
کی صورت میں امامت سے بھی با خدا ہونا پڑتا ہے۔ اسی
مجلس میں حاضر ہو کر نکاح پڑھادیا اپنے فتنے کی رو سے
بعد پر اولیٰ جاتی نہیں ہے۔ جب پیش امام ہی المی بھائی
میں مشرک ہوں تو دوسرا کون بچے۔ امامت ترک کرنے
کی حالت میں امام حبـ۔ کی زندگی کھٹائی میں پڑنے کے ساتھ
ساتھ امامت کے ذریعہ جو کچھ دین کی خدمت کر سکتے تھے
اس کے موقع بھی نکل جاتے ہیں۔

(۸) آپ کے فتویٰ کی رو سے ہرگز میں ریڈیو کہنا بھی ناجائز ہوتا
چاہئے۔

آپ کے فتویٰ کی وجہ سے یہ ساری بھی گیاں پیدا ہوئی
ہیں۔ ایمیڈیا ان پھیپھی گیوں کا حل پیپے معمول کے مطابق نہایت
تفصیل کے ساتھ پیش فرمائی عن الدین جو ہوں گے۔

الجوائب :-

پیچیدگیاں تو محترم بھائی ہمارے جواب نے پیدا نہیں کیں
بلکہ اعلیٰ عظمیم جہل اور جمود و غفلت نے پیدا کی ہیں جس میں مسلمانوں
کی اکثریت مبتلا ہے۔ آپ کو آج تک یہی نہیں معلوم کر سکا تا
بجا نامشروعت میں حرام ہے۔ خاص طور پر فلمی کا ذرا کے بارے
میں تو دنیا کے اسلام کے ایک بھی مستند اور شفہ عالم دین نے
جواز کا تصویر نہیں کیا۔ پھر ہملا اس سے کیا فرق پڑتا ہے کہ
یہ کانابجا نام ریکارڈ کے واسطے سے آپ کا ذرا میں پہنچا یا

نگل جاتے تو آزمائش بڑی سخت ہو جاتی ہے۔ آج بھی ایسا بھی معاشر ہے۔ آپ دنیاوی نقصانات کا گوشوارہ بنلتے رہیں آپ کی مرضی مگر آنحضرت میں تو فائدہ اسی کے حصیں آئے گا جس نے خدا کے حکم کا پاس کرتے ہوئے دنیاوی نقصانات اور لوگوں کے ظروط و عین کو برداشت کیا۔

معلوم ہوتا ہے آپ کی طرف کا حال بہت بی بدر ہے ورنہ ہماری طرف تو ابھی تک یہ کیفیت نہیں کہ بخیر فلمی ریکارڈنگ کے شادیاں ہوتی ہی نہ ہوں۔ آپ کے یہاں الگ فلمی ریکارڈنگ کو شادی کا حرج و لازم بنالیا گیا ہے تو واقعہ ہمارا فتویٰ آپ کے لئے مفید نہ ہو سکے کا دیکھنے کے سامنے اور دجاج کے آگے نہ ہو اور دلیل کی تھیں چیزیں، میکن جہاں تک خود ہمارے فائدے کا تعلق ہے وہ ہمیں حاصل ہوئی گیا۔ ہمارا کام تو یہ ہے کہ ہر سائل کو شرعاً حکم بتا دیں اس کا اجر انشاء اللہ ہمیں مل کر رہے گا۔ سائل نے نہ ملتے یہ اسکا فعل ہے۔

اور عمل نامکن کی ایک ہی بھی۔ شراب کے متعلق یہ مٹا ہے کہ چھٹی نہیں ہے منہ سے یہ کافر لگی ہوئی بعض لوگ واقعہ بربی طرح اس کے عادی ہو جاتے ہیں، اور الگ وہ اسے ترک کرنا چاہیں تو اذیت نفس کے علاوہ ان کے اندر بعض جسمانی امراض بھی شدت سے اُبھرنے لگتے ہیں۔ اس کے باوجود کیا آپ یہ فتویٰ دینا پسند کریں گے کہ جب معاشرے میں عام طور پر شراب کا رواج ہو جاتے اور اکثر دعویوں میں یہ خرد چلتی ہو تو پھر اس کی حرمت ختم ہو جانی چاہئے۔

میرے بھائی۔ گناہنا تو شراب جسی لست بھی نہیں۔ اگر مسلمانوں کو اپنی بد عملی کا احساس ہو جائے اور آخرت کا خال واقعہ ان کے قلب میں انگڑی ایسے اٹھنے شادیوں سے فلمی ریکارڈنگ ختم کر دینا اتنا ہی انسان ہے جتنا بچوں کا رکر ماچس کی تیلی بچا دینا۔ مگر جب آخرت کا خال بھارتی نام ہیا ہے۔ دل خرافات دنادی میں غرق ہوں نفس لذتوں کے رسایا ہوں تو پھر فلمی ریکارڈنگ ہی نہیں شراب نوشی اور تمار بازی بھی کیجئے تو فتویٰ وغیرہ کے چکر میں پڑنے کی حاجت کچھ نہیں رہ جاتی۔

ریادعوت کی سنت ترک ہو جانے کا معاملہ۔ تو اپنا ہی مفعول کی خیر نہ تھے آپ نے بیش کیا ہے۔ سنت تو کیا۔ واجب کو بھی چھوڑنا پڑتا ہے اگر حرام کا رنکاب لازم آتا ہو۔ کیا آپ اتنا بھی نہیں سمجھ سکتے کہ سنت کے مقابلہ میں ان فتنوں واجبات کی تیزی زیادہ ہے جن کا صریح حکم قرآن میں آیا ہے۔ قرآن کہتا ہے کہ گناہ کے کاموں کی وجہ افزائی مرد کرو۔ آپ کہتے ہیں کہ نہیں جس کے قرآن کا یہ حکم تو ہم نہیں ماں کے البتہ سنت نبوی کی ادائیگی کے لئے دعوت میزہرو مرثیک ہوں گے۔ اللہ کے بندو۔ کیا خدا اس بات سے خوش ہو سکتا ہے کہ اس کے رسول کی جو سنت فرض اور واجب قرار ہیں دی گئی اسے تو ضرور عمل میں لائے مگر اس نے جو صاف صاف حکم صادر کیا ہے اس کی بالکل پرواہ است کرو۔

کشیدگی کا جہاں تک تعلق ہے تو اچھی طرح سن لیجئے کہ اگر ہمارے تعلقات ایسے لوگوں سے ہوں جو شر ای اور جو ای ہوں تو ہمیں یا تو خود بھی مشرابی اور جاری بنا ہو گا ورنہ ہمارے ان کے مابین تعلقات تمام ترہ سکنیں گے۔ اسی طرح جو معاشرہ حکم کھلا خدا اگی تافرمانی پر آترآ یا ہوا اس کے افسرداد کو خوش وہی رکھ سکتا ہے جو خود بھی اس تافرمانی میں شریک ہو جائے۔

لہذا آپ کو اختیار ہے کہ تافرمان معاشرے کا ساتھ دے کر اور نافرمازوں سے تعلقات مفبیوط کر کے آخرت برداوکریں یا پھر آخرت کے لئے ترک تعلق اور نکونا گوارہ فرمائیں۔ کیا آپ کو نہیں معلوم کہ آغاز اسلام میں جو بھی اسلام لے آئا تھا وہ اپنے پوئے معاشرے سے اپنے ماں باپ اور بھائی بھیں تک سے مستقطع ہو جاتا تھا۔ اسے اس کے کافر جہاں بن بربی طرح نکونا بنتے تھے۔ مگر آپ کیا کہیں گے کہ اخیں اس نقصان سے بچنے کے لئے کافر ہی رہے جانا چاہئے تھا۔ اسلام نسبول کر کے انہوں نے نقصان کا سودا کیا!؟

مسلمان بنے رہنا۔ یعنی اعمال و افعال کو مطابق شرعاً رکھنا اسان نہیں ہے۔ خاص طور پر جب معاشرہ

شرع مجلسوں میں نکاح خوانی پر آمادہ ہو گئے ہیں تو ان کی پست ہتھی اخنی کو مبارک شریعت اسلامیہ سپت ہمتوں کی شریعت نہیں ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ خود نکاح خانوں کو شریعت کا پتھر نہیں یا پتھر ہے تو اس کی پرواہیں و رہنمادگی متحده کو شش کروں تو ریکارڈ نگی لعنت بہت سچم ہو سکتی ہے ریڈیو کام عالمہ یہ ہے کہ اس طرح رکھنا صرف ان لوگوں کے لئے جائز ہے ملکائے ہے جو اس کا اہتمام کر سکیں کہ یہ فلمی گاؤں کے لئے استعمال نہ ہو سکے۔ اگر ایسا اہتمام نہیں کیا جا سکتا تو اس طرح میں رکھنا یقیناً کاغذ ہو گا۔ یہتھے بعض مولویوں نے کے یہاں دیکھا ہے کہ ریڈیو آیا تو خبروں کے ہیئتے مگر بالوں نے اذھیرے اجائے اسے جس طرح چاہا استعمال کیا۔ یہ فتنہ پرداز مشین بالوں کے اذہان اور کردار پر کتنا خراب اثر ڈال رہی ہے اسے آپ سچیں نہیں لیکن اپنی نظر خوب شجھتے ہیں۔ خرابی ریڈیو میں نہیں۔ ریڈیو کے نشریات اور پر وکر آم ترمیم دینے والوں میں سے یہی ریڈیو دنیا کے لئے بہترین نعمت بھی بن سکتا ہے جب کہ آج یہ چیز طبقی لعنتوں میں سے ایک لعنت ہے۔ یہاں انقطع نظر دیکھ سکتا ہے جو دن دا خلاف کی قدر ورنہ کو آج کے ماڈہ پرستا نہ تمنی کی قدر ورنہ پر فقیرت دینے والا ہم رکھتا ہو روز نہ عالم لقطہ نظر سے تو ریڈیو جہarb ہونے کی نشانی ہے۔ تفریحات کی جان ہے۔ بیشن ہے۔ کوئی نہ کہ کاس فتنہ پرداز کو طھر میں مت داخل ہونے دو۔

زندوں کے لئے مردوں کے اعضا کا استعمال

سوال: از غلام احمد۔ کرم نگر (اندھرا پردیش) کیا میمت کی آنکھیں نابینا تک لئے جائز ہیں یا نہیں کیونکہ اس سائنس فکر دور میں میمت کا آپریشن کر کے آنکھیں نابینا کو لگائی جا رہی ہیں اور اس سے نابیناوں کو بینا تی حاصل ہو رہی ہے؟

الجواب: بالکل جائز نہیں ہیں۔ اس کی لمبی وجہ

جن ہموڑوں میں فلمی ریکارڈ نگ ہو رہی ہو ان میں چلتی نوشی کرنا یقیناً کاغذ کی بات ہے الگ قریب میں دوسرا کوئی ہوں اسی میں مردوں کے دلکشیوں کے لئے پاک ہو۔ ہاں میسر ہی نہ ہو تو ضرورتہ کو ادا کیا جا سکتا ہے۔

بازار میں چلنے والے جائز ہے کہ دہار دوسرے کام سے جایا گیا ہے۔ ریکارڈوں کی آواز ہمارے تصدیکے بغیر کاغذ میں پڑھ رہی ہے اور ہمارے بازار جانے سے ریکارڈ بدلنے والوں کی ووصلہ افراد کا کوئی تعلق نہیں

جن مساجد میں فلمی ریکارڈوں کی آواز آتی ہو وہاں اس محلے کے لوگوں کا نماز پڑھنا جبوري کے درجے میں ہے۔ فہارادہ کر کے نہیں ہن یہیں میں زمان کے سنتے سے بجا ہیوں کی سہمت پڑھ رہی ہے۔ تعاون کی سرتی بھی بازار یا مسجد کے محلے میں موجود نہیں لہذا اسے دعوت کے قصہ پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔

جو امام ریکارڈ نگ والی شادیوں میں نکاح پڑھانے جاتے ہیں وہ بالتفہین لگا ہیکارہیں۔ آپ کہتے ہیں کہ وہ انکار کریں تو امامت سے باقاعدہ ہونے پڑھیں گے۔ ہم عرض کرتے ہیں کہ اگر تمام نکاح خوان صاف انکار کر دیں کہ تم ریکارڈ نگ والی حصشوں میں نکاح نہیں پڑھائیں گے تو شادی کر دیوں کو تماں نظر آجائیں۔ کسی ایک نکاح خوان کو تو یہ شادی والے اس لئے سزا دیتے ہیں کہ آسانی سے دوسرا نکاح خوان لمجاہا ہے، لیکن سب نکاح خوان اگر امر شریعت پر اعتماد کر لیں تو پھر صورت حال بدی جائے گی۔

دین کا بہت ہی ھلکا صورت کے ذہن میں ہے ورنہ یہ بات لکھتے ہوئے آپ کا قلم مرک جانا چاہئے تھا کہ کسی امام کو امامت سے الگ کر دیا گی تو اس کی زندگی تھٹا تی میں پڑ جائے گی۔ استغفار اللہ۔ اگر امام واقعی اتنا کارہ اور تاریخ ہے کہ ایک مسجد کی امامت سے الگ ہو جانے پر اسے نے رزق کا ہر دروازہ بندہ ہو جائے گا تو ایسے نالہوں کی رعایت آپ ملکی چاہے کریں شریعت اخنیں بزرگوں اور جمیوں کی صفت میں رکھتی ہے میر روڈی کے دو لکھڑوں کی خاطر خلاف

بسم اللہ کی عددی تخفیف

سوال:- (ایضاً)

زمانے سے یہ خیال کیا جاتا اور عام طور پر لکھا بھی جاتا ہے کہ بچائے بسم اللہ تخفیف کے ۸۷۷ کے اعداد لکھے جاتے ہیں کیا یہ جائز ہے اور اسی طرح ۲۰ کا عدد؟

اجواب:-

ہر تحریر کے شروع میں بسم اللہ لکھنا فرض یا وجہ نہیں ہے نفس مسئلہ یہ ہے کہ جو بھی اہم تحریر بغیر بسم اللہ کے شروع کی جائے گی خبر و برکت سے خود م رہے گی۔ الکرم بسم اللہ لکھنا بھول جائیں گے تو یہ کوئی شرعی جرم نہ ہو گا ایسا سب "گناہ" کا اطلاق کیا جائے گا۔ صورتِ داعۃ یہ ہے کہ لکھنے کا واجہ زیادہ ہوا تو طوالت سے بچنے کے لئے بعض لوگوں نے اس کا عدد دی تخفیف ۸۷۷ نکال لیا۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ ۳ اور رحمۃ اللہ علیہ کی جگہ رحم اللہ علیہ احتما کے مطابق ۳۷۷ کتاب شروع کی ہو تو پوری بسم اللہ لکھنا مناسب ہوگا۔ لیکن چھوٹی چھوٹی تحریریں جو ہم روز لکھتے ہیں مثلاً خطوط ان ۸۷۷ میں کوئی خرج نہیں یعنی مقصود الفاظ نہیں بلکہ اللہ کا تصویر ہے۔ جس حدیث میں یہ بات کی گئی ہے کہ ہر قسم باشان کام اللہ کے نام سے شروع کرنا چاہیے ورنہ وہ ناقص اور بے برکت رہے گا دلکش امدادی س拜ل لگری بیدع باسم اللہ فھو اقطع وابتر، اس میں یہ صراحت ہے کہ اللہ کا نام معرض تحریر یعنی بھی ضرور لایا جائے۔ زبان سے بسم اللہ کہ کہ شروع کر دیا جائے تب بھی حدیث کا خلاف نہیں ہوتا۔

اب جو شخص ۸۷۷ لکھ رہا ہے وہ ظاہر ہے اللہ کے نام کا تصور رکھتا ہے اور جانتا ہے کہ ان اعداد سے مراد کیا ہے۔ اعداد کی طرح الفاظ بھی تو بعض خطوط ہی ہیں۔ بے جان نشانات جھیں معانی ہمیں تو ائے ذہنی پہنچتے ہیں ۸۷۷ کا مفہوم اگر طے پا گیا ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ آسانی اور اختصار کے لئے انہیں اللہ دنیا کافی نہ ہو۔

اپ کو معلوم ہوگا صحا بہ کے لئے سبھی اللہ عنہ لکھنے

صحیح سکتے ہیں جن کے نزدیک اخلاقی دروغی اور حانی اقدار کی قدر و تقویت مادی مفہوموں سے زیادہ ہو۔ اسلام نے بنی آدم کو "مکرم" قرار دیا ہے اور اس کے مردہ جنم کو قابل احترام کہا ہے۔ اسی لئے اس کے کسی ختنے کی تجارت جائز نہیں۔ اسے روند نا اعلال نہیں۔ اسے یوہی ہے گور و کفن طال کر گل ہموم کی خوار اک بنانا اسماح نہیں۔

کسی ہر دے کی آنکھ سے ایک زندہ شخص کو بینا نی مل سکتی ہے۔ یہ فقط ایک مادی اور جسمانی فائدہ ہے۔ الگ مادی اور جسمانی فائدہ ہی کی صلی و عمل کے لئے کافی دلیل جو از ہوتا پھر کوئی وجہ نہیں کہ مردہ انسان کا گوشت فروخت کرنا اور بدیوں کو کار خانوں میں تسبیح کر مصنوعات میں تبدیل کرنا اعلال نہ ہو۔ آخر کبوں دن کر کے یا جلا کر ایک "خام مال" خدائی کیا جائے۔ گوشت کھایا جاسکتا ہے۔ طبیاں فاسفورس بنلتے میں کام آسکتی ہیں۔ بعض اور چیزوں بھی ان سے بن سکتی ہیں۔ کفن پر کپڑا خرچ کرنا بھی البتہ پرچکا آخوندیوں پر کپڑا برآمد کیا جاتے جب کہ اسے پچالنے میں باذمی فائدہ ہے۔

اپ دیکھ رہے ہیں کہ خون دینے کو آج تک کے دن کرو تہذیب کا نتیجہ ہے جائز قرار دیا۔ اس کے تسبیح میں خون کی تجارت عام ہوتی۔ اگر آنکھ یا کوئی اور عضو دنیا بھی اسی طرح جائز ہو تو پھر مردہ جموں کی تجارت بھی عام ہی ہوگی۔ اس سے زندوں کو فائدہ ہے تو پھر مگر جسم انسانی کا وہ احترام ختم ہو جاتا ہے جسے اسلام نے ذہن نشین کرایا ہے۔

انسانی گوشت کھاتے کی بات پر ایک ای مدت یعنی دنیا میں کھتے ہی لوگ اسے کھاتے ہیں اور شوق سے کھاتے ہیں۔ ان سے پوچھئے کہ یہ کس قدر خوش ذائقہ ہوتا ہے۔ اگر ہم اور آپ بھی مادیت ہی کی سطح سے سوچیں تو کوئی وجہ نہیں کہ انسانی گوشت کو بطور خوراک استعمال کرنے کا ضرور اپنی بات معلوم ہو۔ دیسے بعض مستلزم حالتوں میں مردہ آنکھ سے فائدہ اٹھانے کا جواز بھی ہو سکتا ہے مگر قانونی مشیبات کی بنیاد پر نہیں بنائیں۔

لئی ہیں ان کے باشے میں تحقیق و مذاہت فرمائیں کہ ان کا وزن اور حیثیت کیا ہے۔ ان کے پڑھنے اور شنیدنے سے ہیں میں خیال سایدہ اہوتا ہے اور کوتاہ علی کے باعث براہ راست ذخیرہ احادیث کی طرف رجوع نہیں کر سکتے۔ امید ہے کہ تو جو فرمائیں گے (۱) کہت کہذ آمُحْفِيَا فاحبَّيْتَ أَنْ اعْرَافَ خَلْقَتْ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

(۲) ادل ما خلق اللہ فرزی - نولانع لما خلق

الجن نالاش قال و فلوك ؟

(۳) آدم علیہ السلام کی پیشائی میں نو محمدی کو رکھا گیا جب روح بکون قالب آدم میں داخل ہوئی ؟

(۴) آدم علیہ السلام نے آنکھ کھولی تو عرش تا فرش لاد الملا دا محمد الرسول اللہ کھا ہوا نظر آیا اس کے طفیل سے دعا کی تب معرفت ہوئی۔

(۵) حضور کی پیدائش کے وقت کی جو روایاتیں بیان کی جاتی ہیں ان کی حیثیت ہے مثلاً پیدائش کے وقت جبریل فرشتوں کا ایک جلوہ سیکر کعبہ کے اوپر درود سلام پڑھتے ہوئے جاتے ہیں اور حضور انصب کرتے ہیں۔ حضور کی والدہ کے مکا شفات کہا تھے ؟ حضرت آمنہ کو شام و عصرہ کی عمر تین نظر آئے گئی تھیں۔ پیدائش کے وقت جنت کی حوروں سے گھر رکھ لیا تھا۔ ایک او ازاً تی حضرت آمنہ خوف زدہ ہو گئیں۔ پھر جبریل علیہ السلام مرغ سفید کی شکل میں نبود اور ہوئے اپنا پرستی سے ملا اور ہر ایک حمام پیش کیا اور اسے خوب سیر پور کر دیا۔ پھر جبریل عنزہ عرض کیا اظہرید المرسلین اخیر خاتم النبیین۔

(۶) جبریل عکو و خود بختا گیا تو آئے ان سے پوچھا جھسے پہلے کس کو پیدا کیا تو ایک نور نظر آیا فرمایا گیا یہ حضرت محمد ہیں۔ پھر چار ستارے نظر آئے فرمایا گیا یہ چار یا ہیں ؟

الجواب:-

کسی روایت کو اس لئے قابل اعتبار نہ سمجھتے کہ وہ کسی ایسی کتابیں درج سے جسے اہل سنت کی کتابوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ آجکل جو لوگ بڑے شروع میں مہنت

آداب اسلامی میں داخل ہے لیکن کہت احادیث میں کسی صحیح کے ساختہ آپ کو یہ الفاظ نہیں ملیں گے کیونکہ وہاں چونکہ بار بار صحابوں کے نام آتے ہیں اس لئے اس ادب کے لزام میں پڑھنے ہوتا۔

اسی طرح اکثر علماء کی تحریروں میں آپ دیکھتے ہیں کہ حضور کے نام پر صرف صاد اور صحابہ کے نام پر صرف رحیم نے پر التفاکر لیا جاتا ہے۔ اس اختصار میں کوئی حرج نہیں جب کہ بار بار حضور کیا صحابہ کا نام غبارت میں بودھ رہا ہے۔

حال یہ کہ ۲۸۶ کے معاملہ میں جائز ناجائز کا تو کوئی سوال ہی نہیں۔ سوال میں اتنا ہے کہ ان واحد کو کھلکھلہ مٹھ دالی برکت حمال کی جا سکتی ہے یا نہیں تو ہمارا ایجاد ہے کہ کی جا سکتی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

سرجری سے چہرے کی مرمت

مسئلہ:- (الیضا)

آج کل پلاسٹک سرجری کے ذریعہ انسانی چہروں پر پائے جانے والے لقص دوڑ کے جائے ہیں اور بعض اوقات توجہ سے کی شکل ہی بدل جاتی ہے۔ کیا یہ جائز ہے ؟

الجواب:-

اگرچہ پر سچ جو کوئی نقص اور عیب ہے تو سرجری کے ذریعے اسے درد کرایتے ہیں کوئی حرج نہیں۔ لیکن صرف حسین بننے کے لئے چہرے کی مرمت کرانا ایسے ہی لوگوں کا کام ہو سکتا ہے جو قتوںے وغیرہ کے چکر میں نہیں پڑتے۔ اصل اسے صحت کہنا مشکل ہے، لیکن جو دل و دماغ اسلامی تصورات میں رستے ہوئے ہوں گے وہ ایسی حوصلہ جس پر متوجہ نہ ہوئے و اللہ تعالیٰ اعلم۔

لایقی روایتیں

مسئلہ:- از سید احمد۔ آک آباد۔
براهم چند روایتیں جواہل سنت کی کتابوں میں بکثرت

حضرت مولیٰ پیدائش سے متعلق روایتوں نافرمانی فرمد
من گھرستہ ہیں۔ صرف ایک فیصلہ جاندار ہی جا سکتی ہیں
مگر وہ ایسی ہی ہیں کہ انہیں نہ تو محاب و خراب ہیں نہ
پر یوں اور حوروں کے قصہ۔ جاہلوں سے تو بحث نہیں مگر
اہل علم اچھی طرح جانتے ہیں کہ روایتوں کی حاجج پر کھٹکی
مسلمانوں کے پاس ایک عظیم انسان فن موجود ہے۔ اس فن
کی کسوٹی ٹپرانی سے ایک بھی روایت معتبر ثابت نہیں
ہے بلکہ جن کو آئندے پر قلم کیا۔ فتنی باریکوں سےقطع نظر حضن
عقلی صفع پر غور کرنے کے میلادی روایات کے معتبر سو نیکا سوال
ہی کہاں پیدا ہوتا ہے۔ جب حضور مسیح پردا ہوتے تو یوراء عرب
کفر ہی کفر کی طاقت سے معمور تھا، معتقد تھا، اسلام کا تو وجود
ہی نہ تھا۔ پیدائش کے وقت جو بھی منتظر اور واقعہ دیکھا گیا ہوگا
یا جو بھی آواز سنی گئی ہوگی ظاہر ہے اس کے دیکھنے یا سننے کا
تعلق اس وقت کے کسی کافروں مشرک ہی سے ہو سکتا ہے۔

اب کیا یہ بات کسی معموقوں آدمی کی سمجھ میں آسکتی ہے کہ جو لوگ
تو ہم پرستی اور عجوب پسندی کے تحت پھر کے ہوں اور خیالی
دیوتاؤں کو بجھتے ہوں وہ حضور مسیح کی پیدائش کے وقت پیش
کرنے والے کسی غیر معمولی ولائقے کو اپنے بگیرے ہوئے ذہن کی
رنگ آمیزی کے بغیر دیکھنے کے اہل رہے ہوئے۔ ظاہر بات
ہے کہ ان کا ماتعاہدہ معتبر نہیں۔ پھر وکھ جس طرح انہوں نے

دیکھنا تھا سے تمیک ٹھیک بیار کر کے سامنے اسال بعد بلا
حذف و اضافة بیان بھی کر دیا ہو گا یا لفظیں لکھیں کیا جا سکتا ہے
کوئی ایک آدھ بات تو ایسی ہو سکتی ہے کہ تمیک ٹھیک لقل
ہی گئی ہو ورنہ یہ جو میلادی روایتوں کے اشارہ کتابوں میں جمع
ہوئے ہیں یہ تو اکثر مشترک من گھرستہ ہیں۔ فیشن یہ چل گیا ہے
کہ جہاں کسی نے ان روایتوں پر انگلی اٹھانی اسے برداشتی
کہدا یا گیا۔ جاہل بیجا سے میلاد کی محفوظوں میں یہ عجاشات سنکر
جو ہوتے ہیں اور میلاد پڑھنے والا عموماً خود بھی جاہل بلکہ اہل
ہی ہوتا ہے۔ دلائل پر کان وہ دھرے جس کے پاس علم و
فراست بھی ہو۔ روایت کے فن سے نالبرادر مبالغہ کی
دلائل میں ٹھکنے نکس دھنے ہوئے لوگ کیا دلیل کو سمجھیں گے
نہیں۔

ہوئے کا دعویٰ کرتے ہیں ان کا حال یہ ہے کہ اکثر تو ان
میں جاہل اور تم جاہل ہیں۔ جو خطوط سے اصطلاحی الفاظ
میں ”عامَّ“ بن کئے ہیں وہ بھی تو تم پرستی کلم عقلی اور علو
پسندی کے باعث کسی جاہل سے کم نہیں بلکہ جہل اور سے زیادہ
خط ناک ہیں۔

جس ملکے ہم باشدے ہیں اس کا حال بھی آپ
جانستے ہی ہیں کہ عجب ہے پرستی اس کی قضائیں ہمیشہ سے رچی
بھی ہے۔ یہاں کے بھی نہ اہب دی ماں میں ربوط ہیں،
بلکہ ان کی وجہ کا اختصار ہی دی ماں پر ہے۔ یہاں کے ماحول
میں مسلمانوں کا ذہن بھی اپنے اصل مقام سے بہت کردہاں
پہنچ گیا ہے جہاں صرف قصہ کہا نیوں کا نام نہیں بھبھکھا گیا
ہے اور اپنے بزرگوں سے محسوب روایتوں کو علم و فن کی
کسی کسوٹی پر پرکھے بغیر مان لینا سختی سعادت سلام کیا گیا ہے
پسچاہی سنت سے دنماخالی ہیں پوری لیکن تزادہ
تر ”اہل سنت“ ایسے ہی رہ گئے ہیں کہ ان کی کتابوں کو
پڑھ کر عقل سلم پسینے پسینے ہو جاتی ہے اور علم و فقہ سرپریٹ
لیتے ہیں۔ خاص طور پر سعیروں اور ولیوں کی تعریف و توصیف
میں تو ان بگرے ہوئے اہل سنت نے ٹھیک و ہی ذہنستی
روشن اشتیار کی ہے جس کے لئے اہل ہنود مشہور ہیں۔

اس نہیں کہ بعد سینے کہ عجی بھی روایتوں آپنے ذکر
کیں ان میں سے ایک بھی اعتماد کے قابل نہیں ہے۔ بعض
تو سرسے سے حدیث ہیں ہی نہیں۔ مثلاً لولاد کہ مہادی
روایت صرف جاہلوں میں حدیث کے طور پر مشہور ہو گئی ہے،
ورنہ کسی نامعلوم آدمی کا قول ہے جسے کسی بھی کتاب حدیث
میں نہیں دھوٹ دجا سکتا۔

بعض جزوی طور پر حدیث ہیں بلکہ طور پر انہیں
پرگز حدیث ہیں کہہ سکتے۔ ایک یا چند الفاظ طریقہ اسکا
لوگوں نے اصل حدیث کو کچھ کا چھوٹا سا دیا ہے۔

بعض کلی طور پر حدیث ہیں لیکن حدیث ہی نے
تصریح کر دی ہے کہ وہ ضعیف ہیں۔ جن کا کوئی اقتداء
نہیں۔

چلئیں لیکن سجدہ سہولازم آئیگا۔ فقہاء بہاں تاکہتے ہیں کہ اس زاندر رکعت میں سودہ فاتحہ پڑھنے کے بعد بھی بلکہ رکوع نک کر لینے کے بعد بھی اپنی بھول کا احساس ہو جائے تو فوراً بیٹھ جانا چاہیے۔ ہاں اگر ایک سجدہ کرنے کے بعد احساس ہوا تب دوسرا سجدہ کر کے اس رکعت کو تسلیم کرنا ضروری ہے۔ اس کے بعد اسے اختیار ہے کہ یا تو سجدہ سہو کر کے نماز تمام کر دے یا مزید ایک رکعت پڑھ کر تمام کرے۔ سجدہ سہو پر حال ضروری ہو گا۔

حافظ صاحب خدا جانے کس نیاد پر دعویٰ کرتے ہیں کہ پیش آمدہ صورت میں سجدہ سہو جائز نہ تھا۔ لفہ دینے کی بات صاف ظاہر کرتی ہے کہ قیام پوری طرح پڑھ کا تھا پچھکروں سجدہ سہو نہ ہو گا۔

اماً صاحب کی غلطی یہ ہے کہ وہ سیدھا کھڑے ہو جانے کی صورت میں رکعت پوری کرنے کا مشورہ دیتے ہیں حالانکہ درختوار وغیرہ میں صراحتہ لکھا گیا ہے کہ سجدے سے قبل جس وقت بھی اپنی بھول سے آگاہی ہو جائے قعدہ کر لیا جائے

قرآن میں ترتیب

سوال ۹: - (الیضا)

قرأت جری میں اگر امام سے سہواً خلاف ترتیب آئت داگے پچھے ہو جائے تو کیا ایسی صورت میں نماز فاسد ہو جائی؟ چونکہ حافظ صاحب مذکور ہے ہیں کہ نماز فاسد ہو گئی دہراں جائے۔ چنانچہ نماز فرض پھر سے پڑھی گئی اور اماً صاحب کہتے ہیں کہ نماز ہو گئی اور دوبارہ پڑھنے سے انکار کیا اور کہا کہ جب نماز ہو گئی تو پھر کیوں پڑھی جائے۔ باوجود یہ خلاف ترتیب تین آیت کے بعد ہوا ہے۔ یاں وجہ جماعت میں بہت پڑھنے پڑ گیا ہے ایک دوسرے کے ساتھ سلام و کلام نک بند ہے عجب نہیں کہ اور خرابی کی نوبت پہنچ جائے۔ شفیعؑ صحیح مسئلہ نہ ریکھے تخلی خواب عنایت فرمائے شکریہ کا موقع دیں۔

اجواب:

جب تحقیق کے بغیر اخہار راستے کرنے کی دباؤاً ہو جائے

اور کیا نصیحت قبول کریں گے۔ خلاصہ جواب یہ ہے کہ آپ داہی روایتوں کے مچکر میں پڑھ کر پس دماغ کو کباڑ خانہ نہ بنانی ہے۔

تراؤح میں سہو کا ایک مسئلہ

سوال ۱۰: - از جماعت بیدر (پیر آسم)

نماز تراویح کی رکعت اخیرہ میں حافظ قصر آن الگ سہو؟ تیسری رکعت کے لئے سیدھا کھڑا ہو جائے تو قدر دینے پر بیٹھ جائے تو اس رکعت کو پوری کر کے سہو کر لے ۹ اور اگر بیٹھ جائے تو اس پر سجدہ سہولازم آتا ہے یا نہیں؟ حافظ صاحب مذکور چو اپنے کو عالم بھی کہتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ ایسی صورت میں سجدہ سہو جائز ہیں ہے اور اماً صاحب کہتے ہیں کہ سیدھا ہو جانے پر اولاً تو بیٹھنا ہی نہ چاہیے بلکہ رکعت کو پوری کر کے اخیر میں سجدہ سہو کر لے اور اگر بیٹھ ہی جائے تو اس پر بھی سجدہ سہولازم آتا ہے۔

الجواب:

علوم ہر نہ تھے کہ حافظ صاحب اور اماً صاحب دونوں امکل پچھے بات کر رہے ہیں ورنہ صورت مسئلہ اور اس کا صحیح جواب تین ترتیب نعم میں صاف طور پر درج ہے۔

قعدہ اخیرہ فرض ہے۔ جس طرح ترک واجب پر بجزہ سہولازم آتا ہے اسی طرح فرض پاواحیب میں اتنی تاخیر ہو جائے پر سجدہ سہولازم آجائتا ہے جتنی دیر میں نماز کا کوئی سایہ بھی چھوٹے سے چھوٹا رکن ادا ہو سکتا ہو۔ اس کی تکمیل فقہاء بیوں میان کرتے ہیں کہ ایک شخص قعدہ اخیرہ بھول کر کھڑا ہو گیا اگر تو پوری طرح کھڑا نہیں ہو پایا تھا کہ بھول کا احساس ہو گیا تو اسے فوراً بیٹھ جانا چاہیے اور سجدہ سہو کے بغیری نماز پوری کر لینی چاہیے کیونکہ ادھورے سے قیام پر جتنی مدت صرف ہوئی وہ اتنی قلیل ہے کہ اتنی مدت میں کوئی بھی رکن نماز ادا نہیں ہو سکتا۔ پس تعریف اسے لفاظ ادا کرتی ہے۔ لیکن پوری طرح کھڑے ہو جانے کے بعد بھول کا احساس ہوا تو اس صورت میں بھی اسے فوراً ہی بیٹھ جانا

چھکٹے کایا جو انہیں جس کا ذکر سوال میں کیا گیا ہے۔ خدا تو بھول چوک کو معاف کرے اور اپنے بندوں کو سہو تو تین عطا فرمائے لیکن بندے خواہ خواہ اپنی طرف سے سخت گیری اور شدت پر اڑتا ہے ایسیں یہ بہت افسوس ناک ہے۔ سوال میں مج نہیں کہ امام نے خلاف ترتیب پڑھنے کا فعل ارادہ کیا تھا یا سہو۔ قیاس یہی ہے کہ بیچارے سے سہو اُس کا صدور ہو گیا۔ اب قانون شریعت تو یہ کہتا ہے کہ اس بھول چوک کی وجہ سے اس کی پڑھائی ہوئی نماز میں ضاد نجاح محسوسی کو رہت ہے پیدا نہیں ہوئی مگر حافظ صاحب شریعت کا احترام نظر انداز کسے اپنی طرف سے کہتے ہیں کہ کہا ہے تو کسی ضاد واقع ہو گیا اور نمازو بارہ پڑھی جائے۔

یہ کسی المناک بات ہے۔ اس کی حرطیں ہماری اس گروہ اور غفلت میں ہیں لیکن کربلان سے الگ چشم آخہت کے حساب کتاب کا عقیدہ ظاہر کرتے ہیں لیکن ہمارے قلب و روح میں یہ عقیدہ ایک زندہ اور متاخر کشے کی چیزت میں موجود نہیں ہے۔ ایسا نہ ہوتا تو حافظ صاحب بغیر تحقیق کے حقیقت میں بن بیٹھتے۔

خوب سمجھ لیجئے۔ خلاف ترتیب قراءۃ قصداً بھی کیجاۓ تو صرف کمروہ تحریکی میں مقصود صلة نہیں۔ اور یہ بھی اپنے نمازوں کی حد تک است۔ تو افضل میں جان بوجھ کر بھی خلاف ترتیب پڑھنا مکروہ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم رب کو احسان منہ ارادی عطا فرمائے اور ہم ذرا ذرا اسی بات پر اڑنے جھکڑنے نیکی بری عادت سے باز آ جائیں۔

کاروبار کا ایک غلط طریق

سوال ۲: — از حفظ اللہ حسن پورہ وارانسی۔
بنارس میں کاروبار کا طریق احمد پارچہ بانی ہے اور بنارسی ساطھیوں کو بنانے والے زیادہ تر غربی لوگ ہیں جو اپنی ساطھیوں کو تیار کر کے بازارے جاتے ہیں۔ ان ساطھیوں کو خریدنے والے ہم جن کاروباروں کو بجائے روپیہ نقد دینے کے ۲ یا ۳ ماہ کے ڈیو کا چک دیتے ہیں اب ظاہر

اور خود پرستی و نجوت نے دون ہیں ٹھوکر لیا ہو تو اسی طرح فتنہ جنم لیتے ہیں۔ بات پچھیرہ ہی نہ تھی۔ کسی بھی معروف کتاب فتنہ کو اٹھا کر ترتیب قراءۃ کا مسئلہ دیکھ لیا جاتا تو اخلاف ایک منت میں ختم ہو جاتا مگر اخلاف کا سر اجنب اخلاص کے عوض خود بینی و استنبکار سے ملا ہوا ہو تو سیدھا استہ کون اختیار کرتا ہے۔

ترتیب قرآن کے خلاف قراءۃ کرنے سے نماز فاسد ہو جاتے کا مسئلہ تو سرسے سے کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ کوئی بھی بھی کتاب فتنہ اٹھا کر دیکھتے۔ نماز فاسد کرنے والی چیزوں کی فہرست میں کہیں بھی آپ کو اس کا اندر اج نہیں ملے جائے۔ اس کا اندر اج تو ”کروبات صلوات“ میں ہے اور مکروہ چاہتے تحریکی ہی ہو وہ نماز کو ناقص صورہ کر سکتا ہے ”فاسد“ نہیں کر سکتا۔

اس سے معلوم ہوا کہ اخلاف مذکورہ کی بنیاد ہی بے علمی اور احسان ذمہ داری کے فقدان پر ہے۔ تفصیل میں جائیے تو تھوہا مکی تصریحات ترتیب کے مسلسل میں میں گی کہ فرض نمازوں میں جان بوجھ کر خلاف ترتیب قراءۃ کر نامکروہ ہے۔ مثلاً پہلی رکعت میں المترکیف پڑھی اور دوسرا میں مل لشیں تو اس سے نمازوں کو اہم تر پیدا ہو گی بشرطکہ قصداً ایسا کیا گیا ہو تھا اسے مراد ہے کہ والشیں پڑھنے کا ارادہ کرتے ہوئے مصلحتی کو یاد تھا کہ یہ المترکیف سے قبل درج قرآن ہے۔ اس صورت میں نماز مکروہ تھی جاتے گی۔ لیکن قصداً ایسا نہ کیا ہو تو کوئی اہم بھی لازم نہیں آئے گی بلکہ خلاف ترتیب سورۃ شروع کردیتے کے بعد اسے دوران قراءۃ ہی میں یاد بھی آجائے کہ میں خلاف ترتیب پڑھ رہا ہوں تب بھی کہ اہم واقع نہ ہو گی یہونکہ سورۃ شروع کرتے وقت اس کا ارادہ خلاف ترتیب پڑھنے کا نہ تھا لہذا اب یاد آ جانے پر بھی اسی سورۃ کو پوری کر لے اور نمازوں میں قطعاً کوئی کہ اہم پیدا نہیں ہوتی۔

یہ تفصیل جس کا جیچا ہے شامی وغیرہ میں دیکھ لے۔ ذرا اندر ازہر یہیجے کہ اس تفصیل کے ہوتے ہوئے اس لڑائی

پڑھاتے ہیں مفہوموں سے استفادہ کرنے کے عرض کاریگروں کو منظم طور پر اس چلن کو بدلنے کی سعی کرنی جائیتے اور اس سلسلہ میں عارضی طور پر چالان شکلات، اٹھانی نہیں بھیں جھیلنا چاہتے۔ یہ معاشرے کو فقط مسلمان ہی کاریگروں کی تشویش کا نہیں ہے بلکہ ہر قلت و مذہب کا کاریگر اس میں پیش میں ہے۔ جو کاریگر طور عقیدہ سود کو بُرائیں سمجھتے یا بنے میں کوئی مذہبی تباہت نہیں جانتے وہ بھی تو عملی برداشتی اور نقصان میں برابر کے مشرک ہیں پھر کوئی نہ اسی تدریج شکر کے تحت مسلم وغیر مسلم کاریگر ملکہ اس ظالمانہ رواج کو بدلنے کی سعی کریں۔

نفسانیت کے جلوے

مسئلہ ۱: سد از غلام رسول۔ مسری نگر دشمن
یہاں ایک اہل حدیث میر واعظ جمعہ کے روز نماز سے پہلے خطبہ کی تشریخ کرتے ہیں۔ آج کے جمعہ میں انھیں کہا کہ صحیح بخاری اور فتنہ آن شریف ایک ہے۔ جو ترجیح بخاری میں ہے وہی قرآن پاک میں ہے اور جو قرآن پاک میں ہے وہی صحیح بخاری میں ہے۔ اس میں کوئی فرق نہیں ہے۔ یہ بھی میر واعظ نے کہا کہ مولانا مودودی صاحب نے پاکستان میں ایک تقریبی کی ہے جس میں انھیوں نے فرمایا ہے کہ قرآن جیسی کتاب دنیا میں کوئی نہیں ہے۔ اہل حدیث میر واعظ صاحب کو لگان ہوا ہے کہ مولانا مودودی صاحب حدیثوں کا انکا کرتے ہیں ان اہل حدیث میر واعظ سے ہم نے ملاقات کے دروان عرض کیا کہ مولانا مودودی صاحب کا طریقہ حدیثوں سے بھرا ہوا ہے۔ لیکن اس پر وہ یہی لکھتا ہے کہ مولانا مودودی حدیث کے نہ کہیں اور انھیوں نے صاف کہا ہے کہ قرآن جیسی کتب دنیا میں کوئی نہیں ہے۔

الجواب:-

زمانہ ہی ایسا آیا ہے میرے بھائی کہ جن کے ناک نہیں وہ تو بڑے بخترے اپنے آپ کو ناکدار کہتے ہیں اور جن کے ناک ہے وہ غریب تھوڑھپاٹے پھرتے ہیں کہ دنیا والے انھیں

بھے کہ وہ کاریگران کس طریقے سے رشم کلابتوا اپنے ھکنے پینے کا سامان خرید سکتے ہیں۔ جو کاریگر وہ بخی نہیں وہ تو جیک کو روکھ سکتے ہیں۔ تینکم بخی داں کا رنگرول تو در پیچ سیکھنے کی ماہ کے حسابے میں یا سماج دعے کیا اپنا کام چلا اپنے کاٹے اور اگر طبہ نہ دیں تو نتیجہ یہ ہر چک کار خانہ بند ہو جائے گا کیونکہ سامان کے لئے نقد روپیہ دینا ہوتا ہے اور جیک دے کر رشم یا کلابتوا خریدنا چاہیں تو دکاندار بھاڑ بڑھا کر دیتے ہیں۔ مثال کے طور پر اگر کوئی سارہی شور و پیہ میں بخی تو اس کا بیٹہ اگر ۳ ماہ کا چک ہے تو چھروپیہ ہوا باب وہ سارہی جو چور انوے روپیہ کی پڑی ایسی مجبوری کی حالت میں جہاں کر ۹۵ فیصد ای دو کانزار چک پر ہی مال لیتے ہیں کاریگروں کو بستر دینا چاہئے یا انہیں اگر نہیں تو ان کاریگروں کو لیکا کرنا چاہئے۔ آپ سے گذارش ہے کہ آئندہ اشاعت میں اس کا جواب عنایت فرمائیں تاکہ ہم لوگوں کو کوئی راستہ نہیں سکے۔ ہمارے بہت سے دوست احباب آپکے ہواب کا انتظار کر رہے ہیں۔

الجواب:-

صیہیت یہ ہے کہ نہ تو مسلمان کاریگروں میں حلول و حرام کا نزدہ احساس اور اسلامی تعلیمات کا لحاظ پایا جاتا ہے نہ یا ہمیں ربط اور تعلیم ہے۔ ایسی صورت میں کسی مفتی کے فتوے سے کوئی مشکل حل ہو سکتی ہے۔ اگر کاریگروں میں باہمی ہمدردی، اتحاد اور یہ ہو اور ایک غلط اور ظالمانہ رواج کو تبدیل کرنے کے سلسلے میں وہ ایثار کا حوصلہ بھی رکھتے ہوں تو کوئی وجہ نہیں کہ ہم اس کی عرق ریز چنیوں کے صلے میں نقدر روپیہ دیتے کے عرض ایک ایسا کاغذ کا لحاظ ادا کر میں پکڑ دیں جو بغیر نقصان اٹھاتے نہیں تبدیل ہی نہ ہو سکتا ہو۔ حرابی ہیں سے ملتی ہے کہ ڈی جیک کا طریقہ برداشت کر لیا گیا ہے۔ جب اسے برداشت کیا گی تو لازماً اس تجھی برداشت کرنے ہوں گے۔ جو لوگ اس طریقے کے مقابل اپنا مال کچھ ہونگا دیتے ہیں وہ اتنے ظالم اور قابل نفری نہیں ہیں جتنے یہ ہم اس جو طریقے

اب اگر اہل علم کے مرتب کردہ عربی خطبوں کے علاوہ خطیب کو وعظ اور اردو خطیب کی بھی اجازت دیدی جائے تو لازمی ہے کہ وہ اپنا خاص نقطہ نظر سامنے لے گا اور ہرست سائل میں وہ رائے ظاہر کرے گا جسے حاضرین جمعہ میں سے نہ جانے کتنے افراد غلط سمجھتے ہیں۔ اب یا تو وہ اس پر عذرخواہ ہوں گے اور مسجد بحث کا اکھڑاہ بنتے گی یا پھر وہ دل ہی دل میں تو ٹھیں گے اور ارادہ کریں گے کہ آئندہ کسی اور مسجد میں جمعہ پر ٹھیں۔ ان میں سے ہر تکلیف صریحًا فتح ہے۔ لہذا خبرت اسی میں ہے کہ جمعہ میں وہی عربی خطبے پڑھے جائیں جو تفقیع علیہ عقائد مشتمل ہیں اور ان کی اور دوسری تبع بھی ہرگز نہ کی جائے کیونکہ جیسا آئیے دیکھ لیا تشریع کرنے والا اصل خطبے تک محدود نہیں رہتا بلکہ تبع تناں کرائیے خاص نظریات بھی دوسروں پر مٹھوںسلیے بھلاکسی بھی عربی خطبے میں مولانا مودودی کا ذکر کہاں میں اگلی جو میسر واعظ صاحب بے تشریع میں اسے جوڑ دیا۔ نہ خطبوں میں کتب حدیث کے علمی مقام سے بحث کی جاتی ہے۔

چنان تک فرض مسئلہ کا تعلق ہے جو شخص بخاری کو قرآن کے بالکل صادی اور ہم وزن کے وہ خارج از اسلام ہے کیونکہ بخاری کو قرآن جیسا ہے کہ مطلب یہ ہے کہ اس کا ہر ہر لفظ جن صد اور اقویں سے منقول ہو کر ہر کسے سامنے آیا ہے وہ سب کے سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح صحوم تھے ان سے فلسفی مکن ہی نہیں تھی۔ ایسا ناخو خصیدہ ظاہر ہے کہ مسلمان کا تو ہو نہیں سکتا۔

اور تنہ استدار اہل علم جلتی ہیں کہ صحیح بخاری کے متعدد راویوں پر ادغے درج کے محدثین نے کلام کیا ہے اور یہ بھی جانتے ہیں کہ پوری بخاری میں ایسی مسماۃ مرحدیں چاہس بھی نہیں ہیں جو صحت، تقطیع اور وقت میں کسی آیت قرآنی کے بالکل ماتفاق اور مکمل اور ہم پایہ ہوں۔ آج جکہ سائنس نے ہوا اور روشنی اور یکسوں تک کوناپ تو لیا ہے ان لوگوں کی بے خبری اور کم عقلی کا کیا لٹھکا نا ہے جو بھی نہ سمجھ سکتے ہوں کہ بخاری کی حدیث باوجود واجب القبول ہونے کے وزن، مقام، وقت اور جان کے اعتبار سے وہ مرتبہ نہیں رکھتیں جو آیات قرآنیہ کا ہے۔ قرآن

نکٹے کمہر ہے ہیں۔ آسمان کے نیچے اس سے بڑھ کر تھی اور اٹل بات اور کیا ہو گی تھی۔

”قرآن صیبی کتاب دنیا میں کوئی نہیں ہے“
مگر دیکھنے تھے اسی اٹل اور واحد ترین صداقت پر میر داعظ صاحب، کس طرح اعتراض فراہم ہے ہیں۔

مولانا مودودی نے اپنی کسی تصریح میں کیا کہا تھا۔ یہ الگ سلسلہ ہے۔ ہمیں معلوم ہے کہ کافی دن ہوتے صحیح بخاری کے تعلق سے ان کی ایک تقریر کے اقتباس پر فل غماڑہ جا گیا تھا کون نہیں جانتا کہ تقریریں غلط بھی نقل ہوتی ہیں۔ نقل کرنے والا ٹیپ ریکارڈر تو نہیں ہوتا کہ من و عن ٹیپ کرتا چلا جائے۔ وہ اپنے طور پر مقرر کا مفہوم لکھتا جاتا ہے اور اس کے الفاظ جوں کے توں مقرر کے الفاظ نہیں ہوتے۔ لہذا کوئی بھی مسجد عالم کسی بھی تقریری اقتباس پر ایسے اعتراضات نہیں کر سکتا جن کا تعلق خالص الفاظ سے ہو۔

علاوہ ازین جس اقتباس پر اعتراض کیا گیا تھا وہ پہاڑ علم میں ہے۔ وہ فقرے صدر فی صدر درست تھے جو مولانا مودودی نے ہے تھے اور پچھلے ہزار برسوں میں کمی عالم اور فقیر نے ایسی بات نہیں ہے کہ جو مولانا مودودی کے اس اشارہ کے خلاف ہے۔ مگر معترضین نے ان کے صفات و سادات فقروں کو اپنے تعصب اور سو و نظر کی خراد پر چڑھا کر پرے معنی پیدا کئے اور شور و شر پھایا۔

خیریہ تو پرانی بات تھی۔ سوال یہ ہے کہ اس شخص کے فتنہ پرداز اور شری ہونے میں کیا شکت ہے جو خطبہ جمعہ کو بھی مسلمانوں کے درمیان اختلاف کی اگ بھر کانے کے لئے استعمال کرتا ہے اور بجا متفق علیہ باتوں کے ایسی باتیں زبان سے نکالتا ہے جو گروہی افراق اور فکری نزاع کو بڑھانے کا موجب بنیں۔ اس سے اندازہ فرمائی کہ تقریباً اہل علم کس لئے عربی خطبہ روکتے ہیں اور اردو وغیرہ میں واعظ و تقریریے روکتے ہیں۔ مسجد ایک ایسی جگہ ہے جہاں ہر مسلمان خاڑی پڑھنے آتا ہے۔ پھر جمجمہ کی نماز میں تو جمع اور بھی زیادہ ہوتا ہے۔

کی جاتی ہیں۔ کاشش یہ لوگ سوچ سکتے کہ مولانا مودودی کا تعاقب کرنے میں جو وقت اور انحراف وہ صرف کرو ہے ہیں وہ دراصل اسلام دشمنوں کو سہارہ دینے میں صرف ہی رہی ہے
ماں کا حکم مانیں یا باپ کا

سوال: — نام و مقام ندارد
لڑکے یا لڑکی کا رشتہ کرنے وقت بعض دفعہ تنازعات

غیر معترضی صورت اختیار کر لیتے ہیں۔ باپ کا رادہ یہ ہوتا ہے کہ اس کے حسب بشار شرستہ طبقے اور والدہ کی خواہش پر ہوتی ہے کہ وہ اپنی مرخصی سے جہاں چاہے رشتہ طبقے دکونی طوکرے والا نہ ہو) دونوں بزرگ بچوں کو اپنی طرف پہنچنے اور اپنے پیچھے لگانے کی کوشش کرتے ہیں۔ بچوں کے دل میں یہ

بات جائز ہے مگر کہ "ماں کا حق زیادہ ہے اور جنت مان کے قدموں کے نیچے ہے۔" لہذا بچے والدہ کے طرفدار ہو جاتے ہیں اور باپ الکارہ جاتا ہے۔ اس کے بعد والدکی سرگرمیاں ماند ٹر جاتی ہیں۔ ایک تو بچوں کی اس یک طرف جانبداری سے اس کا دل بایوس ہو جاتا ہے۔ دوسرا والدہ کا تمام بچوں کو پس پیچھے لکھ رکھ رہا اپ کی اطاعت سے روکتا ہے باپ کے لئے زمیز پرشتابی کا باغت بن جاتا ہے۔ تیسرا طاہر ہے کہ اچھا گھر بیوی امن و سکون کے ساتھ زندگی کذارے میں صروف تھا اب یا ہمی کشیدگی کا اکھاڑا بن جاتا ہے۔ اس کشیدگی کا اثر فقط گھر کی چار دیواری تک ہی محدود نہیں رہتا۔ بلکہ اس کا اثر باپ کے قرابت داروں اور ماں کے قرابت داروں دونوں پر پڑتا ہے اور خود بچوں پر اس کا اثر ہے کہ والدہ کی اطاعت کو وہ فرض عین جانتے ہیں اور باپ کی طرف سے ان کی ذہنی حالت بغاوت کا تیرہ دیتی ہے۔ بچے جب ماں کا ساتھ دیتے ہیں تو قیامتاً ماں کا حوصلہ بڑھ جاتا ہے۔ لیکن باپ

اپ ہے آپ کو اکیلا اور بے لس حموس کرتا ہے۔ اب باپ کے لئے اس کے سوا کوئی چارہ کا رہا تی ہیں رہ جاتا کہ یا تو وہ انہوں بیوی بچوں سے فتح تعلق کرے اور انھیں ان کی حالت بچھوڑ دے۔ یا پھر اپنی بقیہ زندگی کو ان کے حق میں بچ دے۔ بچے

کا فقط لفظ اُسی ہے لفظ بجا ایک ایک حرف ہے۔ وہ تو ہمارے خدا کا کلام ہے۔ مگر بخاری کی حدیثوں میں زیادہ تر الفاظ راویوں کے اپنے الفاظ ہیں۔ خود حضورؐ کے الفاظ جوں کے تو وہ مکمل محفوظ ہو سکے ہیں۔ مخصوص علم رکھنے والے تمام علماء اور حجتین حاشیت اور مانستہ میں کمزیادہ تر روایات روایت بالمعنی کے قبیل سے ہیں لیکن راویوں نے حضورؐ کے ارشاد فرمودہ قول کا مفہوم اپنے الفاظ میں بیان کر دیا ہے۔ اب الگ چہان اویں پر اعتماد کے باعث ہم اس مفہوم کو قبول کرنے اور اسے رہنمای بنانے پر جو ہوں۔ لیکن غیر معصوم انسانوں کے الفاظ میں بیان شدہ یہ نہ ہم اس آبیت قرآنی کا ہمسر کیسے پہنچائیں ہے جس کا حرف حرف اللہ جل شانہ کا اپنا فرمودہ ہے۔ سُبْحَنَهُ مَا اعظم مِرْسَانُهُ

یہ بالکل جھوٹ ہے کہ صحیح بخاری میں ہے وہی قرآن پاک میں ہے۔ کہنا پر چاہئے کہ جس طرح قرآن کے دستی ہوتے ہے احکام مسلمانوں کے لئے واجب القبول ہیں اسی طرح بخاری کی صحیح احادیث سے معلوم ہونے والے احکام بھی واجب القبول ہیں کیونکہ ظن غالب یہی ہے کہ وہ حضورؐ کے دستی ہوتے احکام ہوں گے۔ پھر بھی درجہ و حجوب کافر طح نظر کھانا ضروری ہے۔ سن لیجئے کہ کسی ایسے حکم کا منکر تو قیمت کافر کھلاتے گا جو قرآن سے صریح و حکم طور پر ثابت ہو لیکن جو حکم صرف ایک حدیث سے ثابت ہو اور قرآن میں اس کا ذکر نہ ہو اس کا منکر کافر نہیں کھلاتے گا۔ چاہئے یہ حدیث بخاری ہی کی کیوں نہ ہو۔ اس سے معلوم ہو کہ قرآن اور بخاری کو ایک سطح پر رکھنا کسی بھی پہلو سے درست نہیں۔ جو لوگ حدیث کی محبت کے غلبے میں ایسی جماعت کرتے ہیں وہ اسلام کے نادان دوست ہیں جن کی بھجوں کو غلو اور کچھ پلے جذبات نے ڈس لیا ہے۔

ہم آجناہ کے سوال کا تفصیل چاہب ہرگز نہ دیتے الگ مولانا مودودی پر انکا ہر حدیث اور تحقیق حدیث کے الزام کی جگہ ای دین کے نادان دوست و قیامت کرتے رہتے۔ پہلے بھی اس نام کی باتیں کی جاتی رہی ہیں اور اب بھی

تلے جنت پرست کا مطلب یہ ہے کہ اولاد کو ماں کی خدمت کرنی چاہئے۔ مددگری چاہئے۔ دلداری کرنی چاہئے۔ لیکن جن مسوروں میں ماں اور باپ کے درمیان ایسا اختلاف ہو کہ کسی ایک کی فرمابندی اوری سے دوسرے کی نافرمانی لازم آئے اس وقت یہ دیکھنا ہو گا کہ معاملہ کس ذرع ہے۔ اگر معاملہ کا تعلق اولاد کے مستقبل کی ہبڑی (اور دورانی) وغیرہ سے ہے تو فرمابندی اوری باپ کی کرنی ہوگی۔ کبھی تکہ عورتوں کے مقابلہ میں مرد کا ذکر و تذہب زیادہ قابل اعتماد ہے۔ آپ کو شاید معلوم نہیں کہ مرد اور عورت کے اسی قدرتی فرقہ کی بناء پر مشتملیت نے نکاح کے معاملہ میں اولاد کا ولی باپ کو مانتا ہے نہ کہ ماں کو۔ باپ موجود نہ ہو تو ولایت دادے پردادے کی پریخ جاتی ہے۔ یہ بھی نہ ہوں تو سکھائی کو۔ یہ بھی نہ ہو تو تو سوتیلے جاتی کو۔ ان سب میں سے کوئی نہ ہو تو پھر بھتھج کو پھر اس کے اڑکے کو۔ یہ سب ہوں تو جما کو۔ پھر ان کے اڑکوں کو۔ غرض ماں تک دلایت ہیں بجالتِ صحیحوری ہی بخوبی ہے جبکہ قریبی رشتہ رکھنے والے مرد موجود نہ ہوں۔ اس سے معلوم ہو اکہ ماں کا حق اپنی جگہ مسلم لیکن شادی کے معاملہ میں حصہ صحت سے باپ کی رائے کو فیصلہ لکن فقیت حاصل ہے اور اولاد کے لئے اصولاً ضروری ہے کہ اختلاف کی صورت میں باپ کی رائے اور حکم کو اس معاملہ میں فوکیت دے۔

یہ تو الگ بات ہے کہ مثلاً باپ شرایبی جواری ہو اور صریح طور پر وکسی ناموزون رشتہ کا اختیاب کرے۔ یا اس کے دلخواہ میں فتور ہو، یا قدرتی طور پر پرنسپرے کا احتی ہو اور اس کی حاقدت مابین پھر جان پہچان والے پر مسلم ہو۔ ان صورتوں میں تو اولاد کو اندھا حصہ نہیں حکم سے اختیاب کرنا ہوگا۔ لیکن عام حالات میں باپ ہی کا حکم اور فیصلہ شادی کے معاملہ میں شرعاً فائی اور مقدم ہے نہ کہ ماں کی خواہش اور پسند۔

نفس مسلم کی اس وضاحت کے بعد خاص آپ کی پیش کردہ صورت حال کے باشے میں عرض ہے کہ شاہر کے

اور اُن کی والدہ جو کام طرح چاہیں کریں۔ باپ کے کام میں دخل دینے بغیر اُن کا ہمسو بتارے ہے۔ یہ اور اس ذرع کے دیگر ھر لیاقتاز عادات میں پوچھنے کے لائق درج ذیل یاتی ہیں:-

- (۱) اگر بچوں کے معاملہ میں ماں باشے درمیان اختلاف پیش ہو جاتے تو اولاد کو اس معاملہ میں کیا کرتا جا ہے۔ حصہ مصارفہ کا تعلق تو اڑکے یا اڑکی ہی سے ہو گا اس صورت میں اگر اڑکا انکار کر دے تو باپ ناراض ہو جاتا ہے۔ اگر انکار کرے تو ماں کی ناراضی یقینی ہے۔ اگر کسی ایک کی بات پر بھی عمل نہ کیا جاتے تو اختلافات کا پیلسٹھم ہونے کو نہیں آتا۔ اس صورت میں اولاد کا کیا فرض ہے؟ دونوں بزرگوں میں کسے ترجیح دی جائے؟
- (۲) جس طرح اولاد کا یہ فرض ہے کہ وہ والدین کی اطاعت اور خدمت سر انجام دے۔ کیا بیوی کا یہ فرض نہیں ہے کہ وہ شوہر کی دل شکنی اور نافرمانی سے اجتناب کرے۔
- (۳) باپ اگر اپنی مرضی سے اڑکے یا اڑکی کا رشتہ طے کر دے تو کیا اس صورت میں والدہ کے لئے پر باپ کے طشده فیصلہ کو توڑ دینا چاہئے؟ (خواہ ان کی عزت خروج ہو رہی ہو) یا والدہ کی بات تسلیم کرنے سے انکار کر دینا بہتر ہے؟ (خواہ وہ ناراض ہی بیوں نہ ہوں)۔

الجواب :-

یہ سوال دراصل دین کا کافی حل نہ ہونے کے سبب پیدا ہوا ہے۔ بچوں کے دل میں یہ بات آخر کس نے جا گزیں کی کہ تمام معاملات میں ماں کا حق باپ سے زیادہ ہے۔ اگر انھیں اس سلسلہ کی اسلامی تعلیمات سے آگاہ کیا جاتا تو وہ اس غلط فہمی میں بدلنا نہ ہوتے۔

جنت ماں کے قدموں کے نیچے ہے۔ یہ بات بے شک درست ہے۔ لیکن تنہا یہی ایک حدیث تو والذین کے سلسلہ میں نہیں آئی بلکہ اور بہت سی احادیث موجود ہیں جن سب کا بغور مطالعہ کر کے علماء و فقہاء نے ماں اور باپ کے حقوق کی تفصیلات معین کی ہیں۔ ماں کے قدر یہ

لڑکا اپنی ذاتی رائے کے مطابق راستہ اختیار کرے یا پھر باپ کی اطاعت کرے۔ فو قیت بہر حال اس باب میں تشریع باپ ہی کے حکم اور مرغی کو حوال ہے۔

(۲) سوکے خدا کی نافرمانی کے تمام معاملات میں بیوی پر شوہر کی اطاعت ضروری ہے۔ حثک اسلام نے اسکی اخراجی فلاح کا مدار بھی بہت بڑی حد تک شوہر کی اطاعت ہی پر رکھا ہے۔ جو بیویان نافرمان ہوں اور شوہر کے بالمقابل مستقل حریف اور فریق کی پوزیشن اختیار کر لیں انہیں اسلام نتھیں سو نہیں اور قرار دیتا ہے اور آخرت میں ان سے سخت باز پس ہوگی۔

(۳) اس کا جواب ہو چکا۔ مفتر اپھر عرض ہے کہ شادی بیاہ کے معاملہ میں ولایت اور مشرعی قیادت مرد کو حاصل ہے نہ کہ عورت کو پسیں فرمودہ شکل میں باپ ہی کی اطاعت کی جائی۔ اگر اولاد نافرمانی کرتی ہے تو باپ کو اختیار ہے کہ اسے الگ کر دے۔ بیوی نافرمان ہے تو اسے نبیہ کی جائے۔ نبیہ کا رگر نہ ہو تو مناسب جسمانی سزا بھی دی جا سکتی ہے۔ اس سے بھی راہ مرد اختیار نہ کرے تو کسی مفتی کے پاس اس کے درد کا درمان سوائے تلقین صبر کے اور کچھ نہیں ہے۔

اہل و اغط

حوالہ :- رئیس الدین - علی پور۔ ضلع سیور۔
ایک واعظ صاحب جو چند کتابوں کے مصنف بھی ہیں ہمارے قبیلے میں اگر وعظ فرماتے ہیں۔ انہوں نے قرآن کی دو آیتوں کا کئی بارہ مدد رجہ ذیل ترجمہ و مقصد بتایا ہے کیا یہ صحیح ہے؟

آیت (۱) یومِ نَدَّ عُوْدَ اُمَّلَّ اُنَّا سَمْ يَا مَامَهْ (نبی اسرائیل) (حضرتیں) بلائے جاؤ کے تم اپنے امیوں کیستھے اس آیت میں صاحب موصوف امام کا مقصد بتاتے ہیں۔

”مرشد طریقت“ پیر

فرماتے ہیں سجد کا امام ہوئیں سکتا ہو نکرو وہ حور تو کا امام ہوئیں ہوتا اور کوئی امام ہوئیں سکتا اسلئے روز خشن میں ہر شخص پہنچنے پہنچنے پر یوں کے

مقابلہ میں عورت کی خود رائی اور شوہر کا حضور متعطل ہو کر رہ جانا غیر اسلامی طرزِ معیشت کا تھا ہے ورنہ حکمری بلو معاشرت اور میاں بیوی کے باہمی تعلق اور رہن ہوں کی جو تو عیت اسلامی قدروں کی روشنی میں ہیں ہوتی ہے وہ تو ایسی نہیں کہ بیوی تو ڈیٹھر بن کر غائب اور شوہر بیکی کا جسمہ بن کر مرد اہمیت ہر کا کرے۔ جن شوہروں کا آپنے ذکر کیا وہ وہی ہو سکتے ہیں جنہوں نے ابتداء سے زن مریدی کی روشن اختیار کر کے عورت کو سر پر چڑھالیا ہے اور خود تابع فرمان بن کر دھنگے ہیں۔ ایسیں قدرت نے قوام اور سربراہ بنایا تھا۔ یہ الگ اپنی مردانگی اور پیشی خصوصیات کو فلک قسم کی زن مریدی اور دلوں پر فرمان نہ کر جیکے ہوتے تو ممکن ہیں تھا کہ اولاد کی شادی کے موقع پر ان کی سربراہ ولایت پر بیوی صاحبہ قابض ہو جاتیں اور یہ خود سوائے حکم کھلانے کے اور کچھ بھی نہ کر سکتے۔ اب ایسے لوگوں کا علاج مفتی کیا بتائے جب کہ انہوں نے خود ہی اپنا منصب مردانگی صفت نازک کے سپرد کر دیا ہے۔

کسی بھی مسلمان کو اس علط قبی میں نہ رہنا چاہتا ہے اسکے اطاعت اور دلداری ہر معاملہ میں مان ہی کی مقدم ہے۔ مان چنگ کمزور جس سے اس نے اسلام نے قدرے خصوصیت سے اس کی دلداری اور خدمت پر توجہ دلائی ورنہ یہ بات ہیں ہے کہ باپ کی خدمت اور فریان برداری پچھلے حکم ضروری ہو۔ مان اور باپ دونوں ہی کی اطاعت اور ان سے حسن سلوک کا حکم قرآن اور حدیث میں تاکید و تکرار کے ساتھ آیا ہے۔

تینوں سوالوں کا ترتیب دار جواب یہ ہے کہ:-

(۱) اگر مصلحت ظاہری کے اعتبار سے لڑکے کے نزدیک اس رشتے میں کوئی خوبی ہو نہ بُرائی بلکہ قبول کرنا یا رکر دینا دونوں اس کے لئے یکسان ہوں تو مشرعی اعتبار سے اس پر باپ کے حکم کی تعییں ضروری ہے نہ کہ مان کے حکم کی۔

ہاں اگر لڑکا اس رشتے کو دل سے پسند نہیں کرتا ہے تو اسی کے مطابق اسے والدین کو ہمیار کرنے کی کوشش کرنی چاہئے با وجد کوشش کے والدین کا باہمی اختلاف رائے ختم نہ ہوتا یا تو

بخارے نے علم عوام کے سامنے پیش کیا ہے۔

چالالت کے علاوہ کم عقلی بلکہ عقل و شخصی یہ ہے کہ خدا نے تو فرمایا کہ ہم تمام لوگوں کو ان کے اماموں سمیت بلاستکے کو یا معلوم ہو گیا کہ ہر شخص اور ہر گروہ کے لئے کوئی نہ کوئی "ام" ضرور ہوتا ہے۔ لیکن واعظ صاحب اس تیار اصطلاحی پر لفڑتے ہیں۔ حالانکہ سب جانتے ہیں کہ اسی سے لوگ تو دنیا میں پانچ نی صدی بھی نہ ہوں تھے جن کا کوئی باقاعدہ پیر ہو۔ آیت میں صرف مسلمانوں کا ذکر نہیں تھا فرع انسانی کا ذکر ہے۔ مسلمانوں ہی میں الگریت ان لوگوں کی ہے جو پیری مریدی کے تصور تکے دور ہیں۔ رہ چری مسلم تو ان کے معاملہ میں اصطلاحی پیر کا سوال ہی پسیدا نہیں ہوتا۔ یعنی تا ان کراگر ان کے بعض اخبار وہ پہنچ اور دادری صاحبان کو پرسوں کی صفت میں رکھ لیا جائے تب بھی اکثر غیر مسلم ایسے ہی نکلیں گے جن کا ان صاحبان سے کوئی رشتہ عقیدت نہیں پھر کہیونہ سٹ نو سے سے دین و مذہب اور خدا ہی کے منکر ہیں۔

اس صورتِ داقعہ کی موجودگی میں "ام کا داد" مصداق اصطلاحی "پیر" کو بنانا اتنی بڑی کو رہماں ہے کہ اسکے کم لفظوں میں مانجولیا کا جا سکتا ہے۔ اس طرح دوسری آیت سے صبور کے حاضر و ناظر ہونے کے باطل اور مشترکا نہ عقیدت کی تائید نکالنا چالالت و معاہدت کا شاہکار ہے۔ ہم آپ کو بتاتے ہیں کہ ہر دو آیات کا کیا مفہوم و متشابہ ہے۔

(۱) قیامت کے دن کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ اس دن ہم ہر فرقے اور گروہ کو اس کے پیشوائے ساختہ بلا تیں گے۔

"ام" کا تحریکہ پیش ایسا سردار یا سرخند یا سربراہ ما تائید نہ ہے جو چاہے ہے۔ یہ بہر حال ظہر ہے کہ تو امام کا داد ترجیہ اور مصداق "پیر" ہو سکتا ہے جو امام صرف نیک اور اچھائی کی طرز کے جائے والے ہی ٹوکتے ہیں بلکہ برا فی اور کفر و مگرا ہی کی طرف لے جائے والوں پر بھی امام کا

ساختہ بلا جائے گا جو کمی کا میری نہیں اُس کا نہ معلوم کیا جائز ہے۔ آیت (۲) الذی اد اہل بالمومنین من القسم
({سورہ الحزاب آیت ۶۵}) (ذبیح تھاری جانوں سے زیادہ
قریب ہے) فرماتے ہیں خود قرآن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حاضر و ناظر تبارہ ہے۔ فرماتے ہیں کہ اللہ شاہ رگ سے زیادہ
قریب ہے، لیکن جو تجویز سے بھی زیادہ قریب ہے اور
وہاں کہتے ہیں کہ حضورؐ کو حاضر و ناظر نہ کہو۔

الجواب علیہ :-

یہ جو آپ مسلمانوں میں طرح طرح کے طالب و فاسد سے مدد رواج اور غیر اسلامی تصورات و عقائد اور کفار و مشرکین جیسے اعمال و مشاغل کثرت سے دیکھتے ہیں یہ دراصل ایسے ہی واعظیوں اور خطیبوں اور پیروں کے تھیلائے ہوئے تو ہیں جن کے پاس نہ کافی علم ہے تھا کام کا دباغ نہ خوف آخرت۔ ان کا مشغله دین کی آڑ میں دینیا کانا اور سادہ طرح عوام کی بے علمی سے ناجائز فائدہ اٹھانا ہے۔ یہ اکثر ویژہ ترویج ہوتے ہیں۔ بعض نے کچھ بڑھ لکھ لیا ہے تو اسکے داخل میں نجود انہیں۔ وہ علم جاہل انسان کو اور اچھل بنا دیتا ہے جسے ہم تم کرنے اور تصحیح طور پر استعمال میں لاست کا اسیں سلیقہ نہ ہو۔ پھر بے سلیقی کے ساختہ ہوس اور مفہادیرستی کا زیر بھی شامل ہو جائے تو اس علم کی مثال اس تھیمار کی سی ہوئی ہے جسے گھر کے چوکیدار کو دیا تو اس لئے گیا ہو کہ چوروں اور ڈاکوؤں کے خلاف استعمال کرے لیکن چوکیدار اس تھیمار کے ذریعہ گھروں ہی کو لوٹ لے۔

آپ کے یہ واعظ صاحب اسی غول کے ایک فرد معلوم ہوتے ہیں۔ ان کی بیدترین چالات یہ ہے کہ آیات قرآنی کی تفسیر میں ایسے معانی بیان کر رہے ہیں جو کہ ادنیٰ تصورات کو پوری تالیع اسلام کے تھی قابل ذکر مقصود اور عالم و نقیشے نہیں کیا ہے۔ قرآن کی صدر تفسیر میں جیسی چیزیں موجود ہیں۔ جس کا جی چاہے اٹھا کر دیکھے۔ مثلاً کروہ دونوں آیات کے ترجیہ و تفسیر کو ان من گھرست معانی اور مقاصید سے دور کا بھی و اسلط نظر نہ آئے گا جیسیں ان واعظ صاحب سے

ہے۔ دنیا کا ہر شخص اپنے فکر و عمل کے مسلسلہ میں کسی نکسی شخصیت کو محترم ضرور خیال کرتا ہے اور اس کا ذہن کسی نہ کسی شخص کے لئے کام و خیالات سے متاثر ضرور ہوتا ہے۔ بس یہی شخص اس کا محتوا پیشوا ہے۔

اللہ تعالیٰ قیامت کے دن مختلف گروہوں کو ان کے ذہنی قائدوں اور معنوی سرداروں کے ساتھ بلا گناہ تاکہ عدل کے نام ناظر ہری تھا ضمیم پورے کر دے۔ یہ سردار اگر صالح ہوں گے اور ان کے پیروں نے طبیک طور پر ان کی پیروی کی ہوگی تو اعلیٰ سے نوازے جائیں گے اور سردار کو کچھ زیادہ انصاف ملے گا کیونکہ یہ خود صالح ہونے کے علاوہ دوسروں کے لئے ذریعہ صلاحیت بناتے ہیں۔

اور الگ یہ سردار بدل کارہ ہوئے لیکن ان کے پیروں نے طبیک پیروی نہیں کی اور سردار کی تعلیمات میں روکو بدل کر کے اسے اپنے حسب مطلب بنا لیا تو ان سے ایمان چون کے مخض پیروں کو ابھی دین گے کہ ہم نے تو یہ تعلیم دی تھی۔ ان لوگوں نے اسے بدل سردار دیا۔ اس کو ابھی سے اتنا جوت ہو چکا اور پیروں کو سزا لئے گی۔

اور اگر سردار بدل کارہ ہوئے۔ ان کی تعلیمات خلاف حق ہوئیں تو ان کے پیروں کیے کہ یہ تعلیمات انہوں نے پہلیں دی تھیں اسی لئے ہم فریب کھا گئے۔ اس پر بار تعالیٰ پیروں سے زیادہ ان سرداروں کو نہزادے گا لیکہ نہ صرف ختم را ہوئے بلکہ دوسرے بندگان خدا کی گراہی کا ذریعہ ہے جسماں یہ کہ اس آیت قرآنی میں قیامت کے طرز عدل کی ایک بیشادی تکلیف کا تذکرہ کیا گیا ہے اور "اُمّہ" کا مصداق وہ لوگ ہیں جنہیں عوام کے مختلف گروہوں نے اپنی اپنی جگہ ذہنی طور پر سردار اور پیشوای خیال کر رہا ہے۔ یعنی لوگوں کے معاہدہ میں اصطلاحی پیر بھی "اُمّہ" کا مصداق ہو سکتے ہیں۔

مشائج لوگ کسی اصطلاحی پیر کے باقاعدہ پر اصطلاحی معیت کرنے کے بعد پوری نیازمندی اور ذہنی سپردگی کے ساتھ اس کی تعلیمات دہرا دیات کی پیروی کرتے ہوں ان کیلئے یہ پیر بھی "اُمّہ" ہو سکتا ہے لیکن جو لوگ کسی کے مرید ہی نہ ہوں

اطلاق ہوتا ہے۔ جانشی نہ سر آن ہیں یہ آیت موجود ہے وَإِنْ شَاءُ مُنْكِرًا إِلَيْهَا هُمْ لَا يَهْمِلُونَ اور اگر وہ عجید کرنے کے بعد منْ أَعْلَمُ بِعِصْمَهُمْ ایسی قسموں کو توڑا ہے ایں اور تمہارے دُطْعَنَةِ أَفْيَ حِسْنَتُكُمْ دنی میں طعن کریں تو کفر کے اماموں نَفَقَ أَتَلَّهُ أَلَّفُهُ سے مفت آتی کر دے۔

(سورہ قوہ)

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ کی تو جمع ہے۔ ہمہ شکن اور دعا اماز کافر لیڈروں اور رسنگاؤں کو اسی لفظ سے ملقب کیا گیا ہے۔ اس سے ثابت ہو گیا کہ واعظ موصوف جو امامت کو روشنہ دہرا دیت کے لئے خاص کئے مجھے ہیں انہیں قرآنی عرف و لفظ کی ہوا بھی نہیں لگی۔

نیز کل آنائیں سے مراد فرد اُفراد اُپرے شخص نہیں ہے بلکہ انسانوں کے وہ گروہ اور فرقے مراد ہیں جو بعض عقائد اور خیالات کی مشارکت سے ٹھہر میں آتے ہیں۔ مثلاً احباب ایک گروہ ہیں کروہ اُمّہ ایک عینیت کی فقہ پر چلنے کے معاملہ میں متفق ہو چکے ہیں۔ اسی طرح شیعہ حضرات ایک فرقہ ہیں۔ قادیانی ایک فرقہ ہیں۔ کیونٹھ بھی ایک فرقہ اور گروہ ہیں جنہوں نے کیونٹھ کی پیر ایمان لائے ہیں اختر اک داتحاد کیا ہے دنیا میں ہر شخص پھر افکار و اعمال رکھتا ہے اور ان افکار و اعمال کے مسلسلہ میں بعض انسانوں کو اپناراہنمیا اور سردار خیال پڑتا ہے۔ جیسے کیونٹھ ارسک اور لین وغیرہ کی سرداری تسلیم کرتے ہیں۔ قادیانی مزاج احمد کو پیشوائی کا مقام دیتے ہیں۔ شیعہ حضرت علیؑ کو سید و قائد مانتے ہیں۔

مسلمانوں کے معاملہ میں "اُمّہ" کا مطلب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدس بھی ہر ممکن ہے۔ خود حضرت راں کو بھی "اُمّہ" لہے سکتے ہیں کیونکہ اصطلاحی بھی مسلمانوں کا رہا تھا اور پیشوای ہے۔ خود و فقط نظر سے ابو حیفہ اور مالک و شافعی و حنفی اور حنبل علیؑ بھی اپنے مقیمعی کے امام مقرر اپا سکتے ہیں۔ جو مسلمان حنفی کے قائل ہیں ان کے امام وہ علماء ہوں گے جن کے فکر و نظر پر اعین اعتماد

بیوں نہ
جی و پر جد

میں ایمان کیا ہے کہ اہل ایمان کے دلوں میں بھی کی محبت اپنی جاتا
سے بھی زیادہ ہے۔

دوسرے اہل اس امر واقعہ کا یہ ہے کہ حق الٰہی شرعیہ
کے اعتبار سے بھی بھی کو اپنے امتنیوں پر اس سے زیادہ حق
ہوتا ہے جتنا خود ان امتنیوں کو اپنی جان پر ہوتا ہے۔ کسی
شخص کے لئے جائز نہیں کہ موت کے منہ میں کو دھامے۔
اگر یہیں ہنس پڑے۔ تلواروں اور تیروں کو بخوبی اٹھ جم۔
میں پیرست ہونے دے۔ لیکن جب پیغمبر ﷺ احکام حادثے کے
تو یہی سب کچھ فرض ہو جاتا ہے اور اس فرض کی تعیین کرنے والوں
کو آقائے کائنات اجر و انعام کی بشارت دیتا ہے۔ مگر یہی
کو اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھنا صرف ایک طبعی واقعہ ہی
نہیں تھا بلکہ وہ شریعی واقعہ بھی ہے۔ اسی لئے حدیث میں
حضور کا یہ ارشاد آیا ہے کہ تم میں سے کوئی شخص ہو میں نہیں
ہو سکتا حب تک کہ میں لئے اپنی اولاد اپنے ماں باپ
حتیٰ کو اپنی جان سے بھی زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

تعلیم اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ اسلام دنیا
پرستی میں پھنس کر اپنے ماں و منانی یا اولاد یا اپنی جان کو رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ عزیز رکھنے لگے تو یہ بے
ایمانی اور کفر و نفاق کی دلیل ہوگی۔ ایذا قیامت تک کے
تم اہل ایمان کو سمجھ لینا چاہیے کہ اللہ کے آخری رسول میں کو دنیا
کی ہر در درسی شے حتیٰ کہ اپنی جان تک زیادہ عزیز اور محبوب
رکھنا ایمان کی اساس اور جریت ہے۔ یہ نہیں تو ایمان نہیں۔
اس تفصیل کی روشنی میں دیکھئے کہ واعظ صاحب کا ذہنی
بگاڑ اور لغواسلوب نکر اخیں ہمدرافت و حقیقت سے کتنی دور
لے گیا ہے۔ حاضر و ناظر ہونے اور محبوب ہونے میں کوئی
منطقی بربط نہیں۔ حاضر و ناظر کا فہم یہ ہے کہ ہر وقت ہر
جگہ موجود اور ہر واقعہ سے باخبر یہ وصف تھا باری تعالیٰ
کا وصف ہے چنانچہ جن لوگوں کو اللہ سے کوئی محبت نہیں
جودی یہی دیتا ہوں کو پڑھتے ہیں۔ یا جو خدا کا وجود ہی
تسلیم نہیں کرتے۔ ان مرکے مسلم میں ہم یہ تو یقیناً کہ سکتے
ہیں کہ اللہ ان کے قریب موجود ہے اور ان کی حکومت کو دیکھ

ان کا امام تو ظاہر ہے کہی اور کہلاتے گا۔ اس طرح صاف ظاہر
ہو گیا کہ وہ حضن یا تو جاہل و غبی ہے یا فری اور گستاخ جو بے
علم عوام کو یہ بتا کر ہے کہ آیت مذکورہ میں "ام" کے معنی "پر"
کے ہیں۔ پیری مریدی سے آیت کا کوئی تعلق نہیں اور یہ بھی
ہم بتاچکے کہ "ام" اچھے بھی ہوں گے اور بُرے بھی۔ مسلم بھی
ہوں گے اور کافر بھی۔ ہم ارشاد و بیعت کے مختلف نہیں۔
محشوں کو براہیت اور نیکی کا راستہ دکھانے والے صلح مرشدین
تحمین و تکریم کے سخت ہیں میکن جو لوگ غلط سلط دلیلوں سے
یہ ثابت کرنا چاہتا ہے ہیں کہ کسی پیر کا مرید پونا ضروری ہے
اور اس کے پیغمبر اسلام کی تکمیل ہی نہیں ہوتی اخیں ہم فتنہ
پرداز اور جنگ فر کر جھٹکتے ہیں۔

(۲) سورہ احزاب کی آیت کے ذیل میں جو نکتہ سنجی کی گئی
ہے وہ بھی انتہائی لغیر اور جاہانہ ہے۔ اس طرح کے واعظین
حدا اور اس کے کلام کا کوئی احترام دل میں نہیں رکھتے ورنہ
آیات قرآن سے مشھول اور مسخر بھی نہ کریں۔

اللَّهُ أَدْلِي بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ۔ اس
آیت مقدسہ میں اللہ تعالیٰ نے ایک امر واقعہ کو بھی بیان کیا
ہے اور ایک اہم ترین تسلیم بھی دیا ہے۔ امر واقعہ تو یہ ہے کہ
حضرات صحابہؓ کو حضور ﷺ کی ذات گرامی اپنی جاذوں سے زیادہ
عزیز بھگتی میں حضورؐ کی معیت میں چنگ کرتے ہوئے انہوں
نے بارہ انکل سے ثابت کیا کہ دشمن کی تلوار بھی ان کے محبوب پر یعنی
تک نہیں پہنچ سکتی جب تک وہ خود ان کے سینوں سے پار
نہ پہنچائے۔ انہوں نے حضورؐ کو تسبیح و منان کی نزد سے بچانے
کے لئے اس طرح پر وادنوار اپنی جانیں پھاوا رکی ہیں اور اس
والہانہ انداز میں سینوں، پھروں اور بین کے سارے ہی
سامنے والے حصوں پر کاری نظم کھاتے ہیں کہ حشمت فلک نگ
رہ گئی ہے۔ وہ حضورؐ کی خاطر اپنا گھر بار اس طرح نمازی ہے
اس محبوب کے مقابلے میں گھر بار کی کوئی قیمت ہی نہ ہے۔ انہوں نے
حضورؐ کے لئے اپنے بیٹیوں اپنے بادپیں کو حضورؐ اور پیر جب
بھی حضورؐ کی بیگاہ کا اشارہ پایا تلواروں کی دھاروں پر
بے حماجاست کر گئے۔ یہی بات تھی جسے اللہ نے انقطلوں

قریب لیکن سورہ احزاب کی جس آیت یہ لفظ ہے اس میں قرب و بعد کی بحث کہاں۔ وہاں تو اولیٰ کا لفظ ہے اس کا معفوم ہوتا ہے مقام بلتہ زیادہ تعلق رکھنے والا۔ نیز تعلق سے مراد طاہری وجسمانی تعلق نہیں بلکہ ذہنی و قلبی اور طبعی تعلق ہے۔ جسے قرآن ہی میں فرمایا گیا۔

إِنَّ أَوْلَى النَّاسِ بِالْأَقْرَبِ عَمَّا يُرَى
لَكُلِّ ذِيْنَ اتَّبَعُوهُ دَهْدَهْ
سَعَانَ لَوْلَوْنَ كُوكَهْ جَهْنَمَوْنَ تَتَّ
السَّمَاءَ وَالْأَرْضَ
آصْنَوْهُ اَدَلَّ عَرَانَ ۝

کوئے اور ان لوگوں کو ہے جو اس نیز جھوٹ کے لیے پڑا۔ اس نیز پر ایمان لائے۔

یعنی حضرت ابراہیم زیادہ عزیزان لوگوں کو تھے جو ان کے زمانے میں ان پر ایمان لائے اور حمد اور ان پر وہ کوئی ایسے ہی عزیز نہیں۔ دوسری قومی اور ملتیں انھیں آتنا عزیز نہیں رکھتیں۔

إِنَّ يَكْنَى فَغَنِيًّا وَفَقِيرًا
فَاللَّهُ أَوْلَى بِرِحْمَةٍ
(النساء ۲۰۶)

وہ شخص امیر ہے تب اور غریب ہے تب دونوں ہی کے ساتھ ہی امیر اور غریب ساتھ (اللہ کو دنیوں کے مقابلوں میں) زیادہ تعلق ہے۔

اسی طرح زیر لفظ کی آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ انسانوں کو جتنا لگاؤ اور ذہنی تعلق اپنی جان، اپنی ذات، اپنے نفس سے ہوتا ہے اس سے بھی زیادہ تعلق نبی سے ہوتا ہے اور ہونا چاہتے۔ قرب و بعد کا کوئی تعلق ہی اس شخصوں سے نہیں۔ جب اللہ نے کہا کہ تم انسانوں کی رگ جان سے بھی زیادہ قریب ہیں تو اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ قریب ہونے کا معفوم باخبر ہوتا ہے۔ یعنی کہا یہ یہ فرمایا گیا کہ انسان کو خود اپنے باشے میں جتنا علم ہے ہمیں اس سے بھی زیادہ اور صحیح علم اس کے باشے میں ہے۔ ”شہرگ“ روضہ اور نفس اور جان ہی کے لئے کہا یہ ہے ”ولا گیا ہے ورنہ ظاہر بات ہے کہ انسان تو اس پرے جھوکے کا نام ہے جس کا ایک

رہا ہے لیکن یہ نہیں کہہ سکتے کہ اللہ اتحین محبوب اور عزیز بھی ہے۔

حضرت کاظمؑ کے عقائد و خدا جانے کے علماء کے حصہ ای عقائد میں نقاب کا گھر ہس آیا۔ اب حقیقتی جتنی دنیا پرستی اور بد عملی طریقی جاری ہی ہے اتنی بھی اتنی اس ناپاک عقیدے کی تبلیغ طریقی جاری ہے۔ بریلی ہلقوں میں تو اکثر وہی شر افراد اور گروہ اس کے نہ صرف قائل بلکہ پرچش میجھے ہیں۔ یہ آیات حکمات اور احادیث صحیح و صریح کو نظر انداز کر کے ایسی ہی لغويات عموم کے باع میں اشارتے ہیں جن کا نہونہ آپ نے سامنے رکھا ہے جس شخص میں درا بھی عقل ہو وہ دیکھ کر آیت نذکورہ میں حضورؐ کے حاضر و ناظر ہونے کا آخر سوال ہی کہاں پیدا ہوتا ہے۔ نہ لفظاً نہ معنٰا کوئی ادنیٰ سماجی اشارہ حضورؐ کے کسی وصف خاص کا آیت میں موجود نہیں الیہ کہ خود مسلمانوں کی اکب و صفت مطلوبہ بیان ہو رہا ہے جو صحابہ کرام میں بطور واقعہ موجود تھا اور اس بیان سے الگ حضورؐ کے کسی وصف کا تصویر کیا جاسکتا ہے تو وہ وصف محبوبیت ہے تکہ الرہبت۔

شاہ رگ اور جان کا جو فرق و اختلاف نہ پیش فرمایا ہے وہاں کی خفته دناغی کا ثبوت ہے۔ پھر انداز لفڑتار اپسے گویا نبی کو اللہ پر بھی وقت نہیں ہے۔ کسی صحیح الدمامغ کی حرکت تو ہو نہیں سکتی۔ اللہ نے شہرگ سے زیادہ قریب ہونے کی بات سورہ قاتم میں باب طور بیان فرمائی ہے۔

لَعَنَهُمْ حَلَقُوْنَا إِلَّا شَهَادَ
وَتَعْلَمُهُ مَا تَوَسِّعُ مُ
أَتَى رِبْتَهُ بِهِنْ أَقْرَبَ
إِلَيْهِ نَفْسَهُهُ وَلَمْ يَنْأِ أَقْرَبَ
أَوْ هُمْ اسَّمَى شَهَادَةَ
بَعْدَ زِيَادَهُ اسَّمَى قَرِيبَ
يَهَانَ "اقرب" کا لفظ استعمال فرمایا ہے یعنی زیادَ

دی ہے کہ بعض لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ امیری شفاعت کے جواب میں یہ فرمائے گا کہ محدثین نہیں تحریر کرنے والوں نے تھا کہ بعد کیا کیا حرکتیں کی ہیں (بخاری) ظاہر ہے حضور کو کیا معلوم کہ ان کے بعد سے قیامت تک ہر زمانے کے مسلمان کیا کیا کرتے رہے اور یہی کسی بداعیاں انہوں نے پھسلائیں۔ چنانچہ بہت سوں کے حق میں شفاعت قبول کرنے والے گی اور بہت سوں کو ہم رسید کر دیا جائے جاتا کہ مدت معینہ تک سزا ملیں۔

اور یہ تو مسلمانوں کا معاملہ تھا۔ مشرکین سے لئے شفعت ہی نہیں۔ مشرک اتنے پر سینگ نکل آئے کاناں نہیں۔ مشرک اسے کہتے ہیں کہ خدا کے کسی وصف کو بہتر کام اور کمال کسی اورستی میں سینم کر لیا جاتے۔ ہر وقت، ہر جگہ موجود اور بصیر ذمکران ہنا اللہ کا وصف ہے۔ ہر غیب کو آلات و سائل کے بغیر راه رہت جانایا بھی اسی وصف کا ایک جزو ہے۔ اب اگر کوئی شخص یا گروہ اس وصف کو تمام اور کمال حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی مان لیتا ہے تو وہ مسلم کہاں رہا مشرک ہو گیا۔ حاضرون اپنے اصطلاحی الفاظ میں جن کا مفہوم یہی معین ہے کہ ہر وقت ہر جگہ موجود اور ہر چھوٹی طریقے اور ہر واقعے مکمل طور پر باخبر رہتے والا۔ جو لوگ صاف طور پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ناظر اور عالم الغیب کہتے ہیں ان کا مشرک جھنی نہیں جلی ہے بلکہ انہیں بخاری ہے معمولی نہیں نایاں اور ابھرا ہوا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ ظاہر ہر تاویلات کی رعایت سے ان پر باقاعدہ فتویٰ کفر عائدہ کیا جائے مگر اللہ کے یہاں تاویلات حلیفہ والی کہاں دہاں تو دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کر دکھایا جائیگا۔ پھر بھلا اللہ اپنے سینہ پر مشرکین کی شفاعت کا اذن کسے دے سکتا ہے جب کہ دنیا میں ان کی نماز جانہ اور ان کیستے دعا کئے رکن کیا گی۔ مشرک کی معافی نہیں۔ وہ توہنار جو بول کا جرم اور لا نہ مقصیدتوں کی معصیت ہے۔ اگر اس جرم کے مرکب ہم لوگوں کو وہابی کہہ کر خوش ہوتے ہیں تو ہم بھی اس خطاب سے ناراض نہیں۔ ہمیں وہابی ہونا منظور گرے مشرک ہونا منظور نہیں۔ پھر "روادار" صم کے لوگ اس اختلاف کو

جز و شہرگ بھی ہے۔ اس پرے مجموع کے لئے شہرگ اور دل اور جگہ اور مغز بھی چیزیں باعتبار فاصلہ بکیساں ہیں پیروں کی طرف سے لگایا جائے تو معدہ و جگہ دل اور شہرگ سے بھی زیادہ قریب رہیں گے۔ مسر کی طرف سے لگایا جائے تو مغز اور کاستہ مسز زیادہ قریب ہو گا۔ لہذا صاف ظاہر ہو گیا کہ شہرگ سڑک رہ رہ رہ رہ روح اور جان لی گئی ہے جو تمام جسم انسانی میں جاری و ساری ہے اور یعنی اعلیٰ سے قریب تر ہے ورنہ شہرگ کا درمسٹر ہر عضو کے مقابلہ میں انسان سے قریب ہونا بے معنی ہات ہو گی جس کا وہ تم تک حضرت باری کی شان میں گستاخی کے مراد ہو گا۔ اب واعظہ صاحب لی عالیٰ دماغی کو کیا پہنچی کہ شہرگ اور جان کو دو الگ الگ چیزیں سمجھ رہے ہیں سمجھ کیا رہے ہیں جن میں الفاظ کی جگہ اگر رہے ہیں ورنہ معقولی عقل دلتے بھی سمجھ سکتے ہیں کہ آیت میں ترجمان سے زیاد تریب ہوتے کا ذکر ہے مذہب اور ناطر کا کوئی اشارہ واعظہ صاحب نے دیکھا کہ سادہ روح اور بے علم عوام سامنے ہیں جو جائے کہتے چلے جاؤ۔ ربی عاقبت کے محابی کی بات تو اس طبقے اکثر واعظین مطہن ہو چکے ہیں کہ وہ دنیا میں چاہیے کچھ خرافات پھیلاتے رہیں کیسے بھی تو تک کرتے رہیں ان کے پیر صاحبان التھیں مجشوادین گے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم انھیں یہی فرضت میں شفاعت سے نوازدیں گے۔ حالانکہ جن پیروں پر انھیں بھروسہ ہے وہ قیامت کے دن خدا یعنی نظر میں ایسے گرفتار ہوں گے کسی اور کا اخیں ہوش بھی نہ ہو گا۔ لیکن امریع مخصوص کو مہینہ شان یعنی دسمبر و سن ہر شخص اپنے ہی احوال میں ایسا گز فاءِ بھروسہ کسی اور کے معاملات پر مشتمل ہی نہ ہو سکے گا) اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم شفاعت کے لئے اللہ کی اجازت کے منتظر ہوں گے (منْ ذَلِيلَ يُشَفَّع هندوؤ اسکا یاد رکھنے۔ کون ہے جو اللہ کی اجازت کے بغیر اس کی بارگاہ میں کسی کی سفارش کر سکے) جب اجازت مل جائیں تو شفاعت فرمائیں گے مثیر شفاعت سائے ہی مسلمانوں کو فوراً اسخوانے کی خدمات نہیں سکے گی۔ بلکہ حضور ہمیں اطلع

3 Reason
WHY PEOPLE USE

1 پہنچ سپری خالد الدوام علیکم السلام کیا دا ہے
2 پگ مسکن کیلئے جام کے تیار کن پیار کتابے
3 شاد قلن اور جلدی بہاریں بیداری

تمہاروں میں انہیں
فائدہ کھاری ہیں
اسکی کیلئے کیس

DARU AL HABIB

DARU AL HABIB
DARU AL HABIB
DARU AL HABIB

ضروری اختلاف کا نام دے کر حشم پوشی کی لفیحت فرشتے ہیں۔ لیکن ہم نہیں سمجھ سکتے کہ یہ اختلاف بھی الگ فروعی ہے تو آسمان کے نیچے اصولی اختلاف کہاں پایا جاتا ہے۔ یہ تو ایمان اور کفر کا، توحید اور شرک کا اور ظلمت کا اختلاف ہے۔ اس سے طے اختلاف کا کوئی تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔

ہمیں افسوس ہے کہ ہمارا یہ طویل جواب ان ذہن لوگوں کو گراں گزرے گا جو سمجھتے ہیں کہ ایسے بے منزہ عظیں کی یہ تکی باقون پر طویل نقدو برج حمل و متأنت کیخلاف ہے مگر ان حضراتؐ کو خواہ الناس کی ذہنی صلاحیتوں کا قیاس اپنے ذہن پر نہیں کرنا چاہیئے۔

عوام بے جایے اکثر سادہ طرح ہیں اور بے علم بھی۔ وہ ان باتوں کا بے شکا بن محسوس نہیں کر پاتے اور بھروسے میں آجاتے ہیں لہذا ان کے دین و ایمان کے حفظ اور صحیح رہنمائی کا فرضیہ ہم ہمیشہ ادا کرتے رہیں گے جاہے پھر لوگ بذریعہ ہی ہوتے رہیں۔ واللہ الموفق۔

شریعت اور طریقت مولانا اشرف علی حنفی ایک مشہور کتاب جو آیات و احادیث کی روشنی میں شریعت اور طریقت کے باہمی ربط پر بڑی تفصیل سے بحث کرتی ہے ۴۷۲ صفحات۔ مجلہ سارپری خلافت بنو امیہ متواری خزینہ نفیس اور دو ترجمے کے ساتھ پیش خدمت ہے۔ قیمت مجلد چالیس روپے۔

جنبری کی مشہور زمانہ عربی تالیف کا سلسلی اور دو ترجمہ۔ سید جامی ندوی کے قلم سے۔ دو جلدوں میں کامل میں روپے پچاس پیسے۔

تاریخ شیرشاہ سوری مصنفہ:- عباس خاں سرداری ترتیب و تواشی:- ڈاکٹر سید عین الحق۔ تاریخ کے شاگقین کیلئے ایک اچھا تھفہ۔ مجلہ پانچ روپے

شہیدؒ کے فرمودات۔ چالیس نئے پیسے۔

مفردات القرآن امام راغب اصفهانیؒ کی بیرونی کتاب دینا بھر میں تفسیر قرآن کی بنیادی کتاب سمجھی گئی ہے۔ ہر ترجمہ و تفسیر میں اس سے استفادہ کیا گیا ہے اور قرآن کی ہر لفظ میں اہل علم اس کے حوالے دیتے آئے ہیں۔ آج یہ قدم خزینہ نفیس اور دو ترجمے کے ساتھ اصول تفسیر کتاب قرآن کی تفسیر کوئی تکمیل نہیں۔

ہم اور انہی اصول و ضوابط کو ذہن نہیں کر لئے کہ لئے کتاب نہایت عرق ریزی سے تالیف کی گئی ہے۔ قیمت چھ روپے۔ آداب زیارت قبور ایک عمدہ ادب زیارت قبور شہپارہ۔ حضرت اسیعیل

مکتبہ تجلی۔ دیوبند دیوبند پی

آج کی جمیعیتہ عملاتے ہمدرد

روزنامہ "ندیم" (ریکھو پال) کے مدیر جاپ محمد الحسینی ایک مرمندار صاحب نظر انہیں جن کے ادارے میں غلوٹ فکر اگر ہوتے ہیں ان کا خیال ہے کہ "جمیعیتہ العملاتے ہمڑ" سے سعف ان کے حالیہ تین شذرے کے جملی میں شامل کردیتے جائیں تاکہ بات درستک پہنچے اور اہل نظر و قلم کے اس اہم موضوع پر اپنے اپنے انداز میں ہو پیں ان کی خواہش یہ بھی ہے کہ جملی کا مدیر بھی اپنا تبصرہ سامنے لے لے۔ چاچا انادیت عارف کے پیش نظر اس خواہش کی تکمیل کی جا رہی ہے۔ (عامر عثمانی)

• مسلمانوں کے لئے صرف یہی ایک راہ عمل ہے کہ وہ جمیعیت کو طلاقندر بنایں لیکن جمیعیت کو سیاست میں شانگ اڑانے کو باز رکھا جائے، اپنے دستور کی رو سے بھی جمیعیت ایک فری سیاسی جماعت ہے، اس کا دائرہ کار مسلمانوں کے تہذیبی و ثقافتی امور تک محدود رہو نہ چاہئے۔

ان لشتوں میں جو باتیں کل گئیں وہ نہیں ہیں۔ عام

طور پر یہ باتیں کہی جا رہی ہیں جمیعیتہ العملاء کے جمود و تعطیل اور انتشار کو وجہیہ نہیں ہے کہ اس کے پاس زور اور دوسریں کی کریں ہے اور اس کا شیئی ڈھانچہ کوئی کام نہیں کر رہا ہے خالی۔

کل اصل وجہ یہ ہے کہ دوسری جمہوری جماں متعول کی طرح جیخت کے دردارے یہی نئے آئے والوں کے لئے چوپٹ کوں دیئے گئے ہیں ظاہر ہے کہ کسی بھی عوامی جماعتیں مختلف اخیال، موقع پرست عناصر کا مجتمع ہونا کوئی انکھی بات نہیں جمیعیت بھی اس حادثہ کا شکار ہوئی۔ اس کی صرفیں میں دو لوگ شامل ہو گئے جو اسے اپنے افرادی و مقاصد کے لئے استعمال کرنا پڑا ہے تھے چنانچہ انہوں نے اپنے افراد کے لئے اس سے استعمال بھی کیا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عوام کا اس پر سے رہا۔ سہماً عتماد بھی حیا تارہ۔

جب تک مولا ناخططاً الرحمن لقید حیات رہے۔ اپنی

بہلا ادارہ

ضبط سختن کے یا وجود

حال ہی میں جمیعیتہ العملاء بھوپال کی تنظیم جدید کے سلسلے میں ڈو مخفون نشیں ہوتیں، ان شنگوں کی خاص بات یہ تھی کہ اس میں راجہ بانی کے مختلف اخیال اہل الرائے اصحاب کو مدعو کیا گیا تھا ان لشتوں میں کھل کر باتیں کی گئیں ان بالدوں کا لاب لیا بیسی ہے

• موجود حالات میں جمیعیت ہی ایسی جماعت ہے جو مسلمانوں اور حکومت کے درمیان رابطہ کا کام دے سکتی ہے کیونکہ جنگ آزادی میں اس نے جو قرباً نیا دی ہیں ان کی وجہ سے اس کی تاریخ تاثیل ہے۔

• جمیعیت کے اکابرین کے دو دل ہیں، دو دماغ ہیں، دو دوڑ زبانیں ہیں، دو قول و عمل کے تفاوت میں تباہ ہیں۔

• جمیعیت کی تیادیت میں نہ کوںائل حاضرہ کا تجزیہ کرنے کی الہیت ہے اور نہ ستقبل کے بارے میں پیش بینی کی ملاحیت اور ان سائل سے عہدہ برآ ہونے کی یا قلت جس میں یہ اہم گز نثار ہے اپنی تاریخ پر فخر کر لے کے علاوہ اس جماعت کے پاس کوئی لا تخلی عمل نہیں ہے۔

ہوتا بھی فنون ہے مسلم قیادت کی ایک مکروری یہ ہے کہ اس نے کہیں جیسے مسلمانوں کے جذبات اور ان کے قوانین سے پھر پر فائدہ حاصل کرنے کا کوئی پورا گرام نہیں بنایا یہ ایک تسلیم شدہ بات ہے کہ جن صلحائیوں سے کام نہیں بیا جاتا، وہ مطلوب ہو جاتی ہیں۔ مسلم عوام ازادی کے بعد سے اب تک جن نا مساعد حالات سے دو چار ہیں، اور ان حالات نے ان میں جو جذبہ بات پر درش کرائے ہیں، ان سے فائدہ حاصل کرنے کی کوشش نہیں کی گئی۔ ایسا منفعت یہ بھی بنا جاسکتا تھا کہ مسلمین سے کچھ کلیدی مسئلے منتخب کر کے ان کی بنیاد پر آئینی حدود میں رہ کر موثر اجتماعی احتجاج کیا جاتا۔ اس تسلیم کے احتجاج اور اس کی خاطر عملی سرگرمیاں دھانے سے جو تقادیر ہوتا ہے، وہ قوموں میں زندگی کی نئی رو روح پھونکتا ہے، گاندھی جی کی مثال زیادہ پرانی نہیں ہے انہوں نے سنتی گڑھ کے ہتھیار کے ذریعہ مہدوستی قوم کے دل سے انگریز سامراج کی قبرانیت کا خوف نکال دیا تھا لیکن ان خطوط پر وہ قیادت کس طرح چل سکتی ہے جو ذہنی مرتبہ اور احساس مکتری کا شکار ہو جیں نے دین کے علاج دہ ہوتے کی پیر اسلامی فکر شوری یا غیر شوری طور پر تیول کی ہو۔ جو ایک طرف مسلمانوں کے مسائل کا روتا بھی روتی ہو، اور دوسری طرف اسی جماعت کے ہاتھ بھی معنیوں کر لی جوں کی "قبرانیوں" کے یہ مسائل پیدا ہوئے ہیں انگریزوں سے نکل یہنے کے نئے تو ہمارے علماء جیلیں پھر سکتے تھے اور پرستم کی تکمیلیں برداشت کر سکتے تھے ایک امت کے اس حصہ کو بھی نشانہ بنایا جا رہا ہے جسکو نشانہ بنانے کی حراثت انگریز بھی نہیں کی تو علماء کا جیلوں کا پھرنا توبہت بڑی بات ہے، جو اس مذہب اجتماع بھی نہیں کر سکتے۔ جمیعت کی تنظیم کو موثر بنانے کے لئے کتنے ہیں اخلاقیں سے کوشش کی جائے یہنک خاطر خواہ تیج برآمد نہیں ہو کیونکہ بے یقین ایہ مقصودی کا تزہر اس کے جسم میں خون کی طرح گردش کر رہا ہے اسی وجہ دل حالات میں تو ہمارے نزدیک مخلصہ شدودہ یہ ہے کہ جمیعت کو اس کے شاندار کارناوں کے ساتھ نثار پک کے صفات پر محفوظ کر دیا جائے اور ملک و ملت کے نئے

تمثیلیت کے سہارے جمیعت کی کشتی کو حادث کے تھرٹوں سے بچا لئے رہے، ان کے سیاسی افکار سے اختلاف تسلیم کے باوجود ہر مکتب خیال کے مسلمانوں کو ان کی قابلیت صلاحیتوں خلوص، اور جرأت مبنی پر پورا بھروسہ تھا۔ مولانا کے بعد جمیعت انتشار کا شکار ہو گئی اور اس کے کارکن ایک صدر کا انتخاب نہیں کر سکے اور دو صدر منتخب کر کے گرد پہنچی کی سیاست کا ایسا منظار ہے کیا گیا کہ شاپرہ کوئی جماعت اس سے دو چار ہوئی ہوا!

میرٹھ کے اجلاس میں جن لوگوں کو شرکت کا موقع ملا ہے اور جمیعون نے اس وقت کی مقاصد کو دیکھا ہے وہ دل موس کر رہ گئے تھے کہ عالموں کی جماعت میں گرد پہنچی کی بیانیت یہ گل بھی کھلا سکتی ہے آج بھی کشمکش اپنے نقطہ غریج پر ہے رہ جوہری نقطہ نظر سے یہ بات چاہئے قابل اعتراض نہ ہو لیکن اسلامی نقطہ نظر سے تو یہ بات حق تھا گرال گزرتی ہر علماء حضرات میادت کی سطح پر وہ جوڑ توڑ کر یہ جو سیاسی جماعتوں کا طرہ امتیاز ہے، اسلام کے نزدیک تو اس شخصیت کو کسی قیمت پر منتخب نہیں کرنا چاہیے، جو اپنے آپ کو کسی منتخب کے لئے پیش کرے افسوس یہ ہے کہ علماء کی جماعت میں کتاب و سنت کے پیش کردہ طریقہ کار کے بجائے جوہری طریقہ کار کو اس "شان" کے ساتھ اپنایا جا رہا ہے کہ حاضر کے جوہریت کے "چین" بھی جیلان و مشتشر ہیں آزادی کے بعد، اسالوں کے تجزیات کے بعد ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ مسلمانوں کی کوئی جماعت تہبا قیادت کا بوجھہ نہیں اٹھا سکتی کہیں اعلیٰ درج کی فکر ہے تو مسلمانوں کے وزیر مدد کے مسائل کا حل نہیں ہے، کہیں اس حل کی طرف توجہ دی گئی ہے تو نفسیں غائب ہے! کہیں پار لمیت اور تاؤن ساز محسنوں میں مسلمانوں کی خاتمہ دگی کا سوال ہے تو اس بات کو نظر انداز کر دیا گیا کہ کسی شماں اور جنوب کے حالات میں زین دا سماں کا فرق ہے شماں میں سیاست کے قابل کو ان خطوط پر جلانا ممکن نہیں ہو خلاصہ کلام یہ ہے کہ چلتے والوں کے لئے کوئی راہ بند نہیں ہو اور جو چلتا ہی نہیں چاہتے ان کے لئے سیکھوں را یوں کا

ضروری سمجھتے ہیں ہم نے کبھی بھی گروہ ہی تھب کی عینک چڑھا کر مسائل کا جائزہ لیا ہے اور نہ کبھی گروہ ہی مفادات کو حق و باطل کی کسوٹی قرار دیا ہے جیتھے کے سلسلہ میں ہمارا مشورہ حالت کے حقیقت پسنداد جائزہ کا منطقی نتیجہ ہے جو لوگ ہماری اس رائے سے مختلف امور اختلاف کرتے ہیں ان کے لئے اپنے نقطہ نظر کی ہم مزید وضاحت کر رہے ہیں۔

جمعیۃ علماء ہند کی تائید اور حمایت میں جو سب سے پہلی اور پر زور دیل پیش کی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ اس جماعت کا ایک شاندار ماضی ہے اس کے رہنماؤں نے کانگریس کے رہنماؤں کے شانہ بشانہ حصوں آزادی کی جدوجہد میں بے شمار قربانیاں دی ہیں اور آج یہ رہنمائی کسی احساس لکھنی کا شکناہ ہوئے بغیر حکومت کے ذمہ داروں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کر رکھتے ہیں اور انہیں مسلمانوں کے مسائل کے حل کے لئے آما دکر رکھتے ہیں بلاشبہ جمعیۃ کاماضی بہت شاندار ہے اور اس کے رہنماؤں نے بڑی قربانیاں دی ہیں لیکن گزشتہ ستو سال کی تاریخ شاہد ہے کہ وہ اس سب کے باوجود مسلمانوں ہند کا ایک بھی مسئلہ حل کر لئے میں کامیاب ہنہیں ہوئی ہے زبان کا مستہ، جان و مال کے تحفظ کا مستہ، نظام قلمیم کو مشترکانہ عقائد سے پاک کر لئے کا مستہ، انتقادی پیمانگ میں روزافزوں اضافہ کا مسئلہ غرض یہ کہ مسائل کا ایک جنگل ہے جس میں ملت اسلامیہ سرگردان دپر لیا ہے اور اسے کوئی راہ نظر نہیں آتی کہ کھڑ جائے اگر ہم یہ قلمیم بھی کر لیں کہ ارباب جمیعت اپنے شاندار ماضی کی وجہ سے کچھ مسائل حل کر لئے میں کامیاب ہوئے ہیں تو کیا اس سے یہ لازم آتا ہے کہ یہ صورت حال ہمیشہ باقی رہے گی؟ بلاشبہ جمیعت کے بعض رہنماؤں نے ۱۹۴۷ء کے سنگامی حالات میں مسلمانوں کی بڑی خدمت کی ہے اور حکومت کے ذمہ داروں سے اپنے روابط کاملت کو فائدہ پہنچایا ہے لیکن آج نہ جمیعت کو وہ رہنماؤں کی اور نہ حکومت کے ایساوں میں وہ ذمہ دار موجود ہیں "شاندار افغانی" اور شخصی تعلقات کی بنیاد پر کوئی پالیسی وضع کرنا نہ تو حقیقت پسندی کی علامت ہے اور وہ درا ندیتی کی۔ غصیتیں بہر حال

تفاصلوں کو پیش نظر کہ کر کوئی لا تحریک عمل مرتب کیا جائے۔ یہ متعدد ہم نے اس لئے دیا ہے کہ جمیعت میں زندگی کی روح پوچھنا ممکن نہیں سلومن ہوتا۔ گاندھی جی نے بھی آزادی کے بعد کانگریس کو بھی ور مدداد مشورہ دیا تھا لیکن ان کے مشورہ کو تسلیم نہیں کیا گیا اور کانگریس کا جو حشر ہو رہا ہے ظاہر ہے وہ تو یوں کہتے کہ نہ ہو جی کی طسمی قیادت لئے کانگریس کو بہت سہارا دیا ورنہ کامبریس کا جہاز کمی کا غرق ہو چکا تھا میں جلتے ہیں کہ جد ناٹی تلقن ان کی فطری کمزوری ہے اور یہی کفروری اور باب جمیعت کو جرمات مندانہ غیصل کر لئے سے روک رہی ہے لیکن بصیرت اور بصارت دو توں کا تقاضا یہ ہے کہ حقیقت پسندی سے کام لیا جائے اور قابل کوس راستہ پر نہ چلا کیا جائے جس پر وہ ۱۷۶۰ سال سے چل رہا ہے لیکن راہ کے نتیجے وحش کا یہ حال ہے کہ منزل تریب ہوئے کے جائے اور دور ہوتی جا رہی ہے۔

دوسرہ ادارہ یہ

ضبط سخن کرنے سکا

ہم نے اپنی امدادی کی اشاعت میں جمیعت اسلام ہند کے وجودہ انتشار کا جائزہ لیتے ہوئے یہ مشورہ دیا تھا کہ نہ دشمن میں ملت اسلامیہ کی سب سے بڑی خرخواہی یہی ہے کہ اس تنظیم کو باتا عده طور پر ختم کرنے کا اعلان کر دیا جائے ہم نے یہ مشورہ پوری در دشمنی اور اخلاقی نیت کے ساتھ دیا تھا لیکن ہمارے تزدیک کوئی تنظیم یا جماعت نہیں بلکہ ملت کا مفاد اور اس کی اجتماعی فلاج نصب العین اور مقصود کی ہیئت رکھتی ہے ہماری ان معرفہ صفات پر دنوں طرح کے رد عمل سا متع آئے ہیں۔ کچھ لوگوں نے اسے اپنے دل کی آواز سمجھا ہے اور اس کی تائید کی ہے کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جنہوں نے ہمارے تجزیے سے تاتفاق کیا ہے سینکن ہمارے اخذ کردہ نتیجے سے مطمئن نہیں ہیں۔ ہم نے ہمیشہ تعریف و توصیف اور تنقید و مذمت سے بے پرواہ ہو کر ان خیالات کی ترجیح کی ہے جنہیں ہم ملت کے مفاد اور اس کی فلاج کے لئے

ادران کے مفادات کے تحفظ کے لئے جو جنگ کو شکش کرے گا اسے ان الزامات کا بہر حال سامنا کرنا پڑے گا۔ اکثر یہی فرق پرستی کا نشانہ کوئی خاص حماوت یا تحریک نہیں بلکہ مسلمانوں کا ملید جو دادران کی اجتماعی شیرازہ بندی ہے اگر ایک بار یہ شیرازہ بندی ہو جائے اور مسلمان بحیثیت مجموعی فرد واحد کی طرح اکٹھ کھڑے ہوں تو یہ سارے الزامات ہوا میں تخلیق ہو کر رہ جائیں گے اور دیہی قصیں ان کی طرف دستی کا یا تھہ بڑھائیں گی جو آج ان کی سب سے بڑی حریق نظر آ رہی میں مقابلہ تو یہی اپنے حریقوں کے ماضی کا حرام نہیں کرتی وہ صرف اتحاد اور یک جماعتی ہی کی طاقت کو تسیلم کرتی ہیں۔

بعض غسل حضرات کی جانب سے جماعتی العلماء کی تائید میں یہ دلیل پیش کی جاتی ہے کہ مسلمانوں کے مد ہی، تہذیبی اور معاشری سائل کے حل کے لئے بہر حال ایک جماعت کی ضرورت کی اور نئی جماعت بنانے سے بہتر یہاں ہے کہ اسی دھرم پر متحرک بنایا جائے اور اس سے دیہی کام بیان جائے جو ہم ایک نئی جماعت سر لینا چاہتے ہیں۔

یہ خیال دراصل حالات کو خوش نہیں کی نظر سے دیکھنے کا نتیجہ ہے حالانکہ ضرورت اس بات کی ہے کہ حقیقت کو حقیقت تسیلم کیا جائے چاہے وہ لکھتی ہی تلخ ہو۔

یہ بات کسی دلیل کے بغیر ظاہر ہے کہ جماعتی العلماء و متفکر چیزوں کو لیکر ساتھ چل رہی ہے جل نہیں رہی ہے بلکہ بیٹھی ہو ایک طرف وہ ماضی سے اپناد مشتمل برقرار رکھنے کے لئے قوم پرستی اور سیکورزم کی بنا پر مرگم و کمالت کرنے پر جس سے ہندوستان میں رہنے والے کسی فرقہ کے مفادات کی علیحدہ سے حقیقت و فرہ کا کوئی جوڑ نہیں۔ سیکورزم اور قوم پرستی کا تقاضا ہے کہ اس ملک میں رہنے والے تمام گروہوں کو ایک قوم بنا کر پورے ملک اور پوری قوم کے مفادات کو پیش نظر کھڑکو چاہا اور کام کیا جائے وہ سری طرف اس نے مسلمانوں کے میں مسائل کو اپنے مسامنے رکھا ہے یہی چیز ایک خالص قوم پر کی نگاہ میں فرقہ پرستی ہے جو اکابر متعینہ کے نزدیک کفر کے کم نہیں۔ مسلم لیگ نے آخر اس سے زیادہ فکر کیا ہے اس کا

نالی ہیں اور ان کی ذات سے حاصل ہوتے ہیں اے مفادات بھی عار ہی اور تا پا نداز۔ آج نہ تو کوئی شیخ الاسلام ہے اور نہ کوئی مجاہد بدلت جو اقدار کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بیات کر سکے یہ تو ”صاحبزادوں“ اور ”جگر گوشوں“ کا دور ہے جن کی پیشہ محبت سے تھیا تو وجہ سکتی ہے لیکن جن کی بات کو ایک لاؤ لے بچے کی بہت سے زیادہ اہمیت نہیں دی جاسکتی۔

یہ سوچنا کہ جمیعت کے ”شاندار ماضی“ کی وجہ سے اس پر تو فرقہ پرستی کا الزام عائد کیا جا سکتا ہے اور نہ اس کی کسی اجتماعی جدوجہ ملک و مدن قرار دیا جا سکتا۔ خامیاں اور علاالت سے بے خری کا نتیجہ ہے اگر آج اس پر فرقہ پرستی کا الزام اس شدت اور زور سے نہیں رکھا جائے ہے جتنا کہ دوسرا جماعتوں پر تو اس کے ہرگز یہ معنی نہیں کہ اس کے ماضی کا احترام کیا جائے ہے اس کی واحد وجہ یہ ہے کہ آج جمیعت جاندار اور متحرک جماعت نہیں رہی ہے اور وہ مسلمانوں کی خدمت اور ان کی تحریکی کا حق ادا نہیں کر رہی ہے ایک تن مرد اور ایک بے رو دعا پنج کو لعنت و ملات کا نشانہ بنائے کیا حاصل ہے یہ شرف تو اپھیں اداروں کو حاصل ہو سکتا ہے جو میدان کارزار میں اترے ہوئے ہیں اور مختلف واقوں سے پنج آنکھیں کر رہے ہیں کون نہیں جانتا کہ خود جمیعت بے جب کچھی ماضی میں کروٹ لی ہے اسے بھی اپنے گالیوں کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ عوامی یادداشت اتنی کمزور نہیں کہ اس نے یہ ذرا موش کر دیا ہو کر مسلم نژاد شہزادیوں کے مساوات اور حالیہ جمہوری نہوش کے بعد جمیعت کے بالدوں میں کچھی کچھی نہیں کھا لیا اور چودھری جن سنگھ اور مولانا حفاظا رحمن کے درمیان کس قسم کے بیانات کا تبادلہ ہوا تھا اور العلوم دیوبند کے شاندار ماضی اور قومی خدمات سے کون انتکار کر سکتا ہے لیکن اسے گذشتہ سترہ سال میں جن حالات کا سامنا کرنا پڑا ان سے کون با خبر نہیں؟

واقعیہ ہے کہ موجودہ حالات میں مسلمانوں کی کوئی بھی متحرک اور نصال جماعت فرقہ پرستی اور قوم دشمنی کے الزاماً سبچے نہیں سکتی۔ مسلمانوں کی شیرازہ بندی اور خدمت

پہنچ دیتی ہے اور نہ ملی۔

آزادی کے بعد سے یہ جماعت جن را ہوں پر جل رہی ہے اور اس کی بقا، سے صاحبینِ انتداب کو جس نو عیت کی دیکھی ہے وہ کسی بھی صاحبِ نظر مسلمان ہے پوشیدہ نہیں ہے اسی وجہ پر کسی طرح مکن نہیں ہے کہ اسے مدد و عل کے لئے موجودگی میں پکی تھی اور اسے خاتم دلائی جاسکے اور اس میں کوئی محنت مندی نہیں تھی اس تھاد سے خاتم دلائی جاسکے اور اس میں کوئی محنت مندی نہیں تھی اسی وجہ سے اسے ہر کوئی نیز را د تلاش کر سکے۔

ہمارے اس تجربہ کی روشنی میں یہ تسلیم کرتا ہی پڑتے گا کہ جمیعتِ اعلما، مہذبِ تکری اعتبر سے دیوبالیہ، اخلاقی نقطہ نظر کو کھلی اور ملکی بہلو سے تفریق اور انتشار کا شکار ہو جکی ہے۔ اب اس سے کسی بہتر تجربی تو تحریکنا مغضِ ابلہ فریبی سے اس کی وجہ یہ ہے کہ اکا بین جمیعت نے مسلمانوں میں داخل اور ملیک چھتی کی نگاہ پر جو لکھنے کے کتنے ہی نفسیاتی موقعِ خاتم کر دیئے۔ اس کا منطقی تجربہ یہ برآمد ہوا کہ امت مسلم اپنے ہی ملن میں اجنبی بن کر رہ گئی ہے وہ کہنے کو تو ملک کی سب سے بڑی اقلیت ہے شریک سلطنت کی جاتی ہے لیکن عملہ صورت حال اس کے برعکس ہے سیکو لرازم اور نیشنل ایم کی «فتوحات» کا سلسلہ ختم ہی ہوتے ہیں نہیں آتا اور جمیعت کے قائدین ہیں کہ اٹا سیکولر ایام کو حامی دین سمجھ رہے ہیں ان کی یہی غلط اندیشی ہر بار ایک ارباب انتشار کے ہاتھوں میں کھینچنے کے لئے مجبور کر دیتی ہے اس کی واضح مثال حالیہ جمپور کوئشن کی ہے جس کا بتراں تصور کیجئے اور تھالیں "نا معلوم ہاتھوں" کی مدد خلت کے بعد کچھ اور نیگ اختیار کر لیا۔

جماعتِ اعلما کی تنظیم موجودہ حالات میں مفید ہونے کے بجائے اٹی مضر ثابت ہو رہی ہے کہ کوئی مسلم عوام اس سے اپنے مسائل کے حل کے لئے تو عقات دیستہ کرتے ہیں لیکن یہ تو نعمات پوری نہیں ہوتیں اور وہ دلکشی ہے کہ ارباب جمیعت ان کے مسائل کی گنجیاں سمجھانے کے بجائے تیاریت کی سطح پر عہدوں کی چھینا جھینی میں قلب کی پوری طاقتیت کے ساتھ معرفت عمل ہیں۔ جس طرح ڈو بیتے ہوئے چہار میں سوارہ نہ دیدہ و داشتہ

نے صرف ایک ملت کے مفادات کو سامنے رکھا تھا۔ آزادی سے پہلے اس نے ملت کے سیاسی مفادات کی دکالت کی اور اب اس ملت کے ملے اور تین بی مفادات کی دکالت کر رہی ہے دو توں میں فرق کیا رہا اور اگر یہاں کے غیر مسلم جمیع پر اعتراض کریں کہ یہ لوگ قوم پرست ہوتے ہوئے بھی وہ سب بچھ کر رہے ہیں جو۔ مسلم لیگ کی فرقہ پرست ہوتے ہوئے کرنی ہے تو ان کے اس اعتراض کا کیا جواب ہے دراصل یہ وہ تضاد ہے جو جمیعتِ اعلما، اور اس کے اکابر کو ایک ایسا بھین میں مبتلا کر دیا ہے جس سے نکلنے کے لئے طاقہ فتویٰ ایمان گہرے تدبیر اور عصر کی تقاضوں سے واقعیت کی ضرورت ہے تعددِ رہی اور شرخ و قایہ کو حفظ کر لینے اور عمل و خواہ اور تکاہ و طلاق کے مسائل پر عبور حاصل کر لینے سے اس کھلے ہوئے تھے کا علاج نہیں ہو سکتا۔ اگر جمیعتِ اعلما، کے قابل فخر اکابر اس تضاد کو محسوس ہی نہیں کرتے تو بیجا نے قابلِ رحم ہیں اور اگر اس تضاد کو محسوس کرتے ہیں لیکن اپنے اسلام کے شاذانہ ماہی سے اس خلاف کو پہنچ کرنا چاہتے ہیں تو یہ نرم سے نرم الفاظ میں اپنہاں بھولا دیں ہے یا یہاں بھی خوش رہے اور صیاد بھی ناواقف نہ ہو۔ یہ پالیسی کسی کے لئے ذاتی طور پر نفعِ حیث ہوتا ہو تو ہو لیکن اس پالیسی سے قوموں اور ملتوں کے مسائل حل نہیں ہو سکتے۔

اگری طرزِ عمل نیک یقین کے ساتھ ختنی کیا گیا ہے تو یہ ایسی مادہ لا جی ہے جس پر خود غیر مسلموں کو تحب سوتا ہے۔ آپ کسی واقع حوال غیر مسلم بے نکلو سیکھیے وہ آپ کو بتائے گا کہ مسلم لیگ کی پالیسی چاہتے ہیں کو پسند نہ آتے لیکن وہ سمجھنے تو آتی ہے، سیدِ مولیٰ اور صفات بات ہے کہ وہ اپنی ملت کے مفادات کی حفاظت کرنا چاہتے ہیں لیکن یہ جمیعتِ اعلما، داںے تو ایک ممحی میں ایک طرف وہ متحفظ قومیت بناتا چاہتے ہیں وہ مری طرف ایک فرقہ کے مفادات سے اُنھوں نے خود کو والبستہ کر لیا ہے۔ قوم پرست غیر مسلموں سے ملتے ہیں تو کہنے ہیں کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں اور مسلمانوں سے ملتے ہیں تو کہنے ہیں کہ ہم تمہارے ملے مفادات کے محافظ ہیں جمیعت کی بھی دور خلی پالیسی ہے جو اسے صحیح مصنفوں میں نہ تو قومی حماقت

جن مسماٹ میں مصروف رہنگا دیسا اس کا مذاہج ہے جانتے گا اور ہمارے اکابر جمعیت علماء ہونے کے باوجود انسان ہیں ان وجوہ سے اخلاقی و درود مندی اب ان قابل احترام حضرات کے ذہنوں کی گرفت میں ہیں آتی۔ کوئی ان کا نیازمند چاہے کتنے ہیں اخلاص کے ساتھ ان کی خدمت میں کچھ عرض کرے لیکن اس کی معروضات میں اگر مدحیہ قضاۓ کی شان ہیں ہے تو یہ ان کو غصہ آ جاتا ہے اور وہ تمجید لیتے ہیں کہ یہ گستاخ جو ہمارے فرمودا ت پر آتا ہے کہنا یقیناً وہ بے ایمان ہے بد بامن ہے اور "ملت" کے لئے باعث شرمند ہے "اور اس نفیانی کیفیت میں جب وہ جواب دیتے ہیں تو قدر تی طور پر ان کا باتھا یقین سیکھاروں کی جانب ٹھہڑتا ہے جن کو چلا لے کے یہ حضرات اتنے عرصہ میں عادی ہو گئے ہیں ہم کو چونکہ "علماء" ہوئے کا مشرف حاصل ہیں ہے اور یہ کھلی ہوئی بات ہے کہ لو ہے کو لو ہا ہی کا ٹھٹھا ہے اسلئے ہم ان کے غصہ کا جواب دینے کی تو یہ لیت ہیں رکھتے اور اپنی "خیریت"، اسی میں سمجھتے ہیں کہ ان علماء کی خدمت میں جعل کر سلام و فض کریں اور خاموش ہو جائیں، لیکن چونکہ اب بھی یہ علماء کی جمعیت پوری ملت کے سر پر تاج پر کر جلگھاری ہے یا جلگھا کا ناچا ہتی ہے اسلئے امت کا مفاد تھا کہ زیارت کی نظر میں باعث شرم ہو لیں علماء کی زیارت مبارک سے ایسے ہے کہ ایک بار اور ہم اپنا نقطہ نظر واضح کر دیں۔

ایتنا پی ایک کوتاپی کا اعتراف نہ کرنا ظلم ہوگا ہم نے اپنے زیر بحث مضمون میں جگہ جگہ علماء اور جمعیت علماء کے شاندار کارناموں کا ذکر ہی ہیں اعتراف میں کیا ہے۔ کون نہیں جانتا کہ اس ملک میں امت مسلمہ پر جو بہار آئی ہوئی پر اس کے لانے میں ان اکابر جمعیت کا حصہ کسی دوسرے سے کم نہیں ہے بلکہ استثناء ہر معاذ بر شکست ھعناؤ اور اپنی فکرت کو قراردینا اگر کارنامہ ہے تو کوئی شک نہیں کہ جمعیت علماء کی تاریخ ان کارناموں سے بھری ہوئی ہے اس طرح ہر اکابر والی طاقت کے ہاتھ میں استعمال ہو جاتا اور ہوتے رہنا اگر سیاست ہے تو اس سیاست سے بھی ہمارے علماء جمعیت کا مقدس دامن بھرا ہوا ہے ہم کھلے دل سے اعتراف کرتے ہیں

ان پنچ آپ کو ہلاکت کے خطرے میں بنتا کرنا ہے؟ یا شکست میکان میں رہنے کا اصرار کرنا موت کو دعوت دینا ہے۔ اسی طرح بار بار کی آزمائی ہوئی قیادت کے سچے پڑے رہتا ایسا اجتماعی گناہ ہے جسے قدرت کسی معاف نہیں کرتی۔ مسجد قرطیب اور قصر المراکے دیوار د در اس حقیقت کو زبان حال سے بیان کر رہے ہیں۔

تیسرا ادارہ یہ

باعثِ شرم؟

ان سطور کا عنوان ہماری ایجاد نہیں بلکہ معاصر جمعیت کے اس مضمون سے مأخوذه ہے جو معاصر نے ندیم کی بھلی درد مندان گزارشا کے جواب میں پر دل قلم فرمایا ہے اس مضمون پر جو انجمنی کی وہ ایڈیشن کی اشاعت میں ادارہ یہ کی جگہ شائع ہوا ہے علماء اور ادانت کی جمعیت کے۔ ثیان شان "مہدب" اور "شاستہ" الفاظ میں جس طرح تدیم پر غصہ اتارا گیا ہے اس کا نتیجہ یہ ہے کہ لا مل کا جواب دلائل کے بجا نے ندیم کی تنقید کو باعثِ شرم کہہ کر پیچھا چھڑا گیا۔ جمعیت کی شان میں ہمارا یہ استاذی چاہے معاصر کی نظر میں باعثِ شرم ہو لیں علماء کی زیارت مبارک سے ایسے خطابات کا مٹاہمارے لئے "باعثِ فخر" ہے۔

اس غزت افرانی پر ہم انشہ کا مشکرا کرتے ہیں اور معاصر کا مشکر یہ۔ یہ عرض کرنا تو استاذی ہو گئی کہ عام طور پر آدمی دلائل کے افلاؤں کو ہی گرم گفتاریوں سے پورا کیا کرتا ہے تو حسن نعم تمام رکھتے ہوئے یہی سمجھیں گے کہ معاصر نے شاید یہی سمجھا کہ ہم نے جو کچھ وہن کیا ہے اس میں مخالفانہ جذبہ کام کر رہا ہے اسی لئے معاصر کو غصہ آ گیا اور بجالات موجود ایسا سمجھتے ہیں معدود بھی ہے کیونکہ جمعیت علماء کے تیام کے کچھ ہی عرصہ بدو سے ایسے حالات ہو گئے اور ہمارے اکابر جمعیت کو ایسے مرحلوں سے گزرنا اور ایسے مسماٹ میں مشغول ہو جانا پڑتا ہے میں اخلاقی و درود سری نہیں بلکہ کچھ دوسرے حریمی کا دامہ ہوتے ہیں۔ انسان کی نظرت ہے کہ وہ

کیا تھا کہ اس نے بن مسلم ہلت کے مقادات کو سامنے لے کر اس کی واحد نمائندگی کا نامہ لگایا تھا اب اگر جمیعت اسلام رجیس مسازن کی واحد نمائندگی کا واحد عویٰ کوئے چیسا کہ وہ کوئی ہے تو آخر نیز مسلم اس دعوے کے پر کان کھڑے کیوں نہ کریں گے۔

ہماری اس صاف اور سپید صمی بات کے جواب میں معابر الجھتی نے بہت سے کاموں کا ذکر کر کے ان دونوں مختلف تقاضوں میں مطابقت دینے کی کوشش کی ہے "تطبیق مختلفاً" کی باقا عادہ تعلیم قدار العابدوں میں ہی ہوتی ہے اسلئے یہ علماء حضرات کا ہی حصہ ہے ہمارے جیسے عالم تراس فن کو بھی جو نہیں سکتے، اس نے اس سلسلہ میں اپنے طور پر کچھ عرض کرنے کے بجائے ڈاکٹر سید عابد حسین کی تازہ تراث "مندرجہستان مسلمان آئینہ ایام میں" کا ایک انتیاس پیش کرتے ہیں اس سے صاف معلوم ہو جائے گا کہ حقیقت دہ ہر جو تم پیش کر رہے ہیں یاد ہو جائے گا کہ حقیقت دہ ہر سمجھی ہے مذاخیر ہے کہ ڈاکٹر سید عابد حسین صاحب شرعاً ہی سے کثر قوم پرست اور گاندھی جی کے خارجی ہیں اس نے ان کی بات کو گایوں میں نہیں اڑایا جا سکتا۔

ڈاکٹر صاحب اپنی مذکورہ کتاب کے صفحہ ۲۳۷ پر لکھتے ہیں "دوسری طرف مذہبی طبقے کے لوگ انگریزی حکومت کو مسلمانوں کی مذہبی معاشی اور تہذیبی زندگی کے لئے مفرک بکھر ہلک جانتے تھے اور اس سے نفرت کرتے تھے بخوبی تہذیب سے دراصل اکھنیں زیادہ تراس و جبر کی نفرت تھی کہ وہ اسے انگریزوں کے سیاسی انتدار کے آئندہ کاری حیثیت سے دیکھتے تھے یہی منطقی انداز نظر قوم پروری کی تحریک میں نظر آتا ہے جن کے یہ علماء دین علمبردار تھے۔ انہوں نے بڑے جوش و خوشی سے تو می اتحاد اور آزادی کی جدید چیزوں نیشنل کانگریس کا ساقہ دیا لیکن اکھنیں یہ احسان س نہیں تھا کہ قوم پروری محض اس جذبہ کیا نام نہیں کہ ملک کو پیدائی قوم کی حکومت سے آزاد کر لیا جائے بلکہ ایک جزو ہے سیکور ہموریت کے سیاسی خلصہ کا اور خود سیاسی نفسخہ جزو ہے جدید برلن نظریہ زندگی کا اس نے جب تک اس نظریہ زندگی کو اختیار کیا جائے۔

اور اپنے خدا سے اس کو تاریخ پر استغفار کرتے ہیں کہ ہم علماء کے احترام کے جذبہ کا شکار ہو کر جس سے ہمارا دل اب بھی بھرا ہوا ہے وہ باقی کہہ گئے ہیں جن کو تاریخ کی روشن حقیقتیں جھیلاری ہیں ہم سے یہ غلط علماء کے احترام کے جذبہ سے ہو گئی ورنہ اگر کسی غلط جذبہ سے حقیقت فراموشی اور حقیقتوں کا یہ جرم ہم سے سرزد ہوا ہوتا تو خود ہماری نظریں باعث شرم ہوتا۔

ہم نے علماء کا احترام پروری طرح ملحوظ رکھتے ہوئے نہایت ادب سے وہ مکیا تھا کہ جمیعت العلماء جن عصری تقاضوں کا جواب دینے کے لئے وجود میں آئی تھی وہ تقاضے اب نہیں رہے اس نے بڑی خدمات انجام دی ہیں لیکن اب زمان بالکل منقلب ہو گیا ہے اور کچھ دوسرے عصری تقاضے ابھر کر آئے ہیں جو پوری ملت سے جواب مانگ رہے ہیں۔ ہمارے علماء فتنی جزئیات پر لیفیناً عبور رکھتے ہیں لیکن سیاست ایک دوسرا میدان ہے۔ ضروری نہیں کہ ایک اچھا طبیب اچھا بخیر بھی ہو۔ یہ حضرات اس بات سے یا انکلنا و اتفق ہیں لکھری تقاضے ہی کوئی چیز ہوتے ہیں جن کو دینی و ملی تقاضوں کے قابل میں ڈھاندا دین و ملت کی بھی سب سے بڑی هزوڑت ہو۔ دوسری بات جو ہم نے لے ہیں تھی اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جمیعت العلماء دو مختلف سستوں میں جاتے والی کشتبیوں پر سورہ رہنا چاہتی ہے ایک طرف وطن پرستی اور مجده قومیت کے تقاضے ہیں دوسری طرف مسلم ملت کی مدد و ریاست شب تاریخی کا جگر چاک ہونے سے پہلے تو انگریز دشمن نے ان دونوں چیزوں کا تغدی ریادہ نکایا انہیں ہونے دیا تھا لیکن آزادی ملنے کے بعد جوں یہ ملک آگے بڑھ رہا ہے ان دونوں تقاضادوں کا تضاد نکایا ہوتا جا رہا ہے۔ یہاں سوال شخصیتوں اور ان کی عقائد کا ہنسی بلکہ واقعات اور حقائق کا ہے اگر جنید شیلی جیسے بزرگ بھی پیدا ہو جائیں تو اکھنیں بھی دو مختلف سستوں میں جانے والی ان کشتبیوں میں سے کوئی ایک بھی مشکب کرنا پڑیں۔ ہم نے یہ بھی کہا اتفاقاً کہ مسلم لیگ کا قصور اس کے سوا

سکے۔ غرض مذہبی اسلامی اور سیاسی آزادی کی دہ مخلوط تحریک جو ہندوستان میں تقریباً دیڑھ سو سال پہلے شروع ہوئی تھی اب اس مرحلہ پر پہنچ گئی ہے جہاں اسے آگے بڑھنے کا راستہ نظر نہیں آ رہا ہے مگر وہ بجا نے اس کے کہ صورت حال کا جائزہ لے کر نئے سرے سے اپنے مقام دکا تیقین کرے اور ان کے حاصل کرنے کے دسائل سوچے اپنے آپکو یہ کلہر لے لیا چاہتی ہے کہ جس مرحلہ پر وہ رک گئی ہے وہی اس کی اصل منزد ہے رکنا ہے مذکور صفحہ ۲۱۷ انسوس کے زبانہ طوبیں عبارتیں نقل نہیں کی جاسکتیں۔ لیکن اور پڑاکٹ صاحب کی کتاب سے جتنا نقل کیا گیا اس سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ ہمارے علماء حضرات نے جب ہے آزادی کی جنگ میں حصہ دیا اس دقت سے وہ سیکولر جمہوریت اور برلن نظریہ زندگی اور اس کے تضاد نے خال الذہن تھے اور آزادی وطن اور مذہبی جذبہ میں سرشار ہو کہ انجام کو یہی نظریہ آزادی کی جنگ میں کوڈ پڑے اس کا تجھے ہے کہ اب تھٹھے کھڑے ہیں اور ان کی سمجھ میں فہیں آ رہا ہے کہ کیا کریں یہ ممیک ہی بات ہے جو نہیم نے نہایت ادب کے ساتھ عرض کی تھی اور جس کے جواب میں علماء کے ترجمان الجعیۃ کے منحہ میں جھاؤ آ رہے ہیں ہم نے جو عرض کیا تھا اور اب بھی یہی رائے رکھتے ہیں کہ جمعیۃ العلماء کا کام ختم ہو گیا اسلئے اسے مقدس یادگار کے طور پر شاریخ میں محفوظ کر دیا جائے۔ اور خدمت کے لئے وہ لوگ اگے پڑھیں جو دقت کی نیض پہنچا نتے ہیں۔ ہماری یہ بات گاندھی جی کے اس مشورہ سے مختلف نہیں ہے جو انہوں نے آزادی کے بعد گانگریں کو دیا تھا کہ اب کانگریں کا کام ختم ہو گیا ہے اس نے اسے ختم کر دیا جائے۔ لیکن انسوس کے تزمم معاشرے ہماری اس مخلعاتہ گزارش کو مخالفت کھما۔

ڈاکٹر عبدالحسین صاحب کے ذکورہ بالا تباہی کی ہماری اس رائے کی تائید ہے ہمیں ہر قلی بلکان «کارنا موں» کی حقیقت ہی سامنے آ جاتی ہے جو ہماری جمعیۃ العلماء کا ایک ہی سرایہ حیات ہے ڈاکٹر صاحب قوم پر مسلمان ہونے کے ناتے قوم پر ور عمار اور ان کی جمعیۃ کے کڑھامی ہیں اسلئے کم سے کم ان کی بات کو

قوم پر دی کوئی معتبر اور مستقل بنیاد نہیں رکھتی جہاں تک سیکولر قوم پروری کا تعلق ہے ایتھا میں اس نے خود کو ٹریڈ ملٹک جب آگے جل کر خلافت تحریک تو می تحریک کی حلیف بن کر اجڑی تو عام طور پر مسلمانوں میں جن میں کانگریسی مسلمان بھی شامل تھے ایک عجیب قسم کی سیاسی مذہبیت پیدا ہوئی اور ڈبری اور ڈبری دچھپ تا دبیل سے کام لیکر کانگریس اور خلافت کیوں کی سیاسی پالیسیوں کے لئے مذہبی سند تلاش کیا کرتے تھے اور یہ نہیں سوچتے تھے کہ اس طرح ان کی سیکولر قوم پر دی اور علامہ دین کی مذہبی قوم پر دی میں کوئی حدفاصل نہیں رہتی۔ یہ جو یہ ربطی ان کے رجحان نکر میں تھی اس وقت تک چھپ رہی جب تک ان کی توجہ آزادی کی کشکش پر مکوت تھی اور کسی کے ذہن میں یہ بات صاف نہ تھی کہ آزادی کے بعد ملک کا سیاسی اور سماجی نظام کیا ہو گا جب تین ساز اسیلی نے آزاد ہندوستان کا آئین پایا تو عام طور پر اس کے ممبران نے جن میں قوم پرور مسلمان بھی تھے اسے محض آزادی کے چارٹر کی حیثیت سے دیکھا اور اس کی گر جوشی ہے تائید کی۔ کم ایسے تھے جھوٹ لے اس بات کو پوچھتے کیجا ہو لے آئین جدید محراب ہندیب کے بنیادی سیاسی و سماجی تصورات پر یعنی ہے اور ایک نئے دہ کا تقبیب ہے جس میں تو می زندگی کی تنقیم سیکولر جمہوریت کے اصول کے مطابق ہو گی۔ اب جب کہ یہ ایم حقیقت رفتہ رفتہ ظاہر ہو رہی ہے مسلمانوں کا ہر لکب تکرا جھن میں گرفتار ہے اپنے مذہبی مذاق کی وجہ سے یہ سمجھ میں ہمیں آتا کہ متصاد لفظ ہا نے نظر میں مصالحت کیوں نکر ہو سکتی ہے اس الجھن نے جود اور یہ عملی کی موجودہ کیفیت پیدا کر دی ہے۔

”ہمارے قوم پر ور مسلمانوں کو کم مصلحتوں سے مسلمان اعوام کی تائیف تاوب کا خیال رکھتا پڑتا ہے جن میں سب سے ایم مصلحتوں یہ ہے کہ مسلمانوں سے کانگریس کے لئے وعدہ حاصل کرنے کی زندگی زیادہ تر اہنی پر ہے گوہارے علماء مجموعی طور پر سیکولر قومی ریاست کی پر خلوص تائید کرتے میں مگر اتنی گرم جوشی کے ساتھ ہمیں پوظام مسلمانوں کے دلوں گو گرا

لئی ہے؟

رسائل و اخبارات کے فائل گواہ ہیں کہ ازادی سے پہلے جب علماء کرام سے کہا جاتا تھا کہ جانشین رسول ہوتے کی حیثیت سے آپ کا منصب تو یہ ہے کہ احیاء دین اور قیام دین کی کوشش ہیں اپنے اور ملت کی صلاحیتیں حفظ کریں تو علماء کی جانب سے یہ جواب ملت تھا کہ اس وقت ہم پر دچکرو کا بوجھ ہے ابھی ہم ایک کی مدد سے دوسرے پھر کاروچھہ ہائیں اس کے بعد ایک مقابلاً اسان ہو گا اس وقت ہم اپنا اصل کام یعنی قیام دین کا کام کریں گے۔ علماء کرام کا وہ ارادہ پورا ہے اٹھارہ سالیں ہوتی ہیں اب سوال یہ ہے کہ ان اٹھارہ سالوں میں آپ نے وہ اصل کام کتنا کیا۔ یا اگر نہیں کیا تو کب تک ارادہ ہے؟ کیا عروں کا انتظام کرنا اور نئے نئے مزادوں کی تغیری جیسا کہ ابھی اجین میں ہو رہی ہے یا مسلمانوں کی کسٹوڈی恩 اور ملازمتوں وغیرہ اجنبیوں میں معروف ہو جانا یہی ہے وہ قیام دین کی کوشش جو آپ کا ایک پھریہ جائز کے بعد کرنا تھی ہم موادر سے درخواست کریں گے کہ وہ اس مستکد پر حضور وطنی ڈالے۔ تاکہ ہم جیسے بہت سے بندگان خدا کو تسلیم ہو۔ جو علماء کی طرف امید بھری نظریوں سے دیکھتے ہیں۔

محترم معاشرے ندیم کے زیر نظر معمون پر غصہ کرتے ہوئے یہ بھی فرمایا ہے کہ "برتن میں سے دھی چیز شکنی ہے جو اس میں ہوئی ہے" یہ عربی مقولہ بینیک صحیح ہے۔ ندیم کے برتن میں کوچیز مٹکی ہے وہ علماء کا حرام ان کی واقعی خدمت کا اعتراف جمعیتہ اعلیاء کی راستے اور روشن سے اختلاف ان کی خدمت میں مختلف مادہ درخواست اور یہ تناد خواہیں کہ علماء حسین بن علیم المرقبت ہستیوں کو دہی مقام سے جوان کا ہے یہ ہیں وہ چیزیں جو ندیم کے برتن میں سے مٹکی ہیں۔ حسین کا دل چاہے وہ ہمارے معمون کو اب بھی اس نقطہ نظر سے دیکھ لے البتہ یہ بات ہزار ہے کہ ہماری راستے میں بڑی اور معصومیت لازم و ملزم نہیں ہیں ہمارے نزدیک ایک شخص غلطی کرتے کہ بعد بندگ اور قابل احترام رہتا ہے جبکہ معاشر کا سلک یہ معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص بزرگ ہے وہ غلطی نہیں کرتا اور جو غلطی کرتا ہے وہ

تقویٰ توجہ سے شناختے ہیں تو قرآن نے تو یہ تعلیم دی ہے کہ کسی بات کو اگر تم خود نہیں جانتے ہو تو جانتے والوں سے دریافت کرو۔ اگر علماء حضرات جدید لبرل نظریات سے اوزو نسبت کے جدید تقاضوں سے واقف نہیں ہیں۔ اور یہ نہیں جانتے کہ ان کی مذہب مسلمان اور ان کے ذمہ پر کہاں اور کس طرح پڑتی ہے اور دین کے تقاضوں اور جدید توصیت کے تقاضوں میں کیا تفاہد ہے تو اپنے ہم خیال ڈاکٹر عابد جسین صاحب کے مشوروں پر کان دھرنے میں اور مسلمانوں کو اپنے تلقین اور اپنے کارتا ہوں کے سہارے لا دینیت کی دوڑخ میں نہ جھونک دیں۔ علماء کا پہلا کام تو مسلمانوں کے دین کو خطرات سے بچانا تھا لیکن اگر شفاذ خانہ نہ ہر تقسیم کرنے لگیں تو بیچارہ مریض کہاں جائے۔

لیکن اگر داکٹر سید عابد جسین پر بھی علماء اور ان کے کارتا ہو تو ان کی نظر مبارک کے سامنے خود اپنی علماء کا دو مشہور نتیجہ نہیں گے جو ۱۹۷۸ء میں سیکڑوں علماء کرام کے دستخطوں سے شائع ہوا تھا جس میں انگریزوں کی حکومت کی تعیینی ارادہ دیتا، کوئیلوں میں جانا، اور ازیزی عہدے حطا بات عدالتولی میں مقدمات لے جانا اور پیشہ و کامت اور ایسی سب چیزوں کو حرام کہا گیا تھا۔ ہم علماء کرام سے دریافت کرتے ہیں کہ اس حالت و حرمت کی عدت کیا ہے؟ آیا یہ کہ انگریز افغانستان کا رہنے والا ہو کر ہندوستان پر حکومت کیوں کرتا ہے یا یہ کہ اللہ کے بندوں پر اپنا حکم کیوں چلاتا ہے؟ اگر پہلی بات حقیقی تو یہاں کرم اس کی دضاحت فرمادیں۔ اور اگر دوسرا بات حقیقی تو یہاں عنایت یہ تباہی کہ کیا حرمت کی وہ عدت اسی نہیں رہی؟ کیا باہر کے قیصر و کسری تو از رہے مژہ میں گردن زدنی ہوتے ہیں اور گھر کے ابو جہل اور ابو ابیب کو رہنمایان کا علان کرنا چاہئے کہم ان کے بنا تے ہوئے و استہ پر جل کر منزل مقفلہ پر پیچ سکتے ہیں۔ اگر اس نتے میں حرام ہونے کی عدت کوئی سیاسی ہزوڑت نہیں بلکہ حکمت دینی ہے تو ہم بالی فرمائیں یہ تباہی کہ تاریخ اسلام میں قرآن کے پیغمبے چلتے کے بجا تے قرآن کو اپنے پیغمبے چلانے کی اس سے بہتر کوئی اور مثال

لگیں جو خود ان کے حق میں معزز ہیں تو محبت و عقیدت کی جان و حق یا بین بھی کچھ گزر لی ہے، جو کڑا دی ہوتی ہیں اگر معاہدہ کو اب بھی شکایت ہو تو ہم اس سے درخواست کریں گے۔ کہ وہ ہماری گزارشات کو اپنے صفات میں چکڑے اے اور ہم اپنے پرچھ کو اس کے فرمودات سے زینت بخشنیں گے۔ تاکہ دونوں پر چلا کے پڑھنے والے تعمیر کے دونوں رخ دیکھ سکیں۔ تعمیر کا ایک رخ پیش کرتا نہ تواند یادیات ہے نہ بہادری۔

بھائی

معاصر "ذیلم" نے اپنے شیرے اور ہبہ میں علماء مجعیت کے جس زرش دلخچ جوالي مصروف کا ذکر کیا ہے وہ ہماری نظر سے بھی گزد انتہا۔ وہ دراصل دو اداریوں سے عبارت ہے جو ۱۹۵۰ء اور اپریل کے انجمنیت میں شائع ہوئے ہیں۔

در زمانہ انجمنیت کا باقاعدہ مطالعہ کرنے والا کوئی بھی پوسٹ میڈیا میں اور ادا کاروں میں مدنظر یہ محسوس کیجئے تھے نہیں رہ سکتا۔ کاس اخبار کے شذوذات کوختے دالے مدیر حناب محمد عثمان فارقلیط کا ذہن، طرز فکر، طریق گفتگو اور انداز استدلال وہ نہیں ہے جس کے لئے انجمنیت اعلیاء معرفت ہے۔ جمیعت اعلیاء کی تکریی پیشی اور سیاسی تکنیک میں خوف اور مرغوبیت کا جو عنصر و صد دراز سے کافی اچھا ہوا نظر آ رہا ہے اس کی پرچھائیں تک حساب فارقلیط کے رشیات تتم میں نظر نہیں آئی۔ بلکہ ان کے ادارتی نوٹ پر مطلع ہوتے تو اکثر وہ پیشتر یہ بات ذہن سے بکل ہی جاتی ہے کہ ہم جو اخبار پڑھ رہے ہیں وہ اس انجمنیت اعلیاء کا اخبار ہے جس نے عصہ دراز سو تو م پرستی کی پرچھائیوں کے سچے پڑھنا اپنا مہمان نگر بنارکھا ہے۔

اس صورت میں انجمنیم کا یہ خیال تو ہائی تکمیل نہیں ہجوم ہوتا کہ ان کی تنقید کا ناقابل علماء مجعیت نے کیا ہے پوکتا ہے فارقلیط صاحب کے مذکورہ دونوں شذوذوں کے سچے بھی جمیعت کے بھی کچھ مثوروں سے شامل ہو گئے ہوں اور بعض نقوشوں کا زہر بیا ہیں ان مشوروں میں کا ایک جزو ہو گرفتار ہمیشیوں کی ذمہ داری فارقلیط صاحب کے سر جاتی ہے نہ کہ علمائے جمیعت کے

بذرگ نہیں ہے۔ یہ تو ہوانہ یہم کے برلن کا معاملہ تین اگر کوئی شخص یہ جا بنا چاہتا ہے کہ مسلمانوں کی سب سے زیادہ قابل احترام تنقید جمیعت اعلیاء اور اس کے ترجیحات انجمنیت کے برلن میں کیا عبارت ہے تو ہم اس کو مستورہ دیں گے کہ وہ ۱۹۴۳ء کے انتخاب کے زمانہ کے پرچے دیکھ لے۔ ان دونوں میں مولا نا حفظ ال الرحمن صاحب مرحوم کے انتخابات کے سلسلہ میں اس کے برلن میں کسی کیسے سوتی اور کیسے زندگی بخشنے والے آپ جیات کی بارش ہوئی تھی اگر معاصر کو یہ نہ رہا تو اس کے خاص خاص اقتداء سات ندیم پیش کر سکتا ہے تین اتنی دور جانے کی حدودت نہیں اور یہ بات تو تازہ اور موجودہ ہے کہ اکابر جمیعت کے دینی جذبہ اور جوش عمل نے جب تک نصف ل و نصف کم کے اصول پر صارت کونصف نصف تقسیم نہیں کریا اس وقت تک ان کے جذبہ عبودیت کو تسلیم نہیں ہوئی۔

ایک ہوا در لگل صدر اور در مراحتی صدر یا نمائشی صدر جمیعت کا۔ یہ وہ کارخام ہے جس کی مثال دہمی جماعت میں ملتی ہوئی کسی مملکت میں اور انشا اللہ تعالیٰ نے والی تسلیم بھی اس پر فخر کریں گی۔ پھر دونوں طرف کے زعماں کی جانب سے ایک دوسرے پر جو گل انسانی ہو رہی ہے اس پر تو سختی بھی نہیں گزرسے ہیں۔ ایک گروپ کے بیان کے مطابق دستور کی ایک فہریت ہوئی ہے فاتح ہو گئی۔ ایک نتیجے اشارہ فتح ماریا۔ فلاں ناظم فلاں سابق ملازم ہیں دوسرے نے اپنے ساختی کو ڈنک مارنے والا بچھو مناڈ والا۔ ہم کیا کیا پیش کریں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ایں خاتم تمام آفتاب است۔ ایسی بات یہ ہے کہ ہم تو اس برلن کی تراویش سے لطف یعنی کی صلاحیت بھی نہیں رکھتے۔ البتہ کبھی کبھی یہ نایا نہ آہ کے ساتھ بان سے بکل جاتا ہے کہ:-

گر ہمیں مکتبہ د سکلیں ملایا
کار طفلان تمام خواہد شد

ہمیں ان سلفوں میں ان لوگوں کو تلقنی و تیری محسوس ہو گی جو اس کی خصیت سے آشنا نہیں ہیں کہ حب ایسی محبوب شخصیتوں سے جن سے یہ توفقات والستہ ہوں ایسی باتیں صادر ہوتے

لکھے دیکھے جا سکتے ہیں کہ
” میں انگریز کے خلاف کتوں اور سوروں نے مجھی
نقاوں کر سکتا ہوں ”

پہلے سکتا ہے الفاظ اکی لفظ میں کوئی مشوٹ اور ادھر پہنچا ہو
لیکن ذہن مجھیتہ العلماء کا یہ حال بھی تھا جو اس نقروں میں
محض سے بول رہا ہے انگریز نکتائی بار پا ہو مگر اس سے نظرت
کی بنیاد پر سیاست کا کوئی محل بنانا اور اس کی تحریر پر اپنی
بیرون تو تین ہمپایا جا سکے یا جسے خوش فکر اور اپنی سیاست
کا مظہر قرار دیا جا سکے۔

البتہ ذات عابد حسین کے نکری تجزیہ کا درست راجزو ہماری
نظر میں صرف غیر مقول ہے بلکہ اصلی ظالموں کی طرف سے
آنکھیں بند کر لینے کے مراد ہے اصلی ظالم اور خائن تو
وہ لوگ ہیں جنہوں نے جنگ آزادی کے دوران سیکور ازم
ادھر پوریت کے جو معنی لئے تھا انہیں آزادی ملنے کے بعد
رزق کی نوکری میں ڈال دیا۔ اور اتندر ملتے ہی وادہ جارحانہ
قوم پرستی اور مذہبی تعصب کی راہ پر سرپڑ دوڑنے لگے۔
یورڈ اب بھی ان کے ایوانِ گفتار پر دہم پر انہیکے ہائے ادا
الفاظ اس پر دہم سیکور ازم اور جمپوریت کے مرقوم میں
لیکن عملاً ہمتوں نے مجھیتہ العلماء سے، اپنے چھپے دعاوی
اور تصورات سے، واضح قراردادوں اور سعادت دوں سو
کھلنا دیا اور آخرات کیا۔

ایک ناکچہ آدمی کسی راہرن کو راہ ناکچہ لے یہ
اس کا بھول بیں ہے جسے آپ حمافت بھی کہہ سکتے ہیں لیکن
جب پہر راہرن اسے وٹ لے گا تو فوجوں لشے دا کی چھات
پر عائیہ انہیں کل جائیگی بلکہ محروم راہرن ہی کو مانا جائیگا۔

اسی طرح مجھیتہ العلماء نے اگرچہ منقی نکر کے خطوط پر
چل کر مستقبل کے حسین خواب دیکھنے اور ابتدائے دلن کی
منصفت مزاجی پر بھروسہ کرنے کی محاذت کا ارتکاب ہزور
کیا تھا لیکن یہ ابتدائے دلن جب آزادی ملنے ہی سیکور ازم
اور جمپوریت کی بالکل نیوشاپوں پر اترت آتے ہیں اور قومی

علمائے جمیتہ عوام خود پرستی اور استغفار کی ان بلند فضاؤں
میں وہ ہتھے ہیں جہاں انھیں کسی بھی تاقد یا مشورہ پیش کرتے
والے کی طرف توجہ دینے کی ہزورت ہی نہیں ہے انھیں بھلا
اس کی کیا پرواب ہوتی کہ ”ندیم“ کیا لکھ رہا ہے۔ ندیم کے
فرموداں پر جزوی تعلقیں کرتے کا فعل حقیقتہ مجھیتہ العلماء کا
بات یہ ہے کہ بعض تلحیح جملوں کو چھوڑ کر مدیر اتحادی کی
سید بر ازم اور مجھیتہ العلماء کے موقوف میں جو تقطیعی کی ہے
اور ندیم کے اعتراض کا جواب دیا ہے وہ خاصاً ورنی
ہے ہم اگر اس پوری بحث پر حاکم کر سے گے تو یہ بہت بیسی
ہو جائے گی لہذا اصرحت بعض اجزاء، پر اپنے خیالات پیش
کرتے ہیں تاکہ لائق نور اور مستحق توجہ نکات طوائف میں گم
نہ ہو جائیں۔

دالکاظم عابد حسین کا تجزیہ ابتدائے طور پر ذات عابد حسین صاحب
کی یہ بات بالکل درست ہے کہ جنگ آزادی میں مجھیتہ العلماء کی
سلامی جدوجہد کسی ایجادی نکری پر مبنی نہیں تھی بلکہ وہ سرتاسر تنفس
بنیادوں پر استوار تھی۔ اور مستقبل کے بارے میں ہم غیر منظم
اور خواب آسا ایمیدوں کے سوا اس کے پاس دارخواص اور ایمان
تمہرات کا قطعی نقدان تھا اسی بات کو ہم اپنے الفاظ میں یہ
سمہہ سکتے ہیں کہ مجھیتہ العلماء نے جنگ آزادی میں جو ہمیزی فریادیں
دی ہیں مہ سی مقصد ملینکی محبت اور کسی اپنے اصول
کی حمایت میں نہیں دی ہیں بلکہ ”انگریز کی نظرت“ اس کی تمام
سرگردیوں کا ذہنی سنجاق بنیاد رہی ہے اور اس نظرت کی
شدت نے اسے ایک ایسی آزادی کے لئے بڑا دیا ہے جو
بجا ہے خود نہ کوئی نظرت گد لعنت۔ جو اپنی اصلاحی حیثیت
میں ایک سپاٹ نہ ہے اور مجرد اس نے نہیں مٹا کم
فہمیں کا کام تو ہو سکتا ہے گہری نظر اور منطقی نکر رکھنے والوں
کا کام نہیں ہو سکتا۔

استاد محترم حضرت مولا تاسید حسین الحمد للہ فی کے یہ
الفاظ آج ہمی تاریخ کے حاشیے میں کال روشنائی سے

بے معنی اور بے اساس بنا سکتے ہیں یہ داکٹر عابد حسین جیسے اہل نظر سے مخفی نہیں ہوتا جائیں ایک قدم پڑھ کر ہم کہیں گے کہ یہاں تو سرے سے تنقیم کا رادہ ہی نہیں پایا جاتا۔ لفاظی بہت ہے دعوے کے شمار ہیں میکن قوم پر دعا نہ خطا پر تمام ارباب دن کی تنقیم اور شیرازہ بندی کا حقیقی داعیہ کہیں نہیں پایا جاتا۔ اسکے پر خلاف انتشار اور بھیں جھبٹ اور تقصیب و تدبک کی راہ میں کافی نیز تدمی دکھائی جا رہی ہے۔

خود داکٹر صاحب کے تجزیے کو بھی ہم اسی علم و تعلص کا ایک جزو فراہدیں گے جسے قوم پر دری اور دن پرستی جن اصطلاحوں کی آڑ میں اپنایا گیا ہے نظم کو علم نہ کہنا اور نظام کے عوام مظلوم کو مجرم پھرانا آج کی قوم پرستی کو ممتاز کر ہے۔ یہ دعویٰ و صفت و صوف کے ان الفاظ میں جلوہ گورے کرے اب جب کہ یہ اہم حقیقت رفتار فتاہ ہر ہوہ ہے

ہے مسلمانوں کا ہر مکتب فکر الحجج میں گرفتار ہے۔ ہم صفات الفاظیں کہتے ہیں کہ یہ ریمارک حقیقت سے کوئی تعلق نہیں رکھتا۔ مسلمانوں کو الحجج نے یہ نظریہ زندگی سے ہے کہ مغربی تصور انصاف پر بنی جمہوریت۔ انھیں الحجج ہے کھلے نظم سے منافقت سے۔ وشوائیں عادات سے۔

ہندی جاہریت اور دنی بھی تعصیب سے۔ انھیں الحجج ہے کا نگریں کی ہے کروادی سے۔ بے احوال سے۔ کوئی مبصر طیرجا شہدار نہیں سمجھا جا سکن۔ جب تک کہ وہ سیاسی و سماجی حالات کی تدبیں کام کرنے والے موثرات میں اس سب سے پڑے۔ مژاہر اور عامل کو نہ دیکھ جسے ہم نے نظم و جاہریت کے نام سے موسم کیا ہے داکٹر صاحب نے خدا جانے کی وجہ سے یہ بے بنیاد مفرغ صفائحہ کر لیا ہے کہ ہمارے یہاں جدید یہاں نظریہ زندگی کی کاشت کا جارہی ہے حالانکہ یہاں "نظریہ زندگی" نام کی کوئی شخصیت سے موجود ہی نہیں اور جن غیر مربوط اذکار کے جوئے کو لیڈ لوگ پڑے طبقاً قسم سے نظریہ زندگی کے نام سے بیش کرتے ہیں اس کا سارا حسن سامنے کی پیلی کا جن ہے جو اپنے مبنی میں ذہر

ل فقط نظریہ زندگی تک نظری کو زمام عمل سونپ دی جاتی ہے تو داکٹر عابد حسین جیسے اہل نظر کو ذہن جنم جھیٹ العلامہ پر نہیں کا نگریسی شہزادہ پر عائد کرتی چاہئے۔ داکٹر صاحب جدید سبل نظریہ زندگی کا حوالہ تدوینیے ہیں تیکنیزی نہیں دیکھتے کہ خود شیشل کا نگریں کب اس نظریہ کو اپنائیں گے۔ تو میر دری کی تحریک کے پیچے یہ جاتے بغیر حل پڑنا کہ قوم پر دری جا سے خود کوئی جانع فلسفہ نہیں لیکہ دہ جزو ہے سیکولر جمہوریت کے سیاسی نسلیہ کا بے شک ایک نا ممکن کا کام تھا اور جدید یہاں نظریہ زندگی سے تادا قفیت بھی علماء کی فہرست خطا یا میں فزر درج کیجئے لیکن خدارا یہ تو جاد عکسے کہ کیا خود کا لگریں نے بھی آزادی کے بعد سیکولر جمہوریت کا سیاسی فلسفہ بر تنے کا فوز حاصل کیا ہے اور جدید یہاں نظریہ زندگی سے سروکار رکھا ہے کا نگریسی مسلمانوں کو جھوٹ سیتے وہ کس تکہیت کے بخواہے ہیں اسی انتدار کی زماں تو غیر مسلم کا نگریسیوں کے باکھے ہیں ہے کی ان کے نئے جمیعت اعلاء کی فکری نار سائی اور تحریک خلاذت کی تاریخ اسکی اخراج اور جاہریت اور مدد ہی جا مدداری کا جواز پیدا کر سکتی ہے جسکا مظاہر وہ آزادی کے بعد دن کی روشنی میں مستقل کر رہے ہیں۔ یہ بالکل غلط اور غیر محقق ہے کہ مسلمانوں کا ہر مکتب فکر حمق اسلئے الحجج میں گرفتار ہے کہ آزادی کے دستور نے قومی زندگی کی تنقیم سیکولر جمہوریت کے اصول پر کر رہے۔

اگر قومی زندگی کی تنقیم یہاں دستور کے کھنچ ہوئے خطوط اور خاک کے مطابق ہوتی تو مسلمانوں کے قسمی بھی مکتب نکار کو رنجیں میں گرفتار ہوتا پڑتا۔ دو تا تو اصل یہی ہے کہ مغربی تہذیب نے سیکولر نام اور جمہوریت کے جو سیاسی و سماجی تصورات دیئے ہیں ان کا نام دشمن تک یہاں کے سیاسی و سماجی دادرسی میں نظر نہیں آ رہا۔ ہے یہاں حکومت چھات ہے۔ نفتر ہے مدد ہی جاہریت ہے۔ تک نظری اور بجلی ہے پر اتنے ای اور جد باثت ہے یہ گندے عناصر کی محی تنقیم کو سقدر

کے سوا کچھ بھی نہیں رکھتی۔

گاندھی جی کی مثال

فactual مدنیت کا یہ مشورہ کہ جمعیۃ العلماء المفکرین کی رخصت کے بعد خود کو ختم کر دیتی ہے بیشک ایک معنی ترکھتا ہے خصوصاً حب اس پہلو کو نظر میں رکھا جائے کہ ایک لدھا بھی چار آنے دیکر جمعیۃ العلماء کا ممبر بن سنتا ہے تو بات بڑی تکمیل میں جاتی ہے لیکن اس مشورے کی تائید میں گاندھی جی سے استشہاد کرنا ہماری ناقص راستے میں ہے محل ہی تھا۔

یہیں سچ پوچھئے تو اسی میں شک ہے کہ کانگریس اگر گاندھی جی کا مشورہ قبول کر کے خود کشی کر لیتی و تباخ اس کر بہتر نکھنے چیز کے اب نکھلے میں آخوندگی دلیل ہے کہ جن خرابیوں کی بتا پر یہ حضرت کی جاتی ہے کہ کاش کانگریس گاندھی جی کا مشورہ قبل کر لیتی وہ خرابیاں مشورہ قبول کر لیتے پر میداد نہ ہوتیں۔ کانگریس کسی قائم بالذات وجود کا نام نہیں جو خرابیوں کی تولید کا ذمہ دار ہو۔ وہ تنظیم ایک نام ہے افراد اشخاص کے ایک میٹنگی تصور کا۔ خرابیاں ان افراد اشخاص کے ذات کو دار اور طرز فکر کی میداد دہیں دیں اس نام کی۔ یہ نام گاندھی جی کے مشورے پر ختم ہی کر دیا جاتا تو کیا کردار اور طرز تکرکی وہ بھی ختم ہو جاتی جو خرابیوں کا اصل سرچشمہ ہے۔

پھر گاندھی جی کے احرازم میں ان کے مشورے کو برحق تسلیم کر کھلی لیا جائے۔ تو اس میتین فرق کو کہاں لے جائیں گے جو کانگریس اور جمیعت العلماء میں ہے۔ کانگریس کو اقتدار طبقاً الہند گاندھی جی یہ اندیشہ کرنے میں حق بجا تھے کہ اقتدار کی دولت لقیم کرنے میں کانگریسی حضرات اپنے چماختی نام سے ناجائز فائدہ اٹھائیں گے کانگریس آزادی حاصل کرنے کے لئے بنائی گئی تھی۔ آزادی حاصل ہو گئی تو اس کا مقصد وجد بھی پورا ہوا اب اسے باقی رکھنے کا اس کے سوا کوئی جواز نہیں کہ اس کی آڑ میں ان غرض و مقاصد کا استعمال کیا جاستے۔ یہ تھا گاندھی جی کے مشورے کا فکری پس منظر۔

اصل خراہی

معاہر ندیم نے جمعیت کی قوم پرستی اور دین دلی تقدیرات کے مابین حسین تضاد کی نشان دہی کی کہ اس کے بھی دو پہلو ہیں۔ مخدنہ ترمیت اور قوم پرستی کا اک دبی مفہوم ہاں بیجا ہے جو شری چھاگلہ اور گول دانکر جیہے نامہ بنا د قوم پرست لیتے ہیں۔ تو لیتیاً معاہر کی نشان دیں۔

خیال کرتا ہے۔ اس کا سر برآہ اگرچہ ایک بہادر بانپ کا بہادر بیٹا ہے اور بعض اور ادھاف حمیدہ اس میں الشفاعة دعیت فرمائے ہیں لیکن چالیس سال سے کم عمر کو اگرا اللہ نے اہبیاء تک کے لئے بتوت کی ثقاہت اور مناثت کے شایانِ شان تھیں سمجھا تو یہ کیسے سمجھیں آسکتا ہے کچھ دھویں مددی ہجری کا ایک نوہاں توم و ملت کی قیادت کا اہل بن جائے اور بعض غیر متعاق اور صاف تدبیر و فراست کے خلاقوں پر کردیں۔ فاوکیش، خود پسند اور تاریک دماغ خواریین نے اچھے اچھوں کو حجت الحقائق تک پہنچا پا ہے آج بھی یہی ہورہا ہو سب سے ہم ترا اور قبیله کن سنت مجاہدے نزدیک یہی مفاد پرستانہ اختلاف رافتاق کامستہ ہے۔ اس کی موجودگی میں یہ بحث ہی بیکار ہے کہ جمیعت العلماء کا انکری انشاش تھی ہے یا یہ قیمت۔ اصول افکار پر نظر ثانی ہو سکتی ہے۔ جهد و عمل کی نئی را ہیں ڈیونڈی جا سکتی ہیں، حقوق کی جنگ ڈٹ کر لڑی جاسکتی ہے لیکن یہ سب تنقیحی ہیئت کے داخلی احکام اور ذہنی و عملی ہم آہنگی پر محفوظ ہے۔ ملت مسلمہ آج بھی مردہ نہیں ہے گر اس کی قوانین یوں سے کام لئے والا ہی تو کوئی ہو ہم قومی و ملی مفاد کی سطح پر جا عین تعصیت ہیں رکھنے۔ اگر جمیعتہ العلما اپنی اصلاح اور شیرازہ بندی کر کے سارے ہندستانی مسلمانوں کی خانندگی کا دعویٰ دھرائے تو ہمیں کوئی اعتراض نہ چکا اہمیں اسکی بھی تھنا ہمیں کہ کوئی اور پچھا مقام و منصب جماعت اسلامی کو بھی ضرور حاصل ہو۔ مقصود قوم و ملت کی نلاح ہے۔ یہ نلاح جمیعت العلما کے ذریعہ روپ کار آتے تو چشم مار دشن دل ما شاد۔ لیکن اپنی موجودہ حالت میں جمیعتہ کا کوئی دعویٰ اور ماضی کے کارتوں پر انتخار کا اعلان بالجھر وقت گزاری کا مشکلہ ہے۔ ہے افادت اور اجتماعی رفاه سے اسے کوئی دلچسپ نہیں۔

حاصل گذاشت

ایم کہتا ہر فیروز چاہتے ہیں کہ تم یہ اور الجمیعتہ دونوں کے مدیر ہماری نگاہ میں ملت کے اُن اہل اور درمند افراد میں سے ہیں جبھیں ایک دوسرے کا خصم اور ذریق لفڑاً

درست ہو گیں میکن خود جمیعتہ العلما جو معموق میت ہے اس کے لحاظ سے اس نشان دہی کو صحیح نہیں مانتا جا سکتا۔ بلکہ تطبیق اور توجیہ کی ہیں تکنک درست ماننی ہو گی جو محترم فار تبلیط حاجج نے اپنے جوابی اداربوں میں اختیار کی ہے۔

ہمارے نقطہ نظر سے قابل توجہ اور سب سے زیادہ انکر کے متعلق وہ نکات ہیں ہیں جو نیم کے داخل مدیر نے اٹھائے ہیں بلکہ اہم تر نہ لئے وہ اندر وقیع شدید اختلاف ہے جو جمیعت کے اندر پایا جاتا ہے آپس کا نزاع اور عزاداری مخالفت وہ ملا ہے کہ سونے کو نئی میں تبدیل کر دے۔ اصول و اذکار کے بخوبی کوئی گروہ کتنا ہی شاندار کیوں نہ ہو لیکن اس کے افراد میں اگر باعثی کشمکش اور ذہنی ترقی پر اپنی جاتی ہے تو ان اصول دا ذکار کی ہیئت ایک خوبصورت لاش سے زیادہ نہیں۔ لاشیں مسئلے رکھا کر محفوظ تو کس جا سکتی ہیں مگر کس اکھارے میں ہمیں انواری جا سکتیں۔ اس کے بخلاف افراد کی ذہنی ہم آسٹنگی اور ریط و اخراج وہ قوت ہے جو کمزور سے کمزور اور تاقع سے ناقص انکا واصول کی گاڑی کو بھی طاقتور گھوڑے کی طرح لکھنگار آر گے بڑھا لے جاتی ہے ماتم اور احتجاج اور ادیلا اس پر بھی کہ جمیعتہ دو ایسے دھڑوں میں بٹ گئی سچے جو ایک دوسرے سے پری طرح متھادم ہیں۔ ان کے مابین مسلسل پیکار جاری ہے وہ ایک دوسرے کے حریف ہیں۔ اس بنیادی قساد کا ایک مظہر تو ہی صدارتی شنزیت ہے جس کا ذکر ناصل مدیر نہیں نہ کیا۔ دوسرا نظر اور میر بندی کے اجلس میں ساختہ آجکا ہے۔ اندر بندی کرنا یعنی تو معلوم ہو گا کہ قدم بندی الْيَقْضَاء مِنَّا فُوا هُمْ وَمَا تَعْقِلُهُمْ وَمَا تَعْقِلُهُمْ وَمَا تَعْقِلُهُمْ بَلْ هُمْ هُنَّ الْأَكْبَرُ۔ بندی کی پوری خواہش پائی جاتی ہے کیونکہ اس کا سر برآہ بندی کے افراد میں ساختہ ہے اس کے لئے بندی کی پوری خواہش پائی جاتی ہے۔

غزوہ جاہ کی ہوں اور گزوہ بندی کی اسپرٹ سے طبیعی اور اخلاقی طور پر تھی دامن ہے لیکن دوسرا دھڑا اور ہی مزاج رکھتا ہر دو سیاسی اجتماعی میں پیری مریدی والی حلقة بندی کا پیوند رکھنے لکھنے کو ملت کے مقاد سے بھی زیادہ ضروری

فاتحہ کا صحیح طریقہ

ایک مفید کتاب جو آپ کو فاتحہ کا صحیح طریقہ بتاتے ہوئے پدھنے کے مخفف نام رکھتی ہے قیمت حرف ۴۰ روپے ہے
کتبیہ بچلی دیوبند (یونیورسٹی)

سننے کے غرض مشروط معادن بننا چاہئے۔ یہ حضرات نظریاتی مناظرے کی بجائے جمیعتہ العلماء کے داخل انتشار اور پے کردی اور تفریق یمندی کے علاج کی طرف توجہ فرمائیں تو ہو سکتا ہے کوئی فائدہ نہیں ہو آئے۔ بغیر اس کے نفعیت کے تن مردہ میں جان نہیں آ سکتی چاہے آسمان سے فرشتے ہیں اس کے لئے اعلیٰ اصول و نظریات کے خوان لے کر نازل ہو جائیں۔

سرموں کا بارشہ

در سخیف

۵۰ سالوں آپ کی خدمتاً الخاتم دے رہا ہے

طب قدیم کا ایک نادر شاہکار آنکھوں کی تامہنیاریوں اور کرکروں کو درکرتا ہے

- زنجاہ کو گرنے اور سمجھنے نہیں دیتا۔
- رات کا استعمال کیجئے تو دن بھر اسی آنکھوں میں تروتازگی اور نکھار محسوس کریں گے
- اس کا استعمال آخر عمر تک بینا لی کا تحفظ اور امراض کی مدافعت کرتا ہے۔

انہائی خوبی یہ ہے کہ اپنے بیش بہاؤ ایک کے باوجود
آنکھوں میں الگ اور کرکٹا نہیں بلکہ سکون اور سختیک پہنچتا ہے۔



کوئی سی بھی تین شیشی ایک سارہ مونگا نے پر محصول دیپنگ معاف

بلے کاپ، دار الفیض، حمامی، پیرومیڈ بلڈنگ۔ دیوبند (یونیورسٹی)

استمال کے بعد جن بیشتر اضرار

کے ترقی تحریکی عناصر فراہم
آن میں سے چند نام:-

• مولانا حسین احمد مدینی

• مولانا حسین عبید اللہ مدینی

• مولانا شیرازی فیضی

• مفتی عقیل الرحمن عاصد

موجودہ در لگک مدد جمیعۃ العلماء

• مولانا ابواللیث صاحب

ایمرو حاصلت اسلامیہ

• حکیم کنیالاں حسٹا۔ دیوبندی

• فاٹکو غفرانیار غافل صاحب

سابق برٹش سرجن

مودودی میں خارجی ہوتا ہے شریجمی اپنے پارلائر شہریوں کے پاس۔ ہم امداد کی دلنشیزی پر خاص توجہ دیں۔

پاکستانی حضرات اس پتے سے طلب فرمائیں، مکتبہ عثایہ ۳۲۸۰ بینا بازار۔ پیر لکھی خیش کالونی - کراچی۔

شاہ ولی اللہ کی چند کتابیں

ازالت الحفاظ۔ اردو درود جلد	۲۷	-
احلقانی مسائل میں اختلاف کی راه اردو	۱	۷۵
بلغ المبین دبعہ سوانح شاہ ولی اللہ	۲	-
خیر کثیر اردو مجلہ	۴	-
مشریعۃ اور تصوف اردو غیر مجلہ	-	۵۰
سیرت رسول ﷺ	-	۷۵

تصانیف مولانا نظور نعماںی

معارف الحدیث۔ اردو مع عربی حصہ اول مجلہ	۵	-
" " " " " دوم "	۵	۵۰
" " " " " سوم "	۸	-
ذکرہ مجلہ الدافت ثانی"	۲	-
فتر آن آپ کے کیا ہوتا ہے؟	=	-
دین و شریعت	=	-
اسلام کیا ہے؟	=	-
" " "	۲	-
غیر مجلہ	۱	۷۵
" " (ہندی)	۲	-
" " (انگریزی)	۵	-
آپ حج کیسے کریں؟	۲	-
منازکی حقیقت	۱	-
امیل شہید اور معاذین اہل بدعت کے الزامات غیر مجلہ	۲۵	-
برکات رمضان	"	-
آسان حج (پاکٹ سائز)	"	-
کلم طیبہ کی حقیقت	"	-
طفوؤطات مولانا الیاس	"	-

مولانا ابوالکلام آزاد کی کتابیں

تبرکات آزاد	۶	-
آزاد کی تقریبیں	۵	۵۰

غبار خاطر	۵	-
مضامین الہلال	۳	۵
طنزیات آزاد	۳	-
قول قیصل	۲	۵۰
مسلمان عورت	۲	-
صدائے حق	۲	۲۵
مضامین آزاد	۲	-
مقالات آزاد	۲	-
شہید اعظم	۱	۵۰

مولانا ابوالحسن علی ندوی کی کتابیں

تاریخ دعوت و عزیمت۔ جلد اول	۸	-
جلد دوم	۸	-
جلد سوم	۶	-
اسلام اور مغربیت کی کشمکش	۵	-
اسانی دنیا پر سماوات کے عروج و زوال کا اثر	۲	۵۰
مکاتیب مولانا الیاس	۱	۵۰
عرق قم پرستی اسلامی نقطہ نظر سے خطراں کیوں؟	-	۵۰
قصص للتبیین (انگریزی زبان میں) حصہ اول	۱	۲۰
مولانا الیاس اور ان کی دینی دعوت	۳	-

تصانیف جانب مسلم اللہ صدیقی

تاجدار مدینہ کی شہزادیاں	۱	-
حضرت خاکشہ صدیقہ	-	۸۸
حضرت معاویہ بن ابی سفیان	۱	۵۰
حضرت عمرو بن العاص (فاخت مصر)	۲	۵۰

ہندستان میں کتابوں کا بڑا مکان

مکتبہ حکیم - (لیوبنڈر (یونیورسٹی))

مسجد سے یہ نماز تکھی

رسکھے بڑھنہیں جاتے گی؟” میں نے اعتراض کیا۔ انھیں نے باچھوں پر اٹھرتی ہوئی پیک کور وال سے پوچھ لئیں
فلمی فیلم انداز میں فرمایا۔

”خوبصورت بد پوکا فرق تو ناک والوں کے لئے ہے
ہم لوگوں کے پاس اب ناک ہی کہاں ہے، تو تلقین کا انداز ہو۔“
میرزا رفعت سے اختیار اپنی ناک تک گیا۔ خدا کاشکر ہے
55 اپنی جگہ موجود تھی۔

”پوسٹلے ہے صوفی دیر۔ ہمارے ڈاکٹر ذاکر حسین
ہماجرت نماز جنازہ غائبانہ ہی، پڑھلی ہو۔“ آخر مسلسلہ
ہے تا۔“

”ہمیں کوڑھ بھائی۔ محترم نائب صدر جمیوریہ
سرکاری سفر پر ہیں۔ اگر پڑھی جوگی ہوگی تو اسے سرکاری نماز
کہیں گے۔ سرید مرحوم کی روح پر فتوح جانتی ہے کہ
ان کی نجت جگر کی نماز جنازہ ایسی آن بان سے ہو کہ ایک دفعہ
کو تو فرشتے بھی وجب میں آجائیں۔“

”آپ سرس مرحوم کی روح سے کہاں مل آتے؟“
— میں نے تعریف ہیا پر چھا۔

”ٹھٹھویں لرٹھے ہو۔“ وہ درد ناک لہجے میں بولے۔
”ان کی بے چین رشح آج علی گڑھ کی ٹھیکیوں میں پھرٹ پھرٹا تی
پھر رہی ہے۔ دیدہ کو کیا آئے نظر کیا رکھے۔“

”بارڈالا۔ آپ تو شعر سے استدال کروئے ہیں۔
— غمگین ڈیر سرکاری نماز جس طبقاً کانا ہے۔— کیا آپ
حضرت موصوف کے حج کو بھی سرکاری کہیں گے؟“

منصب کے تقاضہ

فرض کیجئے حضرت مولانا قاری علامہ مشیر علی کاظمی
ہو جاتے تو آپ قادر تر یہ چاہیں گے کہ ان کی نماز جنازہ
کوئی ایسا ہی لائق فاقع قطب وقت پڑھاے جو سبی بھر
میں اپنا جواب نہ رکھتا ہو۔

اسی قدر تی فارمولے کے تحت عمونی غلیکن کی بھی
یہی خواہیں ہے کہ مر جوسم و مغفور علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کی
نماز جنازہ اپنے مقدس دین کے سبب طے سرکاری مسلمان
نائب صدر جمیوریہ، حضرت حاجی ڈاکٹر ذاکر حسین
صاحبزادہ مصطفیٰ پڑھائیں۔ ظاہر ہے کہ یہ یونیورسٹی
پہنچستان میں اپنی فرع کی واحد یونیورسٹی تھی۔ اسے
شہید کرنے والا بھی اپنی قسم کا ایک ہی مسلمان ہے۔ فاقل
اور شہید دونوں یکتا تو امام جنازہ بھی چند ہے آفتاب چند
ماہتاب نہ ہو تو کچھ بھی نہ ہو۔ اسی لئے صوفی غلیکن پڑے
شروع مدت سے یہ نمائے پر اڑے ہوئے ہیں کہ یونیورسٹی کا لامشہ
ابھی رومناٹی کے لئے رکھا رہنے دیا جائے اور نماز کی بجائے
فی الحال ہر مسلمان اپنے اپنے طور پر امام کارمان نکالنا
رسہے۔ چلے ہوئے تک حضرت حاجی ڈاکٹر ذاکر حسین مظلہ
والیں اور ہی جائیں گے اور ان کی طرح ای ہوئی نماز جنازہ
لیکن اس بات کی کافی ضمانت ہوگی کہ مر جو مسیدھی جنت
میں پہنچ جائے گی۔

”لیکن صوفی صد۔— گھر کا موسم ہے۔ لاش رکھے

ہم سخن کوئی نہ ہوا اور ہم زبان کوئی نہ ہوا
بے درد دیوار اس اسکا گھرنا تھا ہے
کوئی ہمسایہ نہ اور پاس بسان کوئی نہ ہوا
پڑتے گے بیمار تو کوئی نہ ہوتیار دار
اور اگر مر جائے تو نوحہ خوان کوئی نہ ہوا
یا اشعار انہوں نے ایسے دل دوز لہجے میں دہراتے
کہ میرے آنسو نکلتے نکلتے رہ گتے۔

”ذار سوچ مل عزیز“ انہوں نے قدر سے بلے بھٹے
موڈیں کہا۔ ”الگناٹ صدر جمیوری کی والی سے قبل
ہی یونیورسٹی کی لاش سپرد خاک کر دی گئی تو کیا ٹھیک ہیں ہمون
نہ ہو گا۔

حری نماز جنازہ پڑھی رفیعوں نے
مرے تھے جن کیلئے وہ رہے وہو کرتے
”بس کرو غمین جھائی“ میں نے باہم ہوا میں ہمراہ ایا۔
”شعر شاعری کے زمانے لد گئے۔ مجھے یاد ہے جب حیدر آباد
کی غمانیہ یونیورسٹی اللہ کو پیاری ہوتی تھی اسی وقت اپنے
ایک مصعر بھی ہمیں پڑھا تھا۔ یہیں اسی جگہ بھی کہا اپنے
حروف اتنا کہا تھا۔ ”شری نہر و ندہ بادا۔“

”وہ تو ہم آج بھی کہتے ہیں۔ ”شری نہر و ندہ باد۔“
شری چھاکلا پاسنہ باد۔ ”شری ذا کھسین تامینہ باد۔“
اتنے میں خواجه فوہار بھی اوارد ہوئے۔ وہ لمبے قدر
شاستھ سے آدمی ہیں۔ داڑھی مولانا آزاد بھی رکھتے ہیں۔ آواز
گو نجد اڑتے۔ جمیعتہ العلماء کو طلبیوں کی جماعت کہتے ہیں مگر
اخبار الجمیعت کے عاشق ہیں۔ اس کے شذر اسٹ پڑھتے ہو تو خود
بھی جھوستے ہیں اور دوسروں کو بھی جھومنے کی تلقین کرتے ہیں
شذر اس نگار جناب غیاثان فار قلیط کے بائی میں انکار یا ک
یہ ہے کہ ایک شیخی ہیرا جو رانگ کی انگوٹھی میں پہنچا ہے۔
اس ریمارک کا مطلب ان سے دریافت کیجئے تو برا سا
مُھن بننا کر جواب دیں گے کہ جو شخص خود ہی اس کا مطلب نہ سمجھ
لے وہ فار قلیط کو نہیں سمجھ سکتا۔

ان کے باหمیں اس وقت بھی الجمیعت ہی تھا۔ علیک سلیک کے

”ہمارے کہنے سے کیا ہوتا ہے۔ ہم تو کچھ بھی نہیں کہتے
— حقائق اپنے وجہ دیں کسی کے کہنے سننے کے محتاج نہیں ہوا
کرتے۔“ ان کا ہجہ بڑا بھیر تھا۔ ان کی آنکھوں میں عزم و
اندھہ کر دیں لیتے نظر آ رہے تھے۔ فقط انہوں نے طویل
اہمیتی پھران کے ہنٹوں پر ایک ٹھیک سی سکر اہمیت پھیل
گئی۔

”میں اپنے سکرا بر ہیں۔“ میں نے ٹوکا۔
وہ بہر اپنے سکراتے رہے۔ پھر اپنے خاص لمح میں مشوی
مولانا روم کے طرز پر پڑھ رہا۔
کتنی پاہلی اہمیت کا ہے مدفن مت پوچھ
وہ شیم ج حقیقت میں غافل ہوتا ہے
چھوٹی سی بہنک میں ان کی پانڈاڑ اوڑ بہار دے گئی
— میں نے آجے کو جھک کر کہا۔

”کاش غمین بھائی۔“ آپ فلمی دنیا میں نکل گئے
ہوتے۔ آپ کا انداز شعر خاتم ہوئے فلم اسٹاروں
جیسا ہے۔

”چانٹا کھانے کو جی چاہ رہا ہے۔“ انہوں نے منہ
ببور کر فرمایا مگر لہجے میں وہ جان نہیں تھی جو چانٹا سماں نے
والے کے لہجے میں ہوئی چاہتی ہے۔ ان کے خیالات کی روکھیں
اور رہنمی ہوتی تھی۔ حقے کالمبا ساکش نے کراخنوں نے
دھونیں کا بڑا حصہ ناکے خارج کیا پھر نیم رو ماںکا شامی
میں کہنے لگے۔

”ہمارے مل عزیز۔ کیا زمانہ تھا۔ کیا امیگیں تھیں۔
بڑی سے بڑی آفت اور نقصان سے دچار ہو کر بھی ہم
سینہ پھلا کر پڑھ رہا کرتے تھے۔“

جتنی جتنی ستم یار سے کھاتا ہے شکست
دل جوں اور جوں اور جوں ہوتا ہے
مگر اس دل مجھ گیا ہے۔ روح کے اور دگر دیجیے مکڑی
کا جال اتنے ٹھیا ہے۔ روز ہی ہر رہا فالب کی یہ بہت آپ سے
آپ ہنٹوں پر آ جاتی ہے۔

رہیتے اب اسی جگہ چل کر جہاں کوئی نہ ہو۔

اے تو اسی کے لئے آپ رنگ گھانٹھر ہے تھے۔
— استغفار اللہ —

صوفی غلیکین کا یہ ریمارک خواجہ صاحب کو بڑا گراں
گزرا۔ انہوں نے بہ اسلامخہ بناؤ کر کہا۔

آپ کو خبر کی اہمیت محسوس کرنے کا سلیقہ ہی نہیں۔
ڈاکٹر اکر حسین صاحب سے کون یہ موقع کر سکتا تھا کہ عین اس
وقت جنیکہ علی گڑھ مسلم زینور شی کے سلسلہ میں تمام مسلمانوں
ہندو اور مسلمانوں پر لوٹایا جا رہا ہے کہ اس قسم کی تقریر کریں۔
صوفی غلیکین کے چہرے پر رنج اور جوش کے ملے جملے
انتہا نظر آتے۔ وہ موٹھے کی پشت سے کر کھاتے ہوئے
بولے:

”تم کے درختوں سے تم کی امید لگاتے ہیں اور جب
آموں کی بجائے نکولیاں نکل آتی ہیں تو حیرت سے آنکھیں پھاٹتے
ہیں۔“

”کیا بات ہوئی؟“ — خواجہ صاحب جھلا کے۔
— جھلا ہڑت ہی سے ان کی ذہانت کو فتنی طور پر جھلایا تھا ورنہ
صوفی غلیکین کی بات ایسی باریک تو نہیں تھی کہ ان کی ٹھوپڑی
میں سماہی نہ سکتی۔ صوفی صاحب نے نرم لہجے میں جواب دیا۔

”نائب صدر جہور یہ پرکاری دوسرے پر گئے ہیں۔ وہ
قدرتی طور پر سرکاری ہی نقطہ نظر کی ترجیحی کرنے گے۔
— کیا سرکار عالی مدار کا دعویٰ ہی نہیں ہے جسے نائی صدر
جہور یہ کے پونٹ دہرا رہے ہیں۔“

”جی باں ہے مگر...“

”کیا مگر۔ جب پہلے سے معلوم ہے کہ موصوف کس
مقصد سے دورے پر ٹکتے ہیں تو اور وہ کہ قسم کی تقریر یہ کہیں گے
تعجب اس وقت ہوتا جب وہ قوم پرستی اور حق پرستی
کو ایک طرف میں جمع کر کے دکھلتے۔“

”پھر یہی صوفی صاحب — عرب کی مقدس فرزیں“
”کیا بچوں کی سی باتیں کرتے ہیں“ صوفی صاحب
لہراتے ”عرب کی مقدسین مقدس ہو گئی آپ کے لئے — قم
پرستی کے نقطہ نظر سے نقطاً پنا وطن مقدس ہے۔ اپنا قومی
بچھا اہم ہی نہ ہوتی۔“

بعد وہ مخفی لہجے میں فرمائے گئے:-

”پڑھا آپ لوگوں نے آج کا پرچہ؟“

”نہیں۔ ابھی نہیں پڑھا۔“ میں نے جواب دیا۔
صوفی غلیکین بڑی بیتا بی سے خواجہ صاحب کی طرف دیکھ
رہے تھے جلدی سے بولے:-

”کیا کوئی اہم خبر ہے؟“

”کافی اہم۔“ سن کر آپ دونوں اچھل ٹرین گئے۔

خواجہ صاحب نے اخبار گھولواں میں نے اپنا اندازہ لشکت سدت
کیا تاکہ اچھلے میں دشواری نہ ہو۔ صوفی غلیکین کے چہرے پر
اشتیاق و اضطراب کی پرچاہیاں خترک رہی تھیں۔

”شیئے کاں ٹھیوں کر“ خواجہ صاحب نے اخبار گھولواں

مودتے ہوئے فرمایا۔ ”ہمارے عالی مقام نائب صدر

جمہور یہ ڈاکٹر اکر حسین صاحب نے ریاض میں۔ یعنی قلب

عرب کے بالکل پہلو میں ایک تقریر کے دوران ارشاد فرمایا کہ

”اگر آپ سے کوئی یہ کہے کہ ہندوستانی مسلمانوں سے اچھا سلوک

نہیں ہو رہا تو وہ جھوٹا ہے اور اس قابل ہے کہ اندازہ لکر دیا

جائے!“ — آپ نے سعودی عرب کے ہفتی علم سے کہا کہ —

— ہندوستان کے مسلمان دوسرے شہریوں کی طرح حقوق میں

براہمکے حصہ دار ہیں۔ ہندوستانی مسلمانوں کو پورا تحفظ حاصل

ہے۔ اگر کوئی شخص اس کے خلاف پروگریڈ کرے تو آپ

اس پر ہرگز دھیان نہ دیں!!!“

یہ پڑھ کر انہوں نے باری باری ہم دونوں کی طرف

داد طلب نظر وہ سے دیکھا۔ ساکھہ ہی ان کی گردان سرستیت

اہمیت جانتے کے اندازیں ہیں رہی تھی۔ ٹکریہ دیکھ کر انہیں

ٹری مایوسی پڑی کہ ہم میں سے کوئی نہیں اچھا۔ اچھلنا تو

دکن کا نام صوفی غلیکین کے چہرے پر تو ایسے اشتار چھیسے ابھی

دانست کچکا کر کہنے والے ہیں کہ اماں یہ بھی کوئی نہیں ہوتی۔

”چب کیوں ہو گئے خواجہ صاحب“ صوفی غلیکین خڑا

— آگے تو پڑھیے کوئی اہم خبر ہے۔“

خواجہ صاحب کی بھوپیں تن گئیں۔“ یہ آپ کے مزید

بچھا اہم ہی نہ ہوتی۔“

"لا حول ولا قوّة مسلمان مسلمان لگائے جاتے ہیں
— ارے صاحبِ مسلمان ہوں گے ڈاکٹرِ ذاکرِ حسین —
— تذکرہ نائب صادر جمپوریہ کا ہو رہا ہے۔ کیا آپ پڑھتے
ہیں کہ ایک قوم پر صستِ مملکت کا اتنا بڑا عہد بدار ہیں
اسلامیت کو بھی ساقط ساختہ لئے پھر اکرے۔ فضول
باتیں۔ قوم پرستی تو خود ایک مستقل بذریعہ ہے۔"

دفعتاً خواجہ صاحب کی آنکھوں میں ایک چمک سی
لہانی۔ وہ آگے کو جھک کر کہنے لگے:-

"چھا جناب یہ تفریقیتے۔ ہمارے موجودہ صدر
مملکت شری را دھاکر تنہن نے کئی بار تقریر کی ہے کہ خشنلِ زم
یعنی قوم پرستی بُری چیز ہے۔ یہ تنگ نظری پر منبنا ہے۔ اسے
ترک کر کے ہیں آفی نظر پہ اپنا ناچاہیے۔ حاملکر انسانی
برادری کا نظریہ۔"

"خوب سایم ہے۔ صوفی غمگین نے دونوں شانے
ہلکر کہا" ہمارے صدر جمپوریہ فکر ہیں۔ ان کی اپنی ایک
علیٰ حیثیت ہے۔ انکھوں نے اس طرح کی باتیں اپنی ذاتی حیثیت
میں کہی ہیں۔ مخصوصی حیثیت میں نہیں۔ مملکت کے شہادی نظریہ
پر اس کا کوئی اثر نہ رکھتے ہیں ہو سکتا۔ اگر آپ ڈاکٹرِ ذاکر
ڈاکرِ حسین سے بھی کبھی خلوت میں دریافت فرمائیں گے کہ خدا
عالیٰ سچائی زیادہ قہقہتی ہے یا قوم پرستی۔ تو وہ اپنی ذاتی حیثیت
میں یہی جواب دیں گے کہ سچائی ارفع و اعلیٰ ہے۔ مگر مخصوصی
حیثیت میں ان کا جواب اس کے سوا کچھ نہیں ہو سکتا۔ سچائی
صرف وہ ہے جس میں اپنی قوم اور اپنے وطن کا فائدہ ہو۔"

"لیکن صوفی جساد۔ صادر جمپوریہ نے قوم پرستی کی خدمت
خلوت میں تو نہیں کی بھرے جمیعون میں ڈنگے کی چوڑت کی ہے۔"
"انھیں انذیشہ نہیں ہے خواجہ صاحب کہ مملکت کے
تیاری نظریتی سے بلند و برتاط نظریہ پیش کرنے پر ان کے وقار
اور جاہ و منصب کی طرف کوئی انگلی بھی اٹھا سکے کھا اس نئے
وہ کھل کر اپنے خیالات پیش کر سکتے ہیں۔ لیکن نائب صدر
جمپوریہ اگر قوم پرستی کے عوض حق و صدارافت کا نعمہ لا پسے
کی جرأت کریں گے تو ان کے منصب بلند کو زلزلوں اور

مفادِ مقدس ہے۔ اپنਾ آرام اور اپنی اغراضِ مقدس ہیں۔"
"یہ سب ہیں بھی معلوم ہے۔" خواجہ صاحب پرے
"لیکن نائب صدر جمپوریہ تو مسلمان ہیں کیا ان کے علم میں
قرآن کا یہ حکم نہ ہو گا کہ ہمیشہ کچھ نو گواہی دو جائے ہے
تمہارے مان باکے یا خود تمہارے ہی خلاف پڑتی ہو۔"

"قرآن کی بحث جانے دو خواجہ نوہار۔" قرآن
جہاں ختم ہوتا ہے قوم پرستی تو وہاں سے شروع ہوتی ہے۔
قرآن اُدھار و عدے کرتا ہے۔ قوم پرستی نقد کا سودا
ہے۔ قرآن دنیا کی تاریخ قلیل بھیرتا ہے۔ قوم پرستی کی
ساری بُری ہی دنیا ہے۔ اس سے بڑھ کر سادہ لوح اور
کون ہو گا جو یہ موقع روکھے کہ اعلیٰ معیار کے قوم پرست
قرآن جسی کتاب سے دل کا رشتہ جوڑے رکھیں گے جسکے
یہ کتاب اس زمانے میں صدراحت وزارت توکیا لکھنی
بھی نہیں دلو سکتی۔"

"آپ کفریات پر اُتر آئے ہیں۔" خواجہ صاحب کو
ٹیش آگیا۔ "مجھے پوری تحقیق سے معلوم ہے کہ ڈاکٹرِ ذاکر
حسین اپنے ھر پڑاوت قرآن کے عادی ہیں۔"

"بالکل ہوں گے۔ میں نے یہ نہیں کہا کہ وہ باقاعدہ
منکر قرآن ہوگے۔ زبان اور دل کا فرق آپ جیسا
زیریک بھی نہ سمجھ تو سخت تجھے ہے۔"

"ایمان صرف زبانی اقرار کا نہ تو نہیں صوفی جی
تلبی تصدیق بھی ضروری ہے۔ کیا آپ ڈاکٹرِ ذاکر
حسین کو مسلمان نہیں مانتے۔"

"استغفار اللہ۔ اسلام و کفر کے فتوے اس وقت
زیر بحث کہاں ہیں۔ فتوے کا جہاں تک تعلق ہے صدر کے
جال عدالت امور تک کو کافر کہنا ہماری دسترس سے باہر
ہے حالانکہ آپ جلتے ہی ہیں اس شخص نے اپنے ملک میں
فریون کے جسم سے نصب کرائے ہیں۔"

"اور وہ سے ہم بحث نہیں۔" خواجہ صاحب
نزد ہو کر پوچھے۔ "ڈاکٹرِ ذاکرِ حسین صاحب کو ایک
مسلمان کی حیثیت میں پکھتے ۔۔۔۔۔"

بیکھ کر اللہ اللہ سمجھئے۔ عبادت الگ صرف نفاذی کا آم ہوتا تو اللہ اور اس کا رسول مسجدی ضرار کو ڈھانے کا فرمان بھی صادر نہ کر سکتے۔

”آپ انہا پسندی سے کام لے رہے ہیں۔ حج و زیارت کا ثواب کوئی معمولی ثواب تھے نہیں ہوتا۔“

”میں کب اس کامنکر ہوں تبلہ میر ثواب دینے والے ہی نے تو اپلے عبھی دی ہے کہ وہ من یہ شرذہ ثواب لد دیا تھا۔“ تھا۔ میں تھے مینھا۔ جس نے اپنے عمل نیکتے دنیا وی فائدہ حاصل کرنے پا چاہا اسے دنیا وی ہی فائدہ دیدیا جائے گا۔ نائب صدر جمہوریہ الگ حج و زیارت نہ کرتے تو وہاں کون ان کے فرمودا پر کان دھرتا۔ ان کا حج ذاتی حیثیت میں نہیں تھا۔ عبھی حیثیت میں تھا۔ سچ جج کے نج کے لئے کوئی بھی سیکولار اور قوم پرست گورنمنٹ کسی کو پھوٹی ڈکوڑی نہیں دے سکتی چہ جائیکہ خادار سفر کرے۔“

”کچھ بھی ہو جھائی غمین۔“ خواجہ صاحب کی آواز رفت آئیز ہو گئی۔ ”کوئی بھی مسلمان جب روضۃ اندرس پر حاضر ہو گا تو یہ صورا سے ضرور آئے جا کر ہمارے آقا محبوب سمجھائی ہے اسے پھنوں سے بالکل ہی بے خبر تو نہیں ہو سکتے۔“

”آتا ہے تصور۔ تصویرات تو ہر اک کچھ نکلے ہیں۔“ ان کا تعلق جب روح سے کٹ جائے تو ان کی اہمیت کھپٹی کے ناج سے زیادہ نہیں رہتی۔ رسولؐ کا کیا ذکر کرتے ہو۔ قوم پرستی تو اپنے نقطہ عرض پر خدا کو جھٹلانے سے باز نہیں آتی۔“

”معاذ اللہ۔ یار وہیں بھی کرو۔“ میں چلا یا۔“ ست بیج ہے ہیں۔ تصویر محال۔ والا ٹھیک سوا سات بچے کھیل مشروع کر دیتا ہے۔“

”غیر متعلق باتیں مت کرو ملا جھائی۔“ خواجہ صاحب جن چھوٹے سے ذکر صدر جمہوریہ کا آگیا ہے تو ایک نکتہ اور بچھ جل ہو جائے۔ اب ان کا اُرخ صوفی غمین کی طرف تھا۔“ ”عجیب، بات ہے صوفی صاحب۔ محترم صدر جمہوریہ شریعت سے آفاقی بھائی چارے کے قائل ہیں اور ہر مناسب موقوفیت پر

ٹو فناوں سے دوچار ہونا پڑے گا۔ یہ لفظ نقصان وہ کیوں لھائیں جگہ آخرت کا حساب کتاب ابھی دُور پڑا ہے۔“ میں آلوکی ماننے خاموش بیٹھا ان دونوں کی صورتیں رہا تھا۔ جب تنگ آگیا کہ بحث کا چرخ تھتا ہی نہیں تو اپنی ہی رازوں پر زور کا دھڑک جا کر غرایا۔

”یار ختم بھی کرو۔ تصویر محال میں“ حاد و گرسیاں“ لگا ہے۔ مٹا سے اس کے ساتھ حج کی قلم بھی دکھائی ہے۔“

”حج کی فلم۔۔۔ امرے ہاں ذرا یہ بھی تو ملا حظہ سمجھے۔“ خواجہ صاحبے چلدی سے اخبار کو الٹا پلٹ اپھر صفحہ اول پر نظریں جادیں۔ ”ستے۔ نائب صدر جمہوریہ ہند بارگاہ نبوی میں۔ اس عنوان کے تحت خبر دی گئی ہے کہ ڈاکٹر ڈاکٹر حسین آج مدینہ منورہ پہنچ گئے ہیں اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار مقدس پر بھی حاضری دی۔ انہوں نے تیل کی دولت سے مالا مال ریاست سعودی عرب کا جو مسلمانوں کا قبلہ اول ہے گذشتہ اتوار سے دورہ شروع کیا ہے۔“

”قبلہ اول۔“ صوفی غمین چونکے۔

”خیریہ تو الجھیت کی اپنی جہالت ہے۔“ آپ اس کا جواب دیجئے کہ حضورؐ کے مزار پر حاضری اور حج بھی تو اسلام ہی کے اجزاء ہیں پھر یہ آپ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ اس دورے میں ڈاکٹر ڈاکٹر حسین کی حیثیت صرف نائب صدر جمہوریہ کی رہی۔ مذہب کو وہ گھر جھوٹ لگے ہیں۔“

”معلوم نہیں آپ کی ذات کون چر گیا۔“ صوفی غمین نے اکتا کر کھا۔ ”کیا بھوول گئے کہ روس جسماں ذہب نیڑا ملک بھی گاہے گاہے کچھ سر کاری حاجی سلانی کرتا رہتا ہے جو میساڑت دیتے ہیں کہ بھائیوں میں سب نیڑ سلانا ہے۔ یہ حاجی جج بھی کرتے ہیں۔ روضۃ اقدس پر حاضری بھی ریستھے ہیں۔ فرمائے ان کے پاسے میں جا بکایا خیال ہے!“

”روس کی بات اور ہے۔ اس کی مذہب شمشنی قعلام آشکار ہے۔“

”جی ہاں۔ اور ہن۔ وستانی مسلمانوں کی مقہوریت تو کسی کے علم پری میں نہیں۔ محترم خواجہ صاحب کو نے میں

بِصَارَتِنِي ڈالتا۔ اسی طرح بہت کم لوگ ہوتے ہیں جنکا فکر و فلسفہ نفس کے آگئے غلاموں کی طرح دندروت ہنپیں کرتا۔ ”خدا آپ دونوں کی قوت گویا ہی پر رحم فرماتے۔“

میں نے شر شور احتجاج کیا۔ ”یہستے حال سی بیجھک کسی کا لمحہ کا کلاس تو نہیں ہے۔ باپ رہے۔ سواسفات ہو گئے ”جادوگر سیان“ کا ایک بھی سین مکمل گیا تو میری عاقبت بر باد ہو جائے گی۔“

”کیا چکر ہے عزیزم۔ آج فلم تھام سے سر پر بڑی طرح سوار ہے۔“ صوفی غلیکن نے مجھے گھورا۔ ”یہ بھی نفیات کا مسئلہ ہے۔ جی ہاں۔ آپ یہ کیوں بھتے ہیں کہ نفیات کا ٹھیکہ فقط آپ ہی کے پاس ہے۔“

”زندہ باش“ خواجہ صاحب نے خوش مراجی کا مظاہر کیا ”ذرا معلوم تو ہو فلم اور نفیات میں کیا جڑ ہے۔“ ”یوں پوچھئے۔ فلم اور ذرا کڑا کھیں میں کیا جوڑ ہے۔ نفیات تو ان کے جوڑ ہی سے پیدا ہوگی۔“

”چلے یونہی ہی“ خواجہ صاحب ہنسنے۔

”آپ لوگوں نے جس وقت سے نائب صدر جمیویہ کا ذکر چھڑا ہے میں اسی وقت سے اپنی آنکھوں کیسا نہیں وہ دلکش تصویر چھڑ رہی ہے جس میں حضرت نائب صدر جمیوں کیمپ کے کابین دیا کر ادا کار پروڈیوسر چند شیخوں کی تھی فلم ”اسٹریٹ سکر“ کا چھوڑ فرمائے ہیں۔“ ”ہنیں!“ دو دنوں تقریباً اچھل پڑے۔ اُن کی آنکھوں میں بے قیمتی جھانک رہی تھی۔

”نہیں کس چیز یا کاناک ہے۔ یہ خبر تو تصویر یہ سیست نصیانی رشتہ واضح ہوا یا نہیں۔ دوسرا رشتہ حضرت موصو کے رج کا ہے۔ اس کی بھی میں نے تصویر ہی رکھی۔ تصویر اور ”تصویر محل“ کی خاندانی مشاہد تھا جیسے بیان نہیں۔ اگرچہ کی فلم جادوگر سیان کی دُم میں بن دھی ہوئی ہو تو آپ بتائیے اشروع تکھنے کا انتیاق نفیات کی کوکھ سے تم

قیم پرستی کی دھیان مڑاتے ہیں مگر ابھی کوئی عملی کوشش انکی طرف نہے کبھی تھوڑی نہیں آئی جس سے ظاہر ہوتا کہ اپنی حملت میں اس خواہش کو حاصل عمل پہنانے کا ارادہ بھی وہ رکھتے ہوں۔“

صوفی غلیکن نے داطھی پر ہاتھ پھرا۔

”مفکر اور مصلح فرق ہوتا ہے خواجه بھائی۔“ مفکر بس الفاظ کا کھلاڑی ہوتا ہے مگر مصلح معافی پر زور دیتا ہے۔ انبیاء علمیہ السلام مصلحین کے مخرب ہتھیں تھے۔ وہ لہجہ اور کرتے زیادہ تھے۔ انھیں فلسفیوں سے نہیں کہدا اور حاذر سے دلچسپی تھی۔ اسی لئے ان کے ہر بیان اور نظریتے کی جڑیں ان کے عین اعصابی مرکز میں پیوست ہو اگر تھیں۔

”کوئی مفکر میں کوئی محض فلسفہ چاہئے۔ حسن خیال چاہئے۔“

”مگر۔۔۔“ خواجه صاحب نے گردن اور انگوں کو ایک ساتھ حنیش دی۔ ”تعجب ہے، نسفی اور مفکر ہوں کے باوجود صدر جمیوں نے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے آرڈیننس پر مستخط کیے کر دیتے۔ کسی بھی معاملی مخفیق تھیں میں سے بھلے ہی اس کے باہم میں ایک نیصلہ کن راستے فاعم کر لینا فرازو تدبیر کا کوئی اچھا نمونہ تو نہیں۔“

”یہ نفیات کا مسئلہ ہے جناب۔ آپ شاید بھول گئے اُردو کے سلسلہ میں تقریباً ۳۲ لاکھ درختوں کے انبار الیان صدر ارت کی وجہ پر سجد دنیاز کے انداز میں پیش کئے جا چکے ہیں۔ مگر شاہزادہ استغفار کی جمیں ناز پر آج تک کامل سکوت ہی کا جھومنگ حمل کر رہا ہے۔“

اللہ درختوں کا پہلا انبار تو شاید دیکھ بھی جاٹ جلی ہو۔ وہ سابق صدر جمیویہ کی حیات میں بھی کیا گیا تھا۔

”من میں نفیات کیا ہوئی؟“

”جن طرح دماغ اور معدہ دو الگ الگ چیزیں ہیں اسی طرح بھیجا اور نفس بھی دو جد اکانہ چیزیں ہیں۔“ مفکر و فلسفہ اور علم دندر پیچھے میں بنتے ہیں۔ نفس خواہشات کا مسکن ہے۔ عالمی تاریخ اور طویل اتنا ہو گواہ ہے کہ کوڑیا میں چند ہی افراد ایسے ہوتے ہیں جن کا دماغ معدہ کیما

مشترین وزارت کی کمری سے چیکے ہوئے ہیں۔ علی گڑھ مسلم و نیورسٹی کے سلسہ میں حصہ اپنے دھکا ہی دیا ہے کہ دلیل و شہادت اور تحقیق و تفییش کے ساتھ بکھرے ان کی بے مثال قوم پرستی کے آگے حقہ بھرتے ہیں۔ حق یہ ہے کہ حکومت شیخ عبداللہ کو چاشی بھی چڑھادے تو یہ سر اسرار الصاف ہی ہو گا کیونکہ طاقت ہی سب سے بڑا الفاظ ہے اور جس طاقت کو شری چھاگلا جیسے وکیل مل جائیں اسے علم و تجربہ عدل و دیانت کی هزار قدریں بھی چلنے کرنے کی تھمت نہیں کہ سکتیں۔

یہ طاقت ہی کا کچھ شمہ تو ہے کہ اسیلی کا ایک رکن
دنکے کی جوٹ کہتا ہے:-

”علی گڑھ میں ہم بنائے جاتے ہیں یہم پاکستان بھیج جاتے ہیں اور پاکستان نے یہم سران پکھر کی طرف اپنی استعمال کئے ہیں۔“

ظاہر ہے کہ ہمارے مقدس دلشیں میں طاقت ہی کو "ذلت" نہیں لیا گیا ہوتا تو اس طرح کی ہماری افشا نیاں کرنے والوں کو کم سے کم شفا خانہ امراض دماغی کی ہوا تو پھر وہ ہی کھانی پڑتی۔ مگر آج تو چھر اور بھنگ بھی ٹھیک دل کی طرح ہنہنا سمجھیں وہ مینڈ کوں کی ترقی اسی طب میں بھیٹریوں کی غرما بہرث ہے۔ کافیوں نے تجھ کہا تھا کہ اصل سے خطائیں نقل سے وفا نہیں۔

صوی منقار کل اچانک مجھ سے پوچھ لیتی ہے:-
 ”مل بھائی۔ اگر شری چھاٹلا انسقال فرا جائیں تو تم
 ان کی تماز جنازہ پڑھیں گے یا نہیں؟“
 ”ضھول سوال کرتے ہو۔ شری چھاٹلا کون تماز جنازہ
 کا حاجت دی کرے؟“

”پھر ہی آخر مغفرت کی ضرورت تو ہم مسلمان کو ہوتی ہے۔ تم ہی نے بتایا تھا کہ نماز جنازہ دعائے مغفرت کا دوسرا نام ہے۔“

”اگر تم سلطنت ہو کہ شری چھا گلا مسلمان ہیں تو چھریہ
سوال تھا ری گھوٹیری میں پیدا ہی کیوں ہے اکہ نماز جنازہ ٹیرھی

لے گایا ہیں۔ چلتے ہوں تو چلتے ورنہ بندہ تو اکیلا ہی
چلا۔“

”جالی میں آپ ہی کو مبارک۔ ہم لوگ تو مسلم یونیورسٹی کے لئے ختم قرآن کا اہتمام کرنے جا رہے ہیں۔ یہ یوں خواجہ صاحب ۹“

”جی ہاں۔ بالکل۔“
اور محفل پر خواست ہو گئی۔

کہاں سے کہاں تک!

ابھی ۷ رجول کو سری نگر کی ایک اخباری کانفرنس میں اپنی لئنگا بہلنے والے وزیر تعلیم مشری چھاڑانے فرمایا۔ ”حد مدت نتیجے تجویز، الملاعنة، المضايقات“ کے

عقل ب جو کارروائی کی ہے وہ قطعی منصقات ہے۔۔۔

سیخ عبدالرشد نے تو ازن گھویدا تھا اور وہ جبکہ

جیل سے اس لئے ہر کیا گیا خاکروہ تا نون کی

پا بندی کریں گے لیکن اخنوں نے سیکول رازم
کھلائے، فتح ماریت، کھنچتی رہن شروع

کر دی تھیں ۔۔۔

تجھے سے، شری چھاگلا کا دریا سے تقریباً اسی حد تک
یکوں رک گیا۔ وہ براہمانت روکی طرف رُخ کر کے ایک اونچے
اور کوڑ دلتے توہہ آسانی کو ناگوں الزامات اور بھکاری سے

دل و دماغ پر الہام بنگر بریس سکتے تھے۔ مثلاً:-

تھے عبد اللہ حسین اور پاکستان کی مدد سے لال علیہ
ٹھکانہ نے کام کرنے والے ہم تھے

اور شیخ عبدالغیر ملکوں سے اسلامی حالت کر کے

بھارت کی سیکولر جمہوریہ پر شجون مارنے کی فکریں تھے۔

وَكِيرْدَلْك - دَلْمَ، وَشَهَادَتْ كَوْ، الْزَامِيْرَ، كَعَلْيَهَا احْتِبَاج

ہی کیا ہو سکتی ہے جب کہ الزام لگانے والے عزت مابکے

کی نماز جنازہ میں اگر تھا فستر آن پڑھ دیا گیا تو عین نکن ہے کہ ان کی لاش ایک گرم اڑ مینس نافذ کرنے کیلئے پارہینٹ کی طرف بھاگی چلی جائے۔

”غصے سے کیا فائدہ تابھائی۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہاب کہیں مسلمان کے ارتاداد کا فیصلہ کیا صرف اسی صورت میں کیا جائے گا جبکہ وہ علی الاعلان اسلام کا انکار کر دے یا اور بھی کوئی صورت ہے۔“

”تمہلے دماغ پر فتوے کا جنوں کیوں سوار ہے۔ ذہنی ارتاداد کے مختلف مراحل تو ہزاروں ہزار مسلمان خاصی دمجمی سے طے کر رہے ہیں پھر کسے کسے قتوں کی توپے اڑاۓ۔“ پھر تو ملا بھائی عرس و قوامی سے ہبتر کوئی مشعل نہیں کوئی غم پاس پھٹکے نہیں پاتا۔

”اب کہی تم نے کام کی بات میں خود سوچ رہا ہوں کہ کسی مزار پر جا کر دھونی رہا دوں۔ یا پھر خود ہی ایک مزار تیار کر کے وہی سب کچھ گروں جو خواجه گل بکاؤ لی نہ کیا ہے۔“ (ملازمندہ صحبت باقی)

فضائل صحابہ اور اہل بیت حضرت شاہ عبدالعزیز
محمد شد ہبھی کے بعض نادر رسائل کا اور دو ترجمہ۔ شاہ صاحبجہب اور شاہ رفیع الدین کے مکتبہ میں دیکھنے کا شوالی کتاب ہیں۔ مجلد چھ لپچے۔ **معراج المؤمنین** قرآن و حدیث کی روشنی میں نماز کے معارف پر روحانی بھائروں کا عصر جموعہ۔ قیمت دو روپیے۔

کیا ہم مسلمان ہیں؟ شمس نوید کی مطبوعہ اور غیر مطبوعہ شہزادوں کا جھوٹ۔ سوزو گلداز، اخلاق اور دلکشی کا گنجینہ۔ قیمت مجلد سیوا دو روپیے۔

فلسفہ دعاء دعاء کے موضوع پر اپنی نوع کی واحد کتاب فیضیاتی، روحانی، اخلاقی اور مظہقی تحریر۔ قیمت مجلد چار روپے۔

مکتبہ تجلی - (دیوبندیوپی)

جسے یا نہیں؟“ ”بس ہو گیا پیدا۔“ انہوں نے اٹھا کر کہا ”تم مسئلہ بتاؤ۔“ ”شری چھا گلکام سے کم تھاری زندگی میں تو فریگے نہیں جھک مالٹے سے فائدہ۔“ ”کیا تپہ مرہی جائیں۔ اچھا چل بعدهی میں مریں گے۔“ ”مگر تم مسئلہ بتاؤ۔“

”مسلموں کے لئے دارالعلوم دیوبند کا دارالاقرار موجود ہے۔ میرا بھی چاٹو گے تو ہاضمہ بریا باد ہو جائے گا۔“ ”یار دہاں تو کہے تھے۔“ ”مگر واضح جواب دہاں سے بھی نہ مل سکا۔ مفتی دربار حسین اور مولانا سرکار علی دنوں کے فرمودات کا حاصل کچھ ایسا بتاہے کہ پڑھی بھی جائے اور نہ بھی پڑھی جائے۔“ ”بعض مسئلے لیے ہی طیڑھے ہوتے۔ نگلوتو کوڑھی اگلو تو اندھے!“

”کئی سال ہوئے ہم نے مصر کے جمال عبدالناصر حسیبا سے باریکیں بھی استھنا کیا تھا اور استھنا میں وہ تمام وجہ لکھ دئیئے تھے جن کی بنا پر اخیں مسلمان باور کرنا شوار ہو گیا ہے تو جواب کچھ ایسا لاتھا ہے ہمارے فرشتے بھی اس کا مطلب نہ سمجھ سکے۔ مولانا تر جان علی صاحب سے سمجھنے کی کوشش کی تو انہوں نے بہت غور کر کے مطلب بیان فرمایا تھا کہ نماز جنازہ تو پڑھی جائے گی مگر قبیلے کی طرف پڑھ کر کے۔“ ”گڑنیں۔ اس جواب سے شری چھا گلکام کے معاملے میں بھی روشنی ملتی ہے۔ ان کی نماز جنازہ ہری دو اور یا باریں کی۔ طرف منکر کے پڑھی جائے۔ امام شری گوا لکر بننا منتظر کر لیں تو کیا کہنے۔ وہ منتظر نہ کریں تو مولوی زندقی کو کپڑا لیا جائے اخیں دیروں کے بہت سے اشلوک یاد ہیں۔“

”اب تم نذاق پیر اُنڈا ٹھیٹھا بلا بھائی۔“ ”کیسا نذاق چھا گلکام صاحبے قوم پرستی اور قومی سلیمانی تصور پیش کیا ہے اس کی رو سے نماز میں خالی قرآن پڑھنا تو ”فرقة پرستی“ کی زدیں آ جاتا ہے۔ اس شان کے قوم پرست

کھوٹے کھوٹے

(تبصرے کیلئے ہر کتاب کے دو نسخے آنے ضروری ہیں)

پانگی کا اعتزاز کرنے میں یک زبان ہیں۔ ہم بھی اس کتاب کو پڑھ کر تسلیم کرنے میں کوئی تائیں محسوس نہیں کرتے کہ فاضل مصنفوں کو وہ قدرت بیان، ترقیت سکا ہے اور دقیقہ سمجھی کی صلاحیت قابل رشک حدا تک حاصل ہے جس کے بغیر اجماع و اجتہاد جیسی قانونی اصطلاحوں پر متن اور ٹھوس گفتگو نہیں کی جاسکتی۔ موصوف ذہین بھی ہیں اور بردار بھی۔ انھیں تحریر و تخلیل اور فکری ہمکاری کا چھال سیقہ ہے۔ ان کے خلصہ پر بھی بدگمانی کی کوئی وجہ نہیں تیکن اخباری تبصروں کی پیشیں نہیں مبالغہ سے خالی نہیں معلوم ہوتی کہ موصوف اسلامی دینیات کے بنیادی مسائل اور ”داسخ العقیدہ“ گروہ کے انکار اور مجتہدین سلف کے فکری اسالیب سے کامل واقفیت رکھتے ہیں۔ ہم نہیں ہے کہ اسلامی قانون کے باب میں اپناز اور یہ نظر اور نیک مشورہ پیش کرنے سے پہلے انھوں نے ائمۃ سلف اور قدیم مجتہدین کے انکار اور ارار اور طرفی کارکار کا کافی مطالعہ نہیں کیا ہے۔ ڈائیور تھاٹ اور دسی تماں آف کراچی جیسے اخباروں کے مہریں چونکہ اسلامی فقہ کے بنیادی اصول اور مجتہدین مصنفوں کے فکری سمرماں سے خود کوئی معتقد واقفیت نہیں رکھتے اس لئے انھوں نے فاضل مصنفوں کی واقفیت اور علمی تحریر کو انتظام داد دی ہے۔ خاتم نے تو یہ کہ کر حدیبی کر دی کہ:-

”یز قرآن و حدیث اور منہت کے مفسر کی حیثیت سے“

بھی وہ (ذی فضل مصنف) بہت سے اہل علم پر سبقت یافتے ہیں۔

اجماع اور باب اجتہاد [مصنف:- جاپ بکمال فاروقی۔ مترجم:- مظہر الدین صدیقی۔]

• ناشر:- مرکزی ادارہ تحقیقات اسلامی۔ کراچی۔
• سائز متوسط۔ صفحات ۱۲۰۔ قیمت درج نہیں۔

یہ کتاب افضل مصنفوں میں بربان انگریزی تصنیف کی ہے۔ آج اس کا اگر دو ترجمہ سامنے ہے پہلے سے آئی ہوئی تصریح طلب کتابوں پر اس سے توفیقت اور تقدم دیتے کی وجہ اسکے موضوع کی جلالت شان اور اس کے مندرجات کی ٹھوس علمی حیثیت ہے اس کی ترتیب اس طرح ہے کہ پہلے دس سوال و جواب نیز اور اسی میں ہیں۔ یہ سوالات اسلامی فقرہ اور اس کے بعض قانونی گوشوں سے متعلق ہیں۔ ان کے جوابات مولانا مفتی محمد شفیع حنفی نے محبت فرمائے ہیں۔ جوابات حاصل کرنے کے بعد مصنفوں نے جو مکتوب مولانا موصوف کو رقم کیا وہ بھی شامل کتاب ہے۔ اس مکتوب کی حیثیت فی الجملہ استدراك کی ہے۔ ایسا استدراك جو مکتوب نگارے اخلاقی زاویہ نظر کی تحت انتہجاتی کرتا ہے۔ اس کے بعد چند فصلوں میں۔ جنھیں نہ جانے کیوں الوب ہی سے موسم کیا گیا ہے۔ فاضل مصنفوں نے نایاب فکریں کئے ہیں۔

طاہش کے اندر ورنی دو صفحات پر ناشر نے معروف انگریزی اخباروں کے تبصرے بھی جزو تھیں کہ دیتے ہیں جو سب سب اس علمی کتاب کو سراہتے اور اس کی معنوی بلند

کا جزو ہے جسے اس کتاب میں یار باریہ تاثر دینے کیلئے استعمال کیا گیا ہے کہ "راسخ العقیدہ" علماء کا جامع کونا قابیں شیخ قرق دینا خدا کی وحدت اور یکتا نی کے خلاف ہے کیونکہ اسکی بنیاد امانت کی حفاظت عن الخطاء من کے عقیدہ پر ہے۔

اس سطح کی بے اساسی کو نظر انداز کرتے ہوئے ہم صرف اتنا عرض کرنا چاہتے ہیں کہ امانت کو حل الاطلاق اور لا حجر و طور پر حفظ عن الخطاء مجھے کی حالت تو پہلے کسی بھی نقیب سے سرزد ہیں ہوئی بلکہ ان کا نظر یہ شروع ہی سے ان ضروری پامددیوں میں ہٹکڑا رہا ہے جن کا جملہ مشورہ آج دیا جا رہا ہے۔ اصول فقہ کی کتابیں اٹھا کر دیکھتے جماعت کی بحث کے بالکل آغاز میں مشتبہ اور منفی دو نوں اندازیں وہ قیود و شرائط بیان کر دیتے گئے ہیں جن سے اس نظر یہ پر مناسب ترین پابندیاں عائد ہوئی چلی جاتی ہیں۔

غالباً مفتی صاحب کے محض جواب ہی کی بنیاد پر صوف نے یہ بھی تصور کر لیا ہے کہ اب تک کی اسلامی فقہیں "جماع" صرف ایک ہی شکم تک محدود ہے۔ لہذا انہوں کے اسلامی تجویزیوں کے ذیل میں جامع کی بہت سی قسمیں پروردہ قلم کی ہیں۔ ہم مانتے ہیں کہ ان اقسام کے وضع فرمودہ نہ ام مشتبک نہیں ہیں، لیکن یہ گذارش کئے بغیر چارہ نہیں کہ یہ تمام قسمیں دوسرے عنوانات سے مباری فقہ میں پہنچے ہی موجود ہیں بلکہ بہت معمولی فرق کی بناء پر اگر پہرا ایک کا الگ نام تجویز کیا جاتے تو ان کی کمی موصوف کی وجہ پر جو اقسام سے بڑھ جائے گی۔ پھر جن گواہوں پہلوں کو صوف نے اس انداز میں نہیں کیا ہے کویا وہ آج یہی بار مخصوص کئے جائے ہیں وہ سب کچھ قضاہ و مصرف مخصوص کو جو کہ ہیں بلکہ ان کا ہر جوئی تجویز اور پہرا ایک کے الگ الگ احکام و مقتضیات کا بیان بھی ان کے یہاں شرح و بسط سے ملتا ہے۔ یہ شاید مفتی کا نہیں تلقیت معلومات کا نتیجہ ہے کہ جامع کے مختلف گوشوں اور شکلوں کی تشریح کرتے ہوئے انداز تحریر ایسا بن گیا ہے جیسے قہارے قدیم ان تشریحات کا ادراک

حالانکہ اسلامی فقہ کے فقی اور فکری پہلوں کا انتصار دُقیعی علم رکھنے والا جو بھی فہیم تاری اس کتاب کا مطالعہ کر دالی ہے۔ مولانا مفتی محمد سعیف صاحب ہیوں یا کوئی بھی عالم۔ اس کے دیئے ہوتے تھے تصریح اور وقتی جواب مفتی ہوتے کے باوجود موضع کے تمام منطقی اور تاریخی گوشوں کو جیسے نہیں ہو سکتے۔ حصہ صاحب موضوع دین اور مکھوس ہیو تو یہ تصور ہی نہیں کیا جا سکتا کہ کسی عالم اور مفتی کے چند سطری جوابات کا اصل طور پر جامع و مانع قرار پاسکیں گے۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ حکام مصنفوں نے انہی جوابات کو سب کچھ سمجھ کر نہ صرف نتائج اخذ کر لئے ہیں بلکہ اصلاحات بھی تجویز کر دی ہیں۔ حالانکہ وہ اگر واقعۃ صحیدہ طالب اصلاح تھے تو اخفیں اپنے طور پر اصول فقدہ اور ائمہ اصول کے تفصیلی نظریات و آراء کا غائزہ مطالعہ کر لینا چاہتے تھا۔ اس کے شے پاکستان کی دینی لا تبریر یوں میں المواقفات، تحریر الاصول، حقیقت الفقہ، التقریر والتحیر، مہماج الاصول اور مجموع المأمول جیسی کتابیں عنقا نہیں ہوں گی۔ لگہ ہیں ان کے فرمودات سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کی ذہامت آمیز اور مفلک انہوں کا فیاض موضع کے مقدارہ علم سے تھی دامن ہیں۔

مشائخ حضرت مفتی محمد شیعیق کے محض جواب کی بنیاد پر انہوں نے پورے اطمینان و یقین کے ساتھ یہ تجویز اخذ کر لیا ہے کہ قدم فقہا اور اسلامی قانون کے ماہرین مطلق اور بیت قید طور پر امانت کے حفظ عن الخطاء ہونے کا عقیدہ رکھتے تھے اور اسی عقیدے کو انہوں نے "جماع" کے تاقابیں تصحیح ہونے کی بنیاد بنا یا ہے۔ اب وہ مشورہ پیش کرتے ہیں کہ "امانت کے بخطا ہونے پر کچھ یا بندیاں عائد کی جائیں تاکہ اس مز کا امہم طور پر قین حامل کیا جا سکے کہ ذات الہی کی وحدت ایت اور یکتا نی کو تمام آلاتشوں سے پاک کر دیا گیا ہے۔ "تاکہ" سے جوابات بھی گئی ہے وہ ایک ایسی نادر منطق

رئیس المسلمون حسن افظو عنده اللہ حسن جیسی حدیثوں کے اطلاق پر ”راسخ العقیدہ“ گروہ نے جتنی پابندیاں اور قبیر دین لگائی ہیں وہ اتنی زیادہ ہیں کہ اگر ان پر کچھ بھی اضافہ کیا جاتا تو اندیشہ تھا کہ اقوال رسول کی ترمیدی و تحریف تک ذمۃ پڑتی پڑتی جاتی۔ اس کے باوجود اگر موصوف یہ فیصلہ دستی ہیں کہ عقیدہ مذکورہ پر کسی قسم کی پابندی یا حد سائبند نہیں کی گئی تو اسے فهمہ امتے علمی اثنائے سے بے خبری کا شہہ کارکے علاوہ کیا کہا جائے۔

نافضل مصنفوں نے شدود دادر تکرار کے ساتھ یہ دعویٰ بھی کیا ہے کہ ”راسخ العقیدہ“ اسلامی فقہ اصول اجتوں کا وضع کیا ہوا قانون ہے اور اسے قانون سازی کے مسئلے طلاقیوں یا عرف و عادات کی بناء پر وضع نہیں کیا گیا ہے اسی بناء پر وہ ضروری بحثتے ہیں کہ کسی قانون ساز جماعت کی امداد سے اسے چکدا رہتا یا جائے اور اس کی ”ناتابل تیغ“ حیثیت کو تبدیل کیا جائے۔

ہمیں نہیں حلوم ایسا دعویٰ کوئی ایسا شخص کیوں نہ کر سکتا ہے جو نے اسلامی فقہ کے آغاز اور نشوونما کی تاریخ پڑھی ہو۔ چاروں ہفتا اثر، جنہیں امانت میں اسلامی فقہ کے سربراہ ہوں کی حیثیت حاصل ہے اپنے حالات سمیت دنیا کے سامنے ہیں کیا کوئی تاریخی شواہد کے ساتھ بتا سکتا ہے کہ ان کے وضع کرده کسی بھی بیانی اصول فقہ پر جگہ کی کرسی کا سایہ نک پڑا ہو۔ خصوصاً امام ابوحنیفہؓ کی فقہ تو اپنی صورت گزی اور وضع اور ابتدا ای ارتقا کے لحاظ سے سرتاسر ایک جلس قانون ساز ہی کی رہیں منت ہے جس کے سرماہ ابوحنیفہؓ تکیا قابل مصنفوں کو نہیں حلوم کر اب چنین ہی وہ شخص تھے جنہوں نے اپنے مرتب فرمودہ قانون فقہ کو منصب فہارس کے مکمل خطاہ اور آلو گیوں سے باک رکھنے کے لئے نصرف اپنی آزادی تھی تھی بلکہ جان کی بازی الگادی تھی۔ ان کا حال تو وضع قانون کے معاملوں یہ ہے کہ دورخلافت تک کے مدارکی نظائر کو وہ قانون کی خشت اول کی حیثیت میں نہیں لیتے، بلکہ ایک دلیل زائد کی حیثیت سے قبول کرتے ہیں۔ ہمارے علم میں ان کا ایک

نہ کر سکے ہوں اور جو نقاوں اجماع کی بعض اشکال کو مستند لستہ کی صورت میں اُبھرتے ہیں ان کا الحاط ان نقہاں نے نہ رکھا ہے۔ ہم نہیں کہتے کہ حرم مصنفوں قبیم فقہاً رکی تحریر اور اپنی تدقیق سنجی کی توصیف ارادۃ کی ہے۔ ان کا فعل غیر شعوری بھی ہو سکتا ہے۔ لیکن اس سے تائی اور اثرات میں فرق داقع نہیں ہوتا۔

کیسی حیرتناک جبارت کا مظاہرہ کرتے ہیں جب موصوف یہ اشاد فرماتے ہیں کہ:-

”راسخ العقیدہ“ گروہ کے قبھی نظریات کے باعث میں سب سے پہلی اور سب سے زیادہ اہم حقیقت جبکہ بھی اور کسی صورت میں نظر انداز نہیں کیا جاتا یہ ہے کہ اس کی بیاناد اس عقیدے پر استیار ہے کہ امرت بحیثت تجویعی خطاط سے بالکل بری ہے۔ اسی پر اسلامی فقہ کی ساری عمارت کی بنیاد رکھی گئی ہے۔

حالانکہ یہ حدیث سے مستبط ایک نظریہ کو علاط انداز اور مخالف ایک اسلوب میں پیش کرنے کی تکنیک ہے حقیقت یہ ہے کہ اسلامی فقہ کی ساری عمارت توکیا اس کی ایک دلیل اور بھی اس عقیدے کی بیاناد پر نہیں اٹھائی گئی ہے۔ یہ عقیدہ اپنی مخصوص و محدود و شکل میں اجماع پر بھروسہ کرنے کے لئے فقط ایک ایسی دلیل زائد ہے جسے اگر نظر انداز بھی کر دیا جائے تو اسلامی فقہ کی عمارت اپنی حقیقی بیانادوں اور قیل پایوں پر ہوں کی توں کھڑی رہتی ہے۔

اور اگرنا تجھب ہوتا ہے جب اسلامی فقہ کے موضوع پر ایک ماہر فن کے انہی ازیں مفہوم کرنے والے کی زبان سے یہ الفاظ سُننے ہیں کہ:-

”راسخ العقیدہ“ گروہ کے نظریہ کی روایت اس عقیدے پر کسی قسم کی پابندی یا حد عائد نہیں کیا گئی ہے کہ امرت بحیثت مجرم اپنے فیصلوں میں خطاہ لفڑش سے محفوظ ہے۔

حالانکہ لو یوجتم امتی علی الصنعت لة اور ما

العقیدہ" علماء فقر کے جن رہنمای اصول و کلیات کو ناقابل تئیخ اور بے لیک قرار دیتے ہیں ان میں سے ایک بھی محن عدالتی نظائر پر مبنی ہوا اور قرآن و سنت سے اس کا منطقی ربط و اخراج نکیا جاسکے۔

قابل ذکر یہ بھی ہے کہ مصنفوں اس مختصر کتاب میں کمی جگہ آیا تے قرآنی استعمال کی ہیں۔ مگر صرف ایک مقام کو مستثنماً کر کے وہ ہر مقام پر بے محل ہیں۔ مثلاً سورہ روم کی یہ آیت وہ من آیت ہے، خلن السہوات والارحم اخلاق الاستکرم والوانکم۔ ان فی ذلك لا تیت للعلمین۔ اخنوں نے اس لئے پیش کی کہ ان کی دامت میں اس میں علم صحیح کی تعریف کی گئی ہے اور پھر اسی آیت کا تفاصیل نہ کلا کر فقیہ قابلیت کے کسی بھی مدعی کو دوسرے نظاموں کا مقابل علم بھی ضرور رکھنا چاہتے۔

ہم ہمیں کہتے کہ بطور تفاضلاً جو کچھ اخنوں نے کہا وہ درست نہیں۔ وہ تو جائے خود ٹھیک ہی ہے مگر ایک ایسی آیت سے اس تفاضل کو اخذ کرنا جو یعنی ترمذیم میں بھی اس سے مرد بھیں قانونی دراست کا کوئی اچانکہ نہیں۔ اسی آیت میں اور اس سے اگلی چھلی آیتوں میں العذر اپنی نشانی بیان کی ہیں نہ کہ علم انسانی کی تعریف فرمائی ہے اور ان نشانیوں کے ذکر میں اُس مفہوم کا کوئی اشارہ تک نہیں ہے جو مصنفوں نے تفاضل کے نام سے دلائی ہے۔

زمان و مکان کے تغیر سے بعض فقیہ قیصلوں میں تبدلی کی ضرورت بھی کوئی ایسی ضرورت نہیں ہے جسے تدیم فقہاء نے نظر انداز کیا ہو لیکن اس پہلو کی طرف توجہ الگ قرآن مصنفوں نے اس لئے دلائی ہے کہ آج کی غالب اور مسلط مفسر ہی تہذیب کی قدروں سے ہم آہنگی اور مفہومت پیدا کرنے کیلئے اسلامی فقہ کے بعض بنیادی اور حکم اصول و کلیات کو بھی تبدیلی اور تغیر کے قابل مان لینا چاہتے تو اسے ہم صفات مشورہ نہیں کہیں گے۔ پھر جب دو اس مشورے کی تجویب میں یہ فرمائے ہیں کہ:-

"گز شتر دس صدر بیوں کے دوران میں مسلمانی علم

بھی کلیہ اور اصول الیاہیں ہے جو اپنے وجود اور اخی و خضع میں قرآن و سنت کا مرہون احسان ہوتے کے عومنی کسی عدالتی نظیر کا منت کش ہوا اور جہاں تک طریق کار او شکل و پہیت کا تعلق ہے وہ بھی تاریخ کے صفحات پر حفظ ہے۔ کیا کوئی کہنے لکتا ہے کہ اپنے رفقاء کی معیت میں ابوحنیفہ کا طسرہ ز قانون سازی کی باقاعدہ مجلس قانون ساز کے طرز سے مختلف کرنی طریقہ۔ ہاں یہ ضرور کیا جا سکتا ہے کہ اس مجلس کا کوئی رکن تنخواہ دار نہیں تھا۔ مذہن مجلس کو حکومت وقت کے زیر صایہ کوئی بھی باضابطہ حیثیت حاصل نہیں۔ وہ سب کے سب اپنی پر خلوص مختتوں اور دماغ سوزیوں کا اجر آخرت میں ہے کی تو قوع پر تجمع ہو گئے تھے اور بھی وہ وصف ہے جو ان کے اخلاص، احباب رائے اور فکری صحتندی کی اتنی شاندار خدمت پیش کرتا ہے جتنی آج کسی بھی باضابطہ اور تنخواہ دار مجلس قانون ساز کے لئے متصور نہیں ہو سکتی۔

بڑا تباہ مصنفوں کے یہاں یہ پایا جاتا ہے کہ وہ چوٹی کے امشتہر مجتہدین اور بعد کے مجتہدین دفعہ ہر بیان فرق کا ملاحظہ نہیں رکھتے اسی لئے وہ بعد کی کتب فقرہ مثلاً عالمگیری ہدایہ اور شاتی کے تعلق سے جو بات کہتے ہیں وہ اتنی مطلقاً اور عام ہوتی ہے کہ امشتہر مجتہدین کے اصول و کلیات بھی یکساں طور پر اس کی زدیں آ جاتے ہیں۔ اسی اسلوب گفتگو کی روی میں وہ بلا خوف تردید کہے چلے جاتے ہیں کہ اسلامی فقہ جوں کا وضع کیا ہوا قانون ہے اور اس پر اسے مجموع کی فکری بنیاد حکم عدالتی نظائر پر ہے۔ حالانکہ یہ اسلوب یکسر مغالطہ دہی کا اسلوب ہے یا پھر مصنفوں نے خود ہی مغالطہ میں پڑے ہوئے ہیں۔ عدالتی نظائر سے کام لینے کا جو صورت بعد کے تفہام اور اہل افتخار نے کیا ہے وہ ان حدود سے متوجہ اور نہیں ہے جن حدود کو آج بھی تمام ماہرین قانون معمول قبول کرتے ہیں۔ یہ تو ضرور ثابت کیا جا سکتا ہے کہ فقہ کے بعض ذیلی اجزاء اور فہمنی رفعت پر جوں کے عدالتی ذہن کی چھاپتے ہیں یا ان کی فکری بنیاد کسی سابقہ عدالتی فحصے کے سوا کوئی نہیں ہے لیکن یہ نہیں ثابت کیا جا سکتا کہ تاریخ

آج تک کی فہرست اور ہمارے موجود وقت فہرست کا حال اصلاح طلب نہیں ہے۔ ہماری صدقہ دل سے آرزو ہے کہ جبود کو طانتا چاہیے۔ پر اگذگی کو ختم ہونا چاہیے۔ ہمیں یہ بھی اعتراف ہے کہ ہر قدم کو جو کاموں کا توں قبول کرنے کا جذبہ اور ہر جدید کو پائی نظر سے ٹھکرایتے کارویہ نہ ہے تقویٰ کی کوئی اچھی قسم نہیں۔ کسی بھی قدم یا جدید کے روپ قبول کا معیار علم و حقيقة ہی کو ہونا چاہیے نہ کہ تقليد جامد اور غلامیز عقیدت کو۔ لیکن یہ سب کیسے ہو۔ کیا ہم صدر اور ترکی کے راستے پر جل کر میز کو پاسکتے ہیں۔ ہمیں قیامت تک نہیں۔ یہ راستہ تو ان لوگوں کا راستہ ہے جو کے بالے میں فرمایا گیا کہ۔ فاماً مَنْ طَغَىْ وَأَنْجَحَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا -

فضل مصنف اگرچہ تجدید نہیں کے نام انہاد اسلامی سے بچ کر چلے ہیں اور ایک پاکیزہ نوع کی خواہش تجدیدیان کے افراد میں جھلکتی ہے مگر جس طبق میں وہ گفتگو کر رہے ہیں، وہاں کے حالات ایسے ہی ہیں کہ اسلامی فرقے کے بارے میں ان کی انقلابی تحریزیں نہایت آسانی کے ساتھ تجدید اور تحریز دین کے استعمال کی جاسکیں گی۔ وہاں سلامیات پرداد حقیقت دینے کے لئے جو بھی سرکاری اور ایم سرکاری کو تسلیں بخاہیں ان کے اجزاء تحریکیں کس کے ساتھ نہیں۔ اگر فرض مصنف کی تجاویز کے مطابق قدم فرقہ کی بنیادی اکھاڑ پچھاڑ اور مرد کے لئے کوئی نئی جملہ قانون سازیت کی نوبت آئی جائے تو کون تھوڑا کر سکتا ہے کہ اس میں غلبہ اور سلطان لوگوں کو حلال نہ ہو گا جن کا دل صدر اور ترکی کے جادے پر چلنے کے لئے بتا ہے اور پھر یہ لوگ صرف فرقہ ہی کی نہیں وہ آن وحدیت تک کی مرد اور اصلاح جس تحریکی لگن رکھتے ہیں تو اصلاحی علم و عقل کی حریرت ایکیز ترقیات سے ہرگز ہونے کے عوض تدبیم مجتہدین کے بے مثال جذبہ عبودیت اور اخلاقی نیت کی عظمتوں کا احسان کرنا چاہیے اور سب سے زیادہ زور اسلام کی اس بیدی اور غیر مبدل روح پر رکھا ہتھیے کہ وہ کسی بھی نظام فکر کے ساتھ میں ڈھلتے نہیں آیا بلکہ ہر دوسرے نظام فکر کو اپنے ساتھ میں دھالنے آیا ہے۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ ہماری

عن اور دسعت کے اعتبار سے زبردست ترقی بھی کر سکتے ہیں۔

تو ہمیں کہنا پڑے گا کہ تقویٰ کا دوسرا مرتباً انہوں نظر میں نہیں کھا دیں گے اور اسے کہ علم نے جتنی ترقی کی ہے اس سے زیادہ ترقی ان عوامل اور محکمات نے کی ہے جو علم کو دنیا پرستی، انسانیت اور صراحت قیمت سے اخراج کیتے استعمال کرنے پر تیار ہوتے ہیں۔ لگدشتہ دس صدیاں جہاں علم و عقل کی ترقیات کی امین ہیں وہیں ان تکروزات کا ورز افراد بوجھ بھی اٹھاتے ہوئے ہیں جو فرقہ اسلامی کے اصل حجر و مرکز۔ عبودیت اور طاعت و بندگی سے ذہن کو بہٹا دیتے میں اپنا جواب نہیں رکھتے۔ آج علم و عقل کا عردو حج ہے۔ سائنس کا دن تکا جو رہا ہے تعقل اعلیٰ اعلیٰ عام ہے مگر کیا یہی وہ زمانہ نہیں ہے جبکہ علم و عقل انسان کو ہر زمانے سے زیادہ تیریزی کے ساتھ نہ کرداری، لذت پرستی، خدا فراموشی اور تن آسانی کی راہ پر ٹھیک لئے جا رہے ہیں۔ آج زیادہ آسانی سے ہر عیوب کو ہٹز اور ہر بد اخلاقی کو عاصت نہیں کی تابت کیا جا رہا ہے۔ آج دنیٰ صدری بھی تو قع نہیں کی جا سکتی کہ اسلامی قانون کے جدید ماہرین کی کوئی مجلس نے تھا ضعون اور قدروں اور ضرور تو سے مطالعات پیدا کرنے کی حسین کوششوں کو ان حدود سے دور رکھ سکتی ہے جہاں اسلام امام کی بجائے مقداری اور ہنماں کے عوض دریوزہ بن جاتا ہے۔ ناظائر صدر اور پاکستان کے بعض جدید قبیلہ قویں کی ملاحظہ فرمائیں۔ صدر تو پہت دو ریگیں۔ پاکستان ابھی ابتدائی مرحلہ میں ہے۔ کمال خارودی جیسے ذہن حضرات اگر صحیح اصلاح و تعمیر کی لگن رکھتے ہیں تو اصلاحی علم و عقل کی حریرت ایکیز ترقیات سے ہرگز ہونے کے عوض تدبیم مجتہدین کے بے مثال جذبہ عبودیت اور اخلاقی نیت کی عظمتوں کا احسان کرنا چاہیے اور سب سے زیادہ زور اسلام کی اس بیدی اور غیر مبدل روح پر رکھا ہتھیے کہ وہ کسی بھی نظام فکر کے ساتھ میں ڈھلتے نہیں آیا بلکہ ہر دوسرے نظام فکر کو اپنے ساتھ میں دھالنے آیا ہے۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ ہماری

کا بدلت لینے کے چکر میں وقتاً فوتاً یہ کوشش کرتے رہتے ہیں کہ عقل منطق کے حاذپر بھی ہمیں کوئی کامیابی نصیب ہوا اور اسلام کے چہرے پر کالک تلی جاسکے۔ مگر یہ ایسا ہی ہے جسے کوئی چاند پر دھول اڑاتے یا سونج کو منہج چڑاتے۔

تعمید اور بکواس میں نظر قہر ہے۔ تعمید کی دعوت تو اسلام کی طرف سے پوری دنیا کو ہے۔ جس میں توتا ہو سامنے آتے اور اس واحد مذہب برحق کو تعمید کی کسوٹی پر کس لے۔ مگر بکواس اور ہر زمانہ سرائی کا طاحن دلیل سے کیا ہو سکتا ہے۔ آج ہمان دیانہ دھرم نے سیارہ پر کاش میں کوئی بکواس اور گالی بازی کی تھی۔ اب ان کے نقش قدم پر میڈرٹ گنگا پر سادھے ہیں۔ بظاہر ان کا طرز تحریر نسبتاً سجدہ اور شریفانہ ہے۔ گالی جیسی کوئی چیز ان کے بہان نظر نہیں آتے گی۔ انہوں نے دیانت دی طرح یہ بھی نہیں کیا کہ قرآن کا ہندی ترجمہ کسی سے کرایا ہو بلکہ دعویٰ رکھتے ہیں کہ براہ راست قرآن پڑھ کر انہوں نے تعمید کی ہے۔

لیکن معنوی لحاظ سے عقل منطق اور علمی متانت سے استہجی دوڑ ہیں جتنے ان کے امام دیانہ دھرم تھے۔ جو ہی چہل نویت ہی نویت۔ اگر کوئی عدالت ایسی ہوتی جو کسی مذہب پر علمی دلائل کے بغیر لے دے کرنسے کو جرم قرار دتی تو ہم لفظ سے کہہ سکتے ہیں کہ انکا پر سادھا خوب اپنے علم و استدلال کی لے تھا شامانہ کے ماوجود نمبر اول کے جرم قرار دیا تھا، کیونکہ انہوں نے جس طرق فکشنگو کو علم و استدلال کا نگاہ دیا ہے وہ اپنی جرنبیاں میں ستر تاسیس جا ہلانہ، سفیرانہ اور تجوییانہ ہے۔ وہ قرآن دایی کا دعویٰ رکھتے ہیں لیکن قرآن کی آجودیں ایک نہیں نہیں معلوم۔ وہ پوری دھرمائی کے ساتھ عربی زبان و لغت پر داد بحث دیتے ہیں مگر انہیں ذرہ برابر تمیز نہیں کر سکی بھی زبان کے الفاظ اور اشام پر گفتگو کرنے کے لئے کتن اصولوں کو پیش نظر رکھنا چاہیتے۔ ایک۔ اے تک پہنچے ہوئے گرتو بھریت اگر ایسے ہی ہوتے ہیں تو ہم کہیں کہ کہ یہ دلگری دردی میں بیچ دینے کے قابل ہے۔

حافظ امام الدین صاحب بھے جس شرح و بسط اور خوش

عفی صاحب پچھے کہیں ہم بڑے مشق سے گوش برآؤ ادازیں۔

الوار الاسم از حافظ امام الدین رام نگری۔

- شائع کردہ۔۔۔ مکتبہ تحفظ ملت۔
- رام نگر دنیارس،
- صفحات ۲۰۰۔ لکھائی چھپائی غیرہ

کاغذ سفید۔ قیمت مجلد دھائی روپے۔

قارئین بھوپلے نہ ہوں گے۔ چھپے سال ہم "آغاز سخن" میں "مصاحع الاسلام" کا تعارف کرتے ہوئے اس کے جواب کی اشاعت کے لئے مالی امداد کی اپیل کی تھی۔ اللہ کا شکر ہے کہ اپیل رائج انہیں گئی تھی اور دردمند حضرات نے حافظ امام الدین صاحب کو اتنا مالی تعاون ضرور دیدیا تھا کہ وہ اس مہتمم پاشان کام کا آغاز کر سکیں۔ آج ان کی محتنوں کا شرہ جواب کی قسط اول کی شکل میں سامنے ہے اور الحمد للہ کو حافظ صاحب بے جو توقع تھی وہ احسن طریقے پر پوری ہو گئی ہے۔

"مصاحع الاسلام" کیا ہے۔ ایک زبردست تضییغ

جو ایک آریہ سماجی فاصل جناب پیڈٹ گنگا پر شادا یم۔ لے کے اشہبِ علم کی خرستیوں کا نقشہ کشیت ہے۔ اس میں انہوں نے ناصح مشفق کے انداز میں بثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ مذہب و محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے رسول تھے نہ قرآن خدا کا کلام ہے بلکہ اپنے ہی کلام کو حسین نے اللہ سے منسوب کر دیا تھا اس کے علاوہ انہوں نے اسلامی تعلیمات کو باطل اور اپنے مذہب کی تعلیمات کو برحق ثابت کرنے میں ایڑھی چوٹی ملکا نور لگایا ہے۔

اسلام نے بھی بھی تعمید کا سامنا کرنے سے آنکھے نہیں چڑھائی۔ وہ پہلے دن سے تماں دنیا کے لئے ایک جلنچ ہے۔ ایسا چلنچ جسے علم و مغلل کے میدان میں نہ کبھی پہنچنے کیست دیجا سکی نہ قیامت تک دی جاسکے گی۔ یہ تو ہو سکتا ہے اور ہوا ہے کہ تشدید دھاندری اور آور زبردستی کے ذریعے مسلمانوں کو مغلوب کر لیا گیا ہے، لیکن یہ نہیں ہو سکتا اور بھی نہیں ہوا ہے کہ کشیطان کی ذریت نے دلیل و بہان کے حاذپر بھی کوئی کامیابی حاصل کی ہے۔ یہ وجہ ہے کہ کفر و شرک اپنی ذلت آئندت میں کسی تو

اسلام کی دناغی ایجاد ہے۔ لفظ "اچی" کی تاویں موصوف نے وہ کی ہے کہ علم و مہانت سرپیٹ کر رہے گئے ہیں۔ خیر اسی بحث کے دوران حافظ صاحب نے شاید بے خیالی میں لکھ دیا ہے:

"قابل صحف کے اس اظہار تمجہب اور طرز بحث کے متعلق دو ہی باتیں کہی جا سکتی ہیں۔ یا تو یہ کہ وہ قرآن مجید اور سیرت نبوی کے باقی میں بالکل اچی ہیں یا پھر انہوں نے داشتہ معاملہ ہی ہے کام لیا ہے" ص ۹۵

اس عبارت میں لکھا پر ساد صاحب کے لئے لفظ "اچی" کا استعمال یہ محل ہے۔ حافظ صاحب کا مفہوم تناظر ہر بابر ہی ہے لیکن یہ بات نہ بھولنی چاہئے کہ لفظ "اچی" حضور سے مسوب ہو کر ایک مقدوس لفظ بن چکا ہے اہم احوالت اور ناخواندگی پر طنز کے لئے اس کا استعمال کبھی نہیں پہونچا ہیے۔ خلاصہ تصریح ہے کہ حافظ صاحب مصباح الاصالہ کا جواب لکھ کر ایک ایسی غظیم خدمتِ رسلام انجام دی ہے کہ اگر بارگاہ خداوندی میں بیوں کریمی توانشان اللہ پر واثۃ مفتریت ثابت ہوگی۔ قارئین تخلی اس بجا بی کتاب کو مکتبہ تجلی سے بھی طلب فرمائے ہیں۔

مجموعہ میر رسول

حضور کی حیات بمار کے تفصیلی حالات عالم ہم زبان میں۔ پچھے، پھیان اور غریاب بھی فائدہ اٹھاسکیں اصلے کتاب ۲۵ حصوں میں بانٹ دی گئی ہے۔ فی حصہ ۲۷ نئے پیسے۔ (سب حصے کو ہمانگانے پر تو روپے)

غالب کی باتیں

مرزا غالب کی درج پیشخیت کی جملکیاں۔ ڈیڑھ روپیہ مکتبہ تخلی۔ (دیوبند) (یو۔ پی)

اسلوبی کے ساتھ ان گز تجویز صاحب کی نامعقولیت عیاری، کورڈ مانگی اور تبلیس کا پردہ فاش کیا ہے۔ وہ اچی کا حصہ ہے۔ موصوف ہندوی کے لطی بھر گہری نظر رکھتے ہیں اور اہل ہندو کی مذہبی کتابوں پر احتیف خاصی اکاہی حاصل ہے اسی لئے ان کے ہدایات میں بڑی جان ہے۔ افسوس یہ ہے کہ جس آزادی اور جیارت کے ساتھ قرآن اور تغیر اسلام پر قلم اٹھانے کا فروریں موقع گنگا پر ساد جیسے حضرات کو میرا کیا ہے وہ مسلمانوں کو حاصل نہیں۔ ویسے بھی مسلمانوں کا مزاج یہ ہے ہی نہیں کہ وہ سے مذاہب کے پیشواؤں اور مذہبی کتابوں پر بھرپور اچھالیں۔ وہ جو اندراز اسلام اور تغیر اسلام کے باقی میں اختیار کیا جاتا ہے وہی اہل ہندو کے پیشواؤں اور مذہبی کتابوں کے بارے میں اختیار کر لیا جائے تو ہندو حضرات کیا جائے کو درستگہ اور حکومت وقت کی وہ پرسیں برائی فوراً حرکت میں آجائیں گی جو قرآن اور تغیر اسلام کے خلاف لکھی جائے والی ذلیل و پت تحریروں کا تذکرہ تو فرض نہیں ہوتی۔

مصباح الاصالہ میں چالیس فصلیں ہیں۔ یہ قسط اول چھ فصلوں کے جواب پر مشتمل ہے جو قیمت ۲۰ فصلوں کا جواب اندراز اسلامی قسطوں کا اور طالب ہے۔ برادران اسلام اگر پیش نظر قسط کو زیادہ سے زیادہ خربید کرنا ضل جیب کی ہت افسرائی فرمائیں تو بعید نہیں کہ جواب کا بقیہ حصہ بھی چھپ ہی جائے۔

بڑی ضرورت اس جواب کے چھپ جانے کی یہ ہے کہ مصباح الاصالہ کا لکر آمیز طرز تحریر ہے علم مسلمانوں کو دیکھوں میں بتلا کر دینے کا امکان قوی رکھتا ہے۔ لکھا پر ساد صاحب نے "سرہلہاؤں بھیجا ہاؤں" کی ملین پالیسی اختیار کی ہے جو آنہنہ دیانت کی حکمرانی اور کریمہ پالیسی کے مقابلہ میں زیادہ موثر ہو سکتی ہے۔

مطالعہ کے دوران ایک مقام ہمیں لکھا۔ بحث حضور کے "اچی" ہونے کی چل رہی ہے۔ لکھا پر ساد صاحب کا موقف یہ ہے کہ محمد عربی ناخواندہ نہیں تھے یعنی حض عملاء

مولانا ابوالاصلی مودودی کی چند کتابیں

- اسلامی ریاست۔ بارہ روپے • رسائل و مسائل۔ نوع بہترین مسائل کے مدلل اور سیر حاصل جوابات۔ حصہ اول (مہر و ستمبر) پانچ روپے۔ حصہ دوم (پاکستانی) سو پانچ روپے۔
 - تفسیر سورہ نور۔ چار روپے۔ سود۔ دیگر اضافی شرکات داشت۔ مطہری (پاکستان) سائٹ پانچ روپے۔ مکتبہ تحریک۔ دیوبند (بیوپی)

مہ ملکی دنیا دینا

دینی اور مادی بی مضایا میں کا لکش گلدارستہ جو ہر ماہ دچپ پا اور
مفید مواد کے حاضر ہوتا ہے نمونہ مفت طلب فرمائیے
سلامۃ:- پانچ روپے :- فی پرچہ :- ۵۰ پیسے
بیتہ:- ماہنامہ اسلام ہی دنیا - دیوبند - یو، فی

قدیم عربی کی تعلیم اور قدیم عربی کا ترجمہ بذریعہ مراست

ابتداء تعلیم عربی دینے کیلئے کتاب "بی پیش" بی ایجنسی امداد ہو مگر خواہ ایجنسی المک فوجع کے طرز پر کسی نے لکھا ہو
وہ معززہ مترجمہ فہرستی فراہم کر کے ایک سختی نیچے لکھے ہوتے پتہ پر ارسال کر دیں۔ میں نے مندرجہ بالا طرز پر ابتداء تعلیم عربی دینے کے لئے ایک
کتاب لکھا ہے مگر جوچھے استعداد دعا مر COMM ON) اخترائیکرنا ہے اسلئے دیگر لوگوں کی تصانیف کی طرز ادا یعنی ملا خطہ کر لینا
از اپنے ضروری ہے۔

از بس صروری ہے۔
بذریعہ مراحلت و ہی تعلیم عربی دی جائے گی نیز و ہی ترجیح عربی سکھلیا جائے گا جو کہ سالئے جہاں تھیں دریان جن رجنات زمین سے کتنا
بڑی دور مبتذلی پر رہتے ہوں) والنس آم (COMMONS) ہے۔ عربی کا عام ترجیح بلا حظہ ہو۔ زیر نام اور کا ترجیح قریب تر ہے
ایک ملک میں زنا ہوا ہے جس کی مزدوری ہر جگہوں پر سنسکار (فل) مقرر ہے جس کا عام فہم معنی اپنے اولاد کا قتل مادہ تو یہ کے عزمیں کرنا
کہا گیا ہے۔ اچھل کے نوجوان ہٹلوگ اور نوجوان عورتیں ائمہ تعالیٰ کا خوف وہ راس اپنے دل و دماغ سے مٹا چکے اور سورۃ المتحفہ کے اس آیت کے
معنی کو بھلا چکے۔ قال اللہ تعالیٰ لَا يَرْبُّنِي وَلَا يَهْدِنِي وَلَا يَقْدِمْنِي وَلَا يَدْهُنْنِي هر اپنی منکو عہد جو کہ حاملہ ہو گئی اس کے ساتھ انعام جاری کرے
اور غیر حاملہ عورت کو اس کا خوف کر حاملہ ہو جاؤں خواہ مادہ تو یہ کے عزمیں اپنے اولاد کا خون پر خون کیوں ندا ہیں ہو جاتے اور اپنے
بے زبان اور بے شکل و صورت پھون کا خون طبی اصطلاح میں بیلان الرحم (LEUCORHOEA) کہلاتا ہے۔ مادہ تو یہ کے عکس
عقلیم و مفکول اولاد کا خون بیلان الرحم (LEUCORHOEA) کے نام سے دیکھا جاتا اور اس کا طبی علاج ہر رہا ہے مگر لوٹ علیہ اسلام
کے قوم کی ہلاکت (سنگار ہونے) کو یاد نہیں کیا جاتا۔ بریعقل و داش بہ با یگرست (جاں بروں سے سبق خالی کرتا چلیتے اسلئے کہ اس طرح
فاتلاب نہ اور ظالمانہ حکمات کسی جانور میں نہیں پایا جاتا ہے۔ حیف صدحیف)

اور ظالمانہ حرکات کی جائزہ میں نہیں پایا جاتا ہے۔ حیف صاریح (جھامہ خانہ نے ابھی تک کتابیں نہیں بھچا سے لہذا قسم عربی کے طلباء

مطالعه كتبه رهين - علم النحو، عوامل النحو، علم الصرف، عربي لكتاباتنا، عربي مصطفى المصادر، روحة أدب و غيره.

المدرسين الاولى لتعليم العربي القديم — جامع مسجد جمشيد پور

رائق الحروف عبد الوهود تشكير آنوي البهاری

کیونزم کے خروخال نمایاں کرنے والی کتابیں

نظام اور درجہ۔ قاتل کے اس شرکی صحتی جاگئی تھیر سکتی کے انقلاب کی ضرورت ہے۔ ایک ملا: بحث۔
— لکھتے رہے جوں کی کھلایت خوبیاں
— ۲۵ پچھے۔

اقتصادی سامراج

سامراج دشمن اس در کار مراقب ہے یکیں مدد عرض
بھی حقیقتیں پہل کر سائنس تربا ہے۔ اس کی تازہ ترین
حکمل ہے اقتصادی سامراج یہ سامراج اپنے پاؤں کیں
مرج پھیلا آئے۔ اس کتاب پی صلی پڑھتے تھے قیمت ۶۰ روپے۔

اقتصادی تعاون

ایسا در طاقتور تکنوں کا فرض ہے کہ وہ کمزور احمد
پس امداد ملکوں کی مدد کریں لیکن یہ پس امداد تکنوں کی اکاری
اور خود فقاری کو تقصیان پہنچائے پھر انہیں ہے وہ ایک انتہائی
حلومات افراد بحث۔ قیمت ۵۰ روپے۔

موجودہ سماج میں طبقاتی نظام

طبقاتی نظام اور اس پر پیدا ہونے والی نظر ایسی
کے خلاف فلسفی اور سماست ایک مدت سے جہاد کر رہے
ہیں۔ اس کتاب میں مبنیاتی نظام کی سرشت سے خاص
علمی اذاذ میں بحث کی گئی ہے۔ قیمت ۶۰ روپے۔

غیر جانبداری الیکٹرونیک یا اسی نظر
غیر جانبداری کے سطح پر ایک علمی درستی کی
بحث۔ کیا عالمی سیاست کے وجود و ذریعہ کوئی مک
دائمی فیصلہ جانبدار و مکاہی ہے؟ ایک انتہائی
مہید اور خیال افرود تکث۔ قیمت ۴۵ روپے۔

- ہر سماں پہچنے کا عنصر ہے۔
- خوب صورت ناپیش
- ہر سماں پہچنے کا عنصر ہے۔
- پہچنے کا عنصر ہے۔

کفہ متنی

مکرور سیدی کا بخوبہ کلام۔ بقول بنیاد بخوبی
یہ بخوبی مدد ضرکر کے ادو ادب میں بڑا اچھا اضافہ
ہے اور مکرور سیدی کی کالائی تسبیح کی تیشیں گوئی کا اضافہ
قیمت دروپے۔

جمہوریت ہی کیوں؟

ایک شناور جو اس سوال کا مل جواب دیتا
ہے کہ سیاسی نظام کی بیشتر سے کیونزم کے
تبابیہ میں جمہوریت ہی کیوں اختیار کی جانا پایا ہے
مترجم محمد فتحی خان میں۔ قیمت ایک روپے۔

خط مضم

کیونٹ چین کے خلام آباد سے چینی عوام
کے فرار کی کہانی تصوریوں کی زبانی۔ ایک محدود
تباہجہ جو ماڈلز کے خدا خال پر ہی تفصیل سے
پیش کر دیتا ہے۔ قیمت ۵۰ روپے۔

تی دنیا کی جھلکیاں

بصیرت افراد کی تکمیل پر ایک گو افتسلہ
مندرجہ ذیل کا پہچانی شایعہ ہرگز ہیں۔

ہمارے دوز کا انقلاب

موجودہ تقدیم کے انقلابی تفاصیل کیا ہیں اور ہیں

کیونزم اور کسان

نرمی مسائل پر اخیانی تقدیم تھے جو پہلے
توں کے متعلق کیہے تھوں کے تحقیقی ارادے کیا ہیں؟
نرم جاگری والوں کا دشمن ہے یا خود کس ان کا؟ اور
وستان کی زریعی ترقی کا سچے راست کون سا ہے؟ ان
اہم مسائل کا یہ شامل تھا، بحث رام سروپ۔
ت دروپے۔

آزادی کی میں وسیعیت

آزادی کے تقدیر نے ایک سوچ تصور بخوبی کے
بڑتاری کی مرحلے طبقے میں اور ان میں جو نئی رنگ
تو پاہوئی ہیں۔ میں سب کا سلسلہ افزایشیان۔
کم کیا جاں۔ ۱۱ صفحات۔ قیمت ۵۰ روپے۔

کیونزم کی پہلی کتاب

وہ سوال اور ان کے جواب کیونزم کے متعلق
میں کی نہیں۔ مل مہم پڑھ پڑھ جاتے ہیں اس کتاب میں ان کے
آیات کے مدد و اسنے جواب عام فہم انسانیں دیے گئے ہیں
یادی کے میں مل مہم مابدی۔ ۱۱ صفحات۔ قیمت ایک روپے۔

سوٹ روں کی حقیقت

سوٹ روں ہائے زندگی کی ایک سوچ حقیقت
میں لے لے چکنے ہیں وہ عموماً اندر پہنچنے کا شکار کہ
کامیابی ہیں۔ اس کتاب میں پہنچنے سے ہٹ
الحقائق کو سائنس اور آیا ہے۔ کتاب درستون میں
منگا کر ہے جوئی قیمت دروپے۔

تجھید یہ جوں

آزادوں کے شری ادب میں تاریخی اضافہ۔ روں اور
لیل یہ پ کے باسم شاعروں کی خواجہ نظریوں کا